اس کتاب میں برنگ فلسفیانہ ضرب الامثال پر بحث کی گئی
ہے۔ اور اخیر پر کچھ پنجابی ضرب المثلیں معہ ترجمہ کے دیگئی ہیں

امثال

مرتبہ مرزا سلطان احمد ریونیو ممبر
سٹیٹ بہاولپور - (پنجاب)

یکم مئی سنہ ۱۹۱۱ء
صادق الانوار سٹیم پریس بہاولپور میں طبع ہوئی

PREFATORY NOTE

TO

'The Philosophy of Proverb'

In the words of a certain philosopher 'beneficial suggestions sooner or later, bear good fruits.'

In 1899 when the Hon'ble Mr. Maclagan, the present Revenue Secretary to the Government of India, was conducting the Settlement operations in Multan, he asked me to make a collection of 'proverbs' in vogue among the inhabitants of the District in particular and the educated people of the province in general.

To me, the task I was engaged in, was a labour of love. I made the collection very assiduously and read it to Mr. Maclagan at his house and he selected many of them for insertion in the Gazetteer of the district. The rest were left with me as a draft till May 1910.

When busy in making the required collection. I never thought for once, that the suggestion of the then Settlement Officer would ever take the form of a book on the subject of 'proverbs'.

In May 1910, I was miraculously struck with the idea of utilizing the collection as a basis for a philosophical discussion of 'proverbs' and thus commemorating the wise suggestion in a permanent way.

I took the work in hand and am now very proud to announce that the initiative given by the Hon'ble gentleman is before the public in the form of the present publication which may rightly boast for its *prima causa* the valuable suggestion of the present Revenue Secretary to the Government of India.

It would not be out of place to admit here that his vast knowledge, solid experience and innate worth have, in fact, much to do with this humble effort.

I will consider myself well rewarded for my labour as long as it serves as a literary rememberance of the peaceful and quiet Settlement of Multan under the wise control of Mr. Maclagan who will ever be remembered in the Province for his various qualities of the head and heart——his winning manners, his virtuous bent of mind, his generosity, his sympathetic attitude to all that is noble and last but not the least his kindness to his subordinates.

May God bless the Hon'ble gentleman and his family. Amin.

Mirza SULTAN AHMAD,
K. B., E. A. C.,
Revenue Member,
Council of Regency,
Bahawalpur.

BAHAWALPORE :
Dated 4th March 1911.

Central Printing Works, Lahore.

فہرست مضامین

پنجابی اور اُردو میں جو نسبت ہی اُس پر کچھ اور

کتاب ہذا کے اخیر حصہ میں جس قدر کہاوتیں پنجابی زبان کی درج کی گئی ہیں اُن کے پڑھنے سے ناظرین یہ معلوم کرسکیں گے کہ پنجابی اور اُردو زبان میں کیسی نسبت اور کیسا تعلق ہے۔ سرسری نظر سے بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ پنجابی اور اُردو میں بہت ہی قریبی نسبت ہے اگر ایک شخص غیر مُلک غیر زبان کے سامنے دونوں زبانوں کے الفاظ فقرے اور جملے بولے جائیں تو وہ شخص محض تلفظ ہی سے بلا اس کے کہ معانی پر غور اور عبور کرے یہ سمجھ جاے گا کہ یا تو

یہ ایک ہی زبان ہے

اور یا ان دونوں میں ایک ایسی نسبت ہے جو انہیں ایک ثابت کرنے کیواسطے بجائے خود ایک کافی دلیل ہے۔

یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ موجودہ سب زبانوں ہندوستان کے مقابلہ میں جو نسبت اور جو علاقہ پنجابی کے ساتھ اُردو کا ہے۔ وہ کسی اور زبان کو حاصل نہیں۔ اس کے وجوہ بھی ہیں۔

(الف) اپنے عہد میں جب آریا قومیں بعض ایشیائی حصوں سے یورش یا ہجرت کرکے ہندوستان میں آئیں تو اُن سب کا راستہ پنجاب ہی تھا۔ پنجاب سے گزرے بغیر وہ ہندوستان میں (جسے اُس وقت کسی اور نام سے تعبیر کرتے تھے۔) پہنچ ہی نہیں سکتی تھیں۔ جب آریہ قومیں ان راہوں سے گزریں اور کچھ اسی سرزمین میں رہ گئیں تو کچھ اُن کی زبان کے الفاظ پنجاب میں رہ گئے اور کچھ خطہ پنجاب کے الفاظ اپنے ساتھ دوسرے حصہ ہندوستان میں لے جاتی ہیں۔

(ب) یہ فلسفی تسلیم کرلی گئی ہے کہ جب قومیں دوسری قوموں اور دوسرے خطوں میں سے گزرتی ہیں تو خیالات کے ساتھ الفاظ کا بھی اُن میں انتقال ہوتا ہے۔ اسی اصول کی پابندی سے کچھ اُس وقت کے خطہ پنجاب نے زبان کے متعلق آریوں سے لیا اور کچھ آریوں نے اُن سے حاصل کیا۔ جو کچھ آریوں نے اُن سے حاصل کیا وہ اُن کے ساتھ ساتھ ہی دوسرے حصوں ملک میں جاتا رہا۔

(ج) یہ افسوس کی بات ہے کہ اُس وقت کی کوئی مستند تاریخ نہیں ملتی۔ ورنہ ثابت ہوجاتا کہ ہر دو صورت ہائے متذکرہ بالا میں کن کن الفاظ کا تبادلہ اور انتقال ہُوا تھا۔

(د) آریوں کے نقشِ قدم پر جب ایرانی اور افغانی قومیں پنجاب کے راستہ سے ہندوستان میں وارد ہوئیں تو اُن سے بھی پنجاب نے الفاظی رنگ میں بہت کچھ حاصل کیا۔ اور بہت کچھ اُن قوموں نے بھی پنجاب سے لیا۔ اور جو کچھ اُن قوموں نے لیا تھا وہ اُسے دلی۔ قنوج۔ الہ آباد۔ وغیرہ کی جانب رفتہ رفتہ

ساتھ ہی لے جاتی رہیں۔

(ھ) اگرچہ اور حصوں ملک میں بھی فاتح قوموں کا گذر ہوتا رہا۔ مگر جس قدر پنجاب آمد و رفت کے خیال سے تختہ مشق رہا اس قدر کوئی اور ملک نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے پنجاب کے اور کسی زبان یا بولی سے اُردو کا اس قدر الحاق نہیں ہے۔

(و) رفتہ رفتہ دونوں زبانوں کے الفاظ میں ضرورت۔ صحت۔ لطافت بلاغت اور فصاحت کے اعتبارات سے تصرف کیا جانا شروع ہُوا۔ جو نسلیں اور جو قومیں پنجاب سے آگے گزرتی گئیں اُن کی حالت نسبتاً چونکہ زیادہ فارغ البال اور مرفہ الحال ہوتی گئی اس واسطے اُنہیں زبان کی صفائی اور شستگی کا خیال بھی دامن گیر ہوتا گیا۔ اگرچہ اور ملحقہ زبانوں سے بھی اُن قوموں اور اُن لوگوں نے بہت کچھ لیا اور بہت کچھ اُنہیں دیا بھی مگر خصوصیت پنجاب یا پنجابی زبان سے ہی رہی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ تامل۔ وغیرہ زبانوں سے گو سابقہ پڑتا رہا۔ مگر اُن کے ساتھ زبان زیر بحث کا کوئی گاڑھا تعلق نہ پیدا ہو سکا۔

(ز) امثلہ مندرجہ اس کتاب سے بادنیٰ غور یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے کہ ان دونوں زبانوں میں کیا نسبت ہے۔ اور اُردو کی اصلیت کیا ہے۔ اور وہ کس زبان سے نکلی ہے۔

زبانوں کے اتحاد۔ الحاق پر باعتبار

" ابتدائی حالت۔

اس میں (نوں) کو کو سے اور (مناوے) کو منائے سے اور (ناں کو نہ سے تبدیل کریں تو اُردو ہو جائے گی۔

اوپر کے تبادلہ الفاظ سے ثابت ہوگا کہ اکثر جگہ پر صرف بعض الفاظ بدلنے پڑے ہیں ورنہ ترکیب صرفی اور صورت نحوی میں کوئی فرق نہیں آیا - اگر پنجابی کے حروف یا الفاظ روابط اور نفی و اثبات ومنصوبات یا تاکید و بیان کی علامات مثل

نے - تاں - توں - تیں - ہُن - ناں - نی - کوں - وچ

ساڈوں - ساکوں - اسیں - وغیرہ وغیرہ

کو ایک لطیف صورت میں تبدیل کیا جائے تو اُردو بن جاتی ہے۔

نے کا تو - تاں کا تا - نوں کا کو - تیں کا تمہیں - تجھے - ہُن کا اب - ناں کا نہ - یا نہیں - نی کا نے - وچ کا درمیان - بھیتر - ساڈوں - ساکوں کا ہمیں - اسیں کا ہمیں - بتا دیا جائے تو اُردو شکل پیدا ہو جائے گی۔

ان وجوہ سے میری رائے میں پنجابی اصلاح شدہ کا دوسرا نام اُردو ہے - اگر اس وقت پنجاب میں کل افراد تعلیم یافتہ یا پڑھے لکھے ہوں تو دو ہی سال کے اندر موجودہ پنجابی پنجابی نہیں رہے گی - بلکہ ایک قسم کی اُردو ہو جائے گی جیوں جیوں پنجابی انبالہ سے اوپر چڑھتی گئی ووں ووں اُردو کی صورت اختیار کرتی گئی - اسی طرح دوسری اطراف کے الفاظ جو رفتہ رفتہ اُردو کی چار دیواری میں آتے گئے وہ یہی جامہ پہنتے گئے۔

اُردو کن کن زبانوں کے الفاظ اور ترکیبات سے مرکب ہے۔

اوّل درجہ پنجابی سے۔

دوم درجہ ہندوستان کی دوسری زبانوں سے۔

سوم درجہ۔ ہندی یا بھاشا سے۔

چہارم درجہ۔ سنسکرت سے۔

پنجم درجہ۔ فارسی سے۔

ششم درجہ۔ عربی سے۔

ہفتم درجہ۔ انگریزی سے۔

جو زبان اتنی زبانوں سے مرکب ہو وہی ایک ایسی زبان ہے جو کسی وقت ملک کی عامہ زبان ہونے کا دعوے کر سکتی ہے۔

سب سے پہلی اُردو کی بانی وہ آریہ قومیں ہیں جو ہندوستان میں کوہ ہندوکش طے کرتی ہوئیں پنجاب کے راستہ سے وارد ہوئیں۔

اس سے بعد مسلمان۔

اس سے بعد انگریز۔

" پنجابی کیا ہے قابل اصلاح اُردو۔

" اُردو اصلاح یافتہ پنجابی ہے۔

اگر پنجابی الفاظ کو کسی حد تک صحت اور لطافت تلفظ کے ساتھ بولا جائے تو اُردو بن جائیگی اور اگر اُردو کی صورت کرخت بنائی جائے تو پنجابی ہو جائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ نمبر ۱

دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں اور ایسی تاثرات ہیں کہ جنہیں انسان اپنی استعمال میں لاتا ہے۔ لیکن اُن کی قدر و منزلت اُس کی نگاہوں میں معمولی ہوتی ہے۔ یا تو اس واسطے کہ ایسی بعض شیئں اُسے مفت اور بغیر کسی تردد اور فکر کے ملتی ہیں۔ اور یا یہ کہ وہ درحقیقت اُنکی قیمت اور قدر و منزلت نہیں جانتا۔ بہت سی ایسی شیئں ہیں کہ جن سے ہم بغیر کسی محنت اور سعی کے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ لیکن اُن کی سودمندی اور قیمت سے محض ناآشنا ہیں۔

عام لوگ بالخصوص یہ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ سوسائٹی کے قواعد اور تمدنی ضوابط کس اصول پر وضع ہوئے اور عمل میں آئے ہیں۔ لیکن ہر ایک شخص روزمرہ اُن سے فایدہ اٹھاتا اور اُن کا اتباع کرتا ہے۔ سب لوگ اخلاقی اصولوں اور اخلاقی تعلیمات سے بالخصوص واقف نہیں ہوتے۔ لیکن سب لوگوں کی طبائع میں کچھ نہ کچھ اخلاقی رنگ پایا جاتا ہے۔ یہ کس بات اور کس جذبہ کا اثر ہے۔ خود نیچر اور سوسائٹی اور مروجہ قواعد تمدن کا جو کچھ ایک سوسائٹی میں پایا جاتا اور جو کچھ کسی قوم کے ذخیرہ

تمدن میں موجود ہے۔ وہ سب کسی نہ کسی ضابطہ اور قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔ لوگ
اُن سے حسبِ ضرورت کچھ نہ کچھ اخذ کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُن کی طبیعتوں میں ایسے امور
اس طرح سے بیٹھ جاتے ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا ماخذ کیا ہے۔ اور اُن کی خُو یا
عادت کس طرح پڑی ہے۔

امداد غربا اور مصیبت زدوں کی ہمدردی، مہمان نوازی کی عادت ایسے لوگوں میں بھی پائی
جاتی ہے جو تہذیبی دائروں سے بالکل الگ اور دور ہیں۔ اور اخلاقی قواعد سے واقفیت
کیا اُن کا نام بھی نہیں جانتے۔ ساری عمر اُن کی وحشت میں گذرتی اور وحشت میں بسر
ہوتی ہے۔ بایں حالت ایسے لوگوں میں ان اوصافِ حمیدہ کا پایا جانا ایک زندہ نظیر
اس امر کی ہے کہ چند اندرونی اور بیرونی جذبات اُن کی طبیعتوں پر حاوی اور مؤثر ہیں
اسی بنا پر بعض فلاسفروں کا خیال ہے کہ اخلاق کی بنیاد یا اساس وہ رحم ہے جو
انسان کی طبیعت میں قدرتاً پایا جاتا ہے۔

منطق ایک مشکل شاخِ علم سمجھی گئی ہے۔ اس کی اصطلاحوں اس کے قاعدوں سے پڑھے
لکھوں میں سے بھی کم ہی واقف ہیں۔ جہلا تا چہ رسد۔ لیکن اگر غور سے دیکھو اور بہ چشم
امعان تلاش کرو تو پتہ ہے کہ ہر ایک شخص روز روز منطق ہی بولتا ہے۔
اور اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔ گرامر یا صرف و نحو بھی ایک خاص شعبہ علمی ہے
مگر یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جہلا میں اس کا استعمال نہیں۔ گو حساب میں عوام الناس کامل
نہ ہوں مگر وہ اپنا کام حساب سے ہی چلاتے ہیں۔ عام لوگ قانون دان اور جج نہیں
ہوتے مگر انصاف کے طریقوں اور انصاف کرانے کی راہوں سے کسی نہ کسی قدر واقفیت
ضرور رکھتے ہیں۔ جو قومیں عدالتوں میں اپنے مقدمات نہیں لے جاتیں وہ بھی امور

متنازعہ کا فیصلہ اچھی طرح سے کر لیتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات اُن کے فیصلے بمقابلہ باضابطہ عدالتوں کے زیادہ تر ٹھیک ہوتے ہیں۔ ان تمام حالات اور کیفیات کے مدنظر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

"قدرتاً انسانی طبائع میں زندگی کی اشد ضروریات کا سواد رکھا گیا ہے۔

" تمام لوگ کسی نہ کسی رنگ میں تعلیم یافتہ ہیں۔

" گو باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ کہے جا سکتے ہوں۔

" سوسائٹی اور تمدن کے قواعد اور رسم و رواج ایک وسعت سے لوگوں کے طبائع پر موثر ہیں۔

" جو لوگ باضابطہ تعلیم پاتے ہیں اُن میں صرف یہ زیادتی ہوتی ہے کہ وہ مقررہ اصطلاحوں اور طریقوں سے باضابطہ واقفیت رکھتے ہیں۔

بے شک باضابطہ تعلیم کے مقابلہ میں ایسی عام حالتیں ناکمل اور بے ترتیب ہوتی ہیں لیکن اس حالت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کمی و بیشی کے اعتبار سے فرق ہے نہ یہ کہ پہلی جماعت جس کی کثرت ہے بالکل ہی نابلد ہوتی ہے۔ بے شک ایک منطقی اپنے منطق کے زور پر موجبہ سالبہ اور موجبہ شرطیہ جزی اور کلی سے اپنا مطلب نکالتا ہے لیکن ایک جاہل سے جاہل بھی دوسرے الفاظ میں انہیں موجبات سے کاروبار چلاتا ہے۔ ایک فلسفی دور تک قیاسات جماتے جماتے چلا جاتا ہے۔ اور یہ اُس کے لئے بے شک ایک فخر کی بات ہے لیکن ایک جاہل بھی اپنی دانست میں اس فلسفہ سے کام لیتا ہے۔ ایک فلسفی ذرا وسعت سے قیاس کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ اور سہولت سے قضایا پیش آمدہ پر حکم لگا سکتا ہے۔ خلاف اس کے ایک جاہل ذرا تردد اور دیر یا غیر جامعیت سے قیاس کرتا اور اُس سے ایک غیر مکمل نتیجہ نکالتا ہے۔ اپنے حالات کے مطابق کام وہ بھی چلا لیتا ہے۔ صرف فرق

یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک فلسفی اوروں کے واسطے بھی عملی نتیجوں سے چند اصول قائم کرتا ہے۔
اور ایک ترتیب علمی سے کام لیتا ہے۔ خلاف اُس کے ایک جاہل صرف اپنے ہی لئے راہ نکالتا
اور اپنا ہی اطمینان کرتا ہے۔
راگی کوئی کوئی ہی ہوتا ہے مگر ہر شخص اپنی خوشی کے واسطے کچھ نہ کچھ ٹوں ٹاں کر ہی لیتا ہے
سڑک پر جاتے دیکھو گلیوں میں سنو بہت سے آدمی گاتے ہوئے ملیں گے مگر اُن میں سے
کوئی دو چار ہی راگی ہوں گے۔ باقی سب کے سب یوں ہی الاپتے جائیں گے۔ سب لوگ
شاعر نہیں ہوتے مگر جاہل سے جاہل بھی کچھ نہ کچھ کہہ ضرور لیتا ہے۔
یہ تمام صورتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عموماً سب لوگوں کے اندر اس قسم کا مادہ قدرتاً موجود ہے۔
جب وہ مادہ خاص طور پر تربیت دیا جاتا ہے تو ایک خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ
سب انسان اس مادہ میں طبعاً شریک ہیں۔
یہ جدا بات ہے کہ اُن کے حصوں میں نسبتاً فرق اور کمی و بیشی ہو۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو
یہ استحالہ لازم آئے گا کہ کیوں باضابطہ تعلیم سے سب کے سب علی قدر مراتب تعلیم
پا جاتے ہیں۔ اور کیوں اُن کے خیالات میں ایک روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔
انسانی طبائع میں قدرتی طور پر تعلیم کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اور انسان نیچرل نیم تعلیم یافتہ ہے
اگر وہ باضابطہ تعلیم نہ ہی پائے تب بھی وہ قدرتی تعلیم سے کام لے سکتا ہے۔ کچھ انسان پر ہی
موقوف نہیں۔ حیوانات بھی اپنی حیثیت کے مطابق قدرتی تعلیم سے فیض یاب ہیں۔ بلکہ
بعض کے خیال میں نباتات اور جمادات میں بھی جو کشش اور نشو و نما کی طاقت رکھی
گئی ہے۔ وہ بھی بجائے خود ایک قدرتی تعلیم ہے۔
بدو دنیا کی اگرچہ کوئی مکمل اور جامع تاریخ نہیں پائی جاتی مگر ہم موجودہ واقعات سے یہ

قیاس کرنے کے مجاز ہیں کہ

بمقابلہ موجودہ حالات کے بجہت بعض اعتبارات دنیا کا شروع اسقدر جامع اور شستہ نہیں تھا - جو صورتیں اب ہیں وہ شروع شروع میں نہ تھیں - جن ترقیات کے ہم اس وقت مالک ہیں یہ ہمارے اسلاف کے حصہ میں نہیں آئی تھیں - لیکن باوجود اس کے بھی موجودہ ترقیات کا سامان اور مواد اُس وقت بھی موجود تھا - گو اُس زمانہ کے لوگ اور اُس وقت کے آدمی اُن سے کام لینے کے طریقے نہیں جانتے تھے - لیکن ایسے مواد اور ایسے سامان کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا -

اس وقت جس قدر علوم اور فنون پائے جاتے ہیں - اور جن پر انسانی جماعتیں ناز و فخر کر رہی ہیں - ان سب کی ابتدا شروع شروع میں بھی پائی جاتی تھی - کوئی سے علم لے لو اُس کی ابتدا ضرور ہوگی - صرف فرق یہ ہوگا کہ بعض علوم اور بعض فنون دن بدن ضروریات کی وجہ سے پھیلتے گئے - اور بعض کسی قدر ترقی کر کے وہیں کے وہیں رہ گئے - وقت آنے پر اُن میں بھی ترقی ہو کر رہے گی -

منتر - جنتر - جادو - اور سحر سے لوگ اب انکار کرتے ہیں - لیکن اگر اصول مسمریزم کی حقیقت پر اعتبار کیا جائے تو اس قدر مان لینا چنداں مشکل نہ ہوگا کہ کسی زمانہ میں شاید اس کا بھی کوئی وجود ہو - اور اب بوجوہ خاص اُس کی کساد بازاری ہو گئی ہو - اسی طرح کیمیا کا فن ممکن ہے کہ کوئی جانتا ہو اور شاید کسی وقت اور ناممکنات کی طرح یہ بھی ممکن ہو جائے - چونکہ ان کا جاننے والا اب کوئی نہیں رہا یا علمی رنگ میں ان پر باضابطہ بحث نہیں ہوتی - اس واسطے ان کی نفی کی جاتی ہے -

جیوں جیوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے - ووں ووں پرانے مواد میں بھی ترقی کے سامان

پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اور ابتدائی خلقتیں تجدید کے قالب میں آکر کل جدید یلذ کا لطف دیتی ہیں۔ ہم اس رسالہ میں جس مبحث پر علمی رنگ میں بحث کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ضرب المثل یا کہاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تبصرہ نمبر ۲

جس طرح برسات کے موسم میں حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے نکل کر یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ زمین کی تہ میں اس اس قسم کے خمیر اور مواد رکھے گئے ہیں اور اُن سے ہزاروں قسم کی مخلوقات وقتاً فوقتاً معرض ہستی میں آتی رہتی ہے۔ اور اُن کا احصار مشکل ہے۔

اسی طرح جب علمی دنیا میں تحقیقات اور تجربوں کے خمیر اُٹھتے ہیں تو صدہا قسم کی نئی باتیں معرض بحث میں آکر علمی ذخائر کی ترقی کا باعث ہوتی ہیں۔

گذشتہ زمانہ میں مشرقی دنیا کی علمی تحقیقاتیں باعتبار اپنی جدت اور خوبی کے شہرت پذیر تھیں اور دوسری قومیں کسی نہ کسی رنگ میں اُنکی خوشہ چینی لازمی سمجھتی تھیں۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جو ترقی یورپ نے علمی دنیا میں کی ہے۔ اُس سے کسی حال میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بے شک ہندوستان اپنے فضائل سابقہ کی وجہ سے شہرت پذیر رہا ہے۔ اور یہاں کا مذہب اور فلسفہ اب تک ترقی یافتہ ملکوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور اُس میں یقیناً اہل ہند ایک خاص ملکہ رکھتے تھے۔ مگر اس سے انکار کرنا بھی کفران نعمت ہی کہ موجودہ زمانہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کی بدولت برساتی خمیروں کی طرح ہندوستان کے

رگ وریشہ میں جو علمی خون دورہ کرنے لگا ہے - یہ صرف اسی کی عنایات کا ثمرہ ہے گورنمنٹ نے صیغہ تعلیم کی بنیاد ڈال کر ان خیالات تک ہندوستانی پود کو پہنچا دیا یا پہنچا دینے کی کوشش کی ہے جو علمی ترقیات کا دہانہ یا باب ہیں۔

آمدورفت کی وسعت، اور ترقی معلومات اور تبادلہ خیالات کے روز افزوں وسائل کی بدولت ہندوستان کی علمی دنیا گو پورے نشو ونما پر نہ ہو لیکن علمی نشو ونما کی خوش کن روح افزا کیفیات کا تماشا ضرور کر رہی ہے۔

شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم نے فلسفہ طبعیات پر چند مسلسل کتابیں لکھ کر ملک و قوم پر ایک خاص احسان کیا ہے اور یہ داغ بیل ڈال دیا ہے کہ اور لوگ بھی ایسی بنیادیں رکھ سکتے ہیں۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں مولانا ممدوح نے فلسفہ امثال پر ایک بے مثال کتاب لکھ کر ملک و قوم کو جتلایا ہے کہ اس معدن میں بھی کیا کچھ جواہرات بھرے پڑے ہیں۔

گو اس کتاب کا نام تہذیب الامثال - نجم الامثال وغیرہ کے بعد ہے لیکن بمصداق

آخر آمد بود فخر اولین

یہ کچھ اور ہی ہے۔

مولانا موصوف نے اس کتاب عجوبہ روزگار کے صفحہ (۲) پر یہ تحریک کی ہے کہ اس محنت میں اور بھی کچھ اضافہ ہونا چاہئے - چونکہ میری ملازمت کا بہت سا حصہ بندوبست میں ہی گذرا ہے - مجھے ضرب الامثال کے جمع کرنے کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔

بندوبست ضلع ملتان سنہ ۱۹۰۱ء میں مجھے بماتحتی جناب آقائے نعمت آنریبل مسٹر ای - ڈی میکلیگن صاحب بہادر مہتمم بندوبست (حال ریونیو سکریٹری)

گورنمنٹ انڈیا) خاص ضلع ملتان میں امثال کے جمع کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ بہ یادگار مسٹر ممدوح اور بہ پابندی تحریک مولانا موصوف یہ مجموعہ امثال ضائع نہ جانے دوں۔ بہ تبعیت ان دونوں خیالات یا ان دونوں تحریکات کے میں نے بھی امثال پر کچھ خامہ فرسائی کرنا مناسب سمجھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ

میری یہ چند روزہ محنت علمی دنیا کے واسطے کیا کچھ اضافہ کرے گی۔ لیکن میرا فرض تھا کہ میں یہ مجموعہ رائگان نہ جانے دیتا۔ میں نے اکثر امثال ملتانی کی اپنی اپنی جگہ پر لانے کی کوشش کی ہے۔ اور اُن کے ساتھ دیگر اضلاع کی مثالیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔

گو ملتانی زبان اور اپر پنجابی میں گو نہ فرق ہے۔ لیکن امثال کا رنگ دونوں میں باوجود تغیر یا بادنے تغیر الفاظ ایک ہی ہے۔ پنجابی اور اُردو امثال کے مقابلہ سے جو کہیں کہیں کیا گیا ہے یہ بھی واضح ہو گا کہ

دراصل اُردو کوئی غیر زبان نہیں ہے۔ تھوڑے ایر پھیر سے پنجابی اُردو ہو جاتی ہے۔ اور اُردو پنجابی اس لحاظ سے یہ کہنا چاہئے کہ پنجاب کی زبان بھی دراصل ایک ناممکل قابل اصلاح اُردو ہی ہے۔ صرف لہجہ اور چند الفاظ یا تلفظ الفاظ میں فرق ہے۔ ممکن ہے کہ تعلیم کی کثرت سے کبھی نہ کبھی پنجاب کی خاص زبان اُردو ہی ہو جائے۔

اتحاد زبان کا چونکہ اقوام پر ایک عجیب اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ملک و قوم کا یہ فرض ہے کہ دونوں زبانوں کے قریب لانے میں خاص کوشش کریں۔ اور یہ کوشش سوائے اس کے سرسبز نہیں ہو سکتی کہ

"تعلیم میں ترقی ہو۔

" قوموں کا آپس میں ایک وسعت کے ساتھ میل وجول ہو۔
اب میں چند ضرب المثلیں لکھ کر دکھاتا ہوں کہ پنجابی زبان۔ اُردو زبان سے کیسی نسبت رکھتی ہے۔

(۱) انھا کُتا وا کو بھونکے سائیں دے لیکھے تازی ہے۔

ترجمہ۔ اندھا کُتا ہوا کو بھونکے مالک کے خیال میں تازی ہے۔

(۲) انھی بلی چوہیاں دی محتاج۔

ترجمہ۔ اندھی بلی چوہوں کی محتاج۔

(۳) اُچا دُکان پھیکا پکوان۔

ترجمہ۔ اونچا دُکان پھیکا پکوان۔

(۴) انھی ککڑی تے خشخش دا چوگا۔

ترجمہ۔ اندھی ککڑی خشخاش کی چوگ۔

(۵) اک موںجھ بگڑ دوجا دیوی دا درشن۔

ترجمہ۔ ایک موںجھ بگڑ۔ دوسرے دیوی کا درشن۔

(۶) انھاں تلاں وچہ تیل کوئی نہیں۔

ترجمہ۔ ان تلوں میں تیل نہیں۔

(۷) اُلٹا چور کوتوال کوں مارے۔

ترجمہ۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

(۸) پنڈاں نوں اگ لگی تے کتا روڑی تے۔

ترجمہ۔ گانوں کو آگ لگی اور کُتا روڑی پر۔

(۹) جنہاں کھاداپن کے اوہ کی جانن دے۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے مانگ کر کھایا ہو وہ ہاتھ سے دینا کیا جانیں۔

(۱۰) روٹیاں پکاوے دو انگیٹھیاں بھنّے ترے۔

ترجمہ۔ روٹیاں دو پکاوے اور انگیٹھیاں تین توڑے۔

(۱۱) کھاوے پیوے ست بلائیں اُٹھ نہ سکے چوکے تائیں۔

ترجمہ۔ ہفت اقسام کھانا کھائے اور چوکے تک جا نہ سکے۔

(۱۲) ذات کانواں بھی پیاری۔

ترجمہ۔ ذات کنوؤں کو بھی پیاری ہے۔

(۱۳) طمع گناہاں دی نانی ہے۔

ترجمہ۔ طمع گناہوں کی نانی ہے۔

ان امثلہ سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پنجابی کے اکثر الفاظ دراصل اُردو کے لفظ ہیں صرف تلفظ کا فرق ہے۔ یا یہ کہ اُردو الفاظ میں ذرا نرمی اور ملائمت ہے اور پنجابی کرخت ہیں۔ ہم زیادہ وضاحت کے واسطے ایک مختصر سا رقعہ پنجابی میں لکھ کر دکھاتے ہیں۔ اُس سے اور بھی وضاحت ہو جائیگی۔

میرے مہربان

تساڈا یا (تہواڈا) خط پہنچا سانوں (یا مینوں) اور ملتانی میں (میکو) بڑی خوشی ہوئی جو کم تساں لکھیا ہے میں آسدے وچہ پوری پوری کوشش کراں گا۔ اگے رب دے اختیار۔ تساں پردں آکھیا سی اسیں چھلیاں دی بہار سے امرتسر آواں گے ہن چھلیاں تریائیاں ہن وہیل لگے ضرور اک دو دناں واسطے آ کے مل جاؤ۔

ساڈا مقدمہ فیصلہ ہوگیا ہے۔ ڈگری سانوں ملی ہے۔ ہُن دوسرا فریق اپیل کرن نوں تیار ہے
ویکھئے رب کی کردا ہے۔ بھلی کریگا۔
سب دوستان اتے اپنیاں نوں سلام۔

اس کا ترجمہ حسب ذیل ہوگا۔

میرے مہربان۔
آپ کا خط پہنچا ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ جو کام آپ نے لکھا ہے میں اُس کی بابت پوری پوری کوشش کروں گا۔ آگے رب کے اختیار آپ نے پر سال کہا تھا کہ بہٹوں کی موسم میں ہم امرتسر آئیں گے۔ اب بھٹے ہو پڑے ہیں۔ فرصت ہو تو دو دن کے واسطے آکر ضرور مل جاؤ۔

ہمارا مقدمہ فیصلہ ہوگیا ہے۔ ڈگری ہمیں ملی ہے۔ اب دوسرا فریق اپیل کرنے والا ہے
دیکھیں رب کیا کرتا ہے اچھا ہی کریگا۔
سب دوستوں اور اپنوں کو سلام۔

اب دیکھئے چند ہی لفظوں کا ایہ پھیر ہے۔ چونکہ اُردو رفتہ رفتہ منجھتی جاتی ہے۔ اور اس میں تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری ہے۔ اس واسطے وہ دن بدن شستہ ہوتی جاتی ہے جب اُردو کی مدد اور سرایت یا حلول سے پنجابی بھی شستہ ہوجائے گی تو وہ بھی اُردو ہی ہوجائے گی۔ نہیں کہا جاسکتا کہ
اُردو دوسری زبانوں کی اصلاح یافتہ زبان ہے۔ یا دوسری زبانیں جو اُردو کی لگ بھگ ہیں اُردو کا بگاڑ ہیں۔ میری رائے میں اُردو ہی دوسری ہندی زبانوں کی اصلاح یافتہ صورت ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شروع شروع میں جو تصنیفات اور تالیفات یا شاعری

اُردو زبان کی ہے وہ ہندوستان کی دیگر نا ترقی یافتہ زبانوں سے کچھ نہ کچھ ملتی ہے
ایک پورانا دیوان جس پر دیوان ولی تخلص ولی لکھا ہوا ہے - اس پر شاہد ہے - مثلاً

کیا یک بات سے واقف مجھ راز نہانی کا — لکھوں غنچہ اوپر حرف اُس دہن کی نکتہ دانی کا
ترے مکھ کی صفا سے حیرت افزا کیوں نہ لکھے کر — قلم ہے جوہر آئینۂ نا صاف مانی کا
ولی جن نے نہ باندھا اپنے دل کو تو نہالا سوں — نہ پایا پھل جہاں میں اُن نے ہرگز زندگانی کا

ولہٗ

ہوئی ہے آرسی جوگن ترے مکھ کے تصور میں — بھبوتی مکھ لگا دم مارتی ہے خاکساری کا
ولی انکھیاں کے گرد دوات ہے پلکے سیاہی سوں — لکھا تیری صفت کوں نے قلم منشی نگاری کا

ولہٗ

توں سر سوں قدم تلک جھلک میں — گویا ہے قصیدہ انوری کا
پھبنے لگے اُسکوں شان دولت — چا کھا جو مزا قلندری کا

ولہٗ

تری زلفاں کا ہر تار سیہ ہے کال عاشق کا — ہوا ہے اُس کے جلوہ سوں پریشاں حال عاشق کا
نہیں درکار تا بولے بیاں اپنی زباں سیتی — عیاں ہے اشک کے طومار سوں احوال عاشق کا
کدی دام محبت سوں خلاصی اُسکے ممکن نیں — تری انکھیاں کی دوری سوں بندھا ہی حال عاشق کا

ولہٗ

ہر طرف ہی جگ میں روشن ناؤں شمس الدین کا — چین میں ہے جس کے شور ابروئے پُر چین کا
دیکھ تجھ پلکاں کوں ہوا عاشق جان باز یوں — مرغ دل کے صید کوں چنگل ہے یہ شاہین کا

ولہٗ

نہ جانوں خط تیرا کس بے خطا پر | چلا ہے آج فوج شام لیکر
ولی تیرے لباں سوں اے تنگ طبع | چلا ہے لذت دشنام لیکر

ولہٗ

دلربائی میں ہے توں شہرۂ شہر | دل ہوائی نکر خدا سوں ڈر
عاشقاں سوں الگ ہو دلبر | آجدائی نکر خدا سوں ڈر

ولہٗ

جب سیں تیرے خیال نے دل میں گذر کیا | بے تاب جلوہ میری عجب وجد حال ہے
ہے راستی سوں قد کوں ترے رتبۂ بلند | جنت میں اس کے عشق سوں طوبی نہال ہے

ولہٗ

دل کوں تجھ باج بے قراری ہے | چشم کا کام اشک باری ہے
اے عزیزاں مجھے نہیں برداشت | تنگ دل کا فراق بھاری ہے

ولہٗ

آبرو کی کس سوں راکھوں جگ میں چشم طمع | ہر گھڑی کرتے ہیں رسوا دیدۂ پرخوں مجھے

ولہٗ

انکھیاں ہر صبح تجھ رخسار کا | ہے مطالع مطلع الانوار کا

ولہٗ

عاجزاں کے اوپر ستم مت کر | اس قدر سختی اے صنم مت کر

ولہٗ

جیب تنگ میں آسمان و زمیں جگ میں قرار | چوں پھول اس چمن میں جھکی سنا کرو

یک بات ہے کہ میری سجن کان وہر سنو میری انکھیاں کے باغ میں دائم رہا کرو
جن جن الفاظ پر نشان نو کا دیا گیا ہے وہ الفاظ اب اردو میں تو بالکل اس شکل وہیئت
اور تلفظ سے مستعمل نہیں ہیں - البتہ پنجابی میں ان کا استعمال مختلف طریق پر ہو رہا ہے
اور رفتہ رفتہ ان کی اصلاح ہوتی جاتی ہے - مثلاً سوں اور لگ کا لفظ شاذ ونادر ہی
اب بولا جاتا ہے - ان اشعار ولی سے یہ پتہ لگ جائے گا کہ موجودہ اردو دراصل ہندی
کی ایک لطیف اصلاحی صورت ہے - جس میں ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی اور عربی
الفاظ کی مناسب مناسب آمیزش کی گئی ہے - موجودہ روش اردو کے سامنے پورانی
اردو بالکل گری ہوئی معلوم ہوتی ہے - اور اس کا بہت سا حصہ پنجابی سے ملتا ہے - اس سے
یہ عقدہ بھی کھلا کہ اگر اردو کی موجودہ حالات کے مطابق اصلاح نہ ہوتی تو موجودہ اردو
پورانی اردو سے کچھ بہت ترقی نہ کر سکتی - جو لطافت اور جو وسعت اور خوب صورتی
اب اس میں پائی جاتی ہے وہ نہ ہوتی یا تو وہ خالص ہندی رہ کر لطف دیتی - اور
یا موجودہ حالت میں آکر خوب صورت خوش آیند معلوم ہوتی - اس مقابلہ سے یہ بات
کھل جاتی ہے کہ جس طرز پر اور جس وسعت سے اردو میں اب اصلاحیں ہو رہی ہیں -
اور وہ ترقی کر رہی ہے وہ ہی اس کی قسمت میں قدرت نے بھی ودیعت کر رکھی تھی

اب ہم دوسرا پہلو لیتے ہیں -
اردو کی چند ضرب الامثال نمونۃً دکھاتے ہیں کہ ان میں پنجابی کے مقابلہ میں کسقدر
فرق ہے -
(۱) آسمان کا تھوکا اپنے ہی منہ پر آتا ہے -
پنجابی میں ترجمہ - آسمان اوپر تھکیا اپنے مونہہ اوپر ہی آوندا ہے -

(۲) آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

ترجمہ۔ آسمان تھیں ڈگیا۔ کھجور وچہ اٹکیا۔

(۳) آسمان پھاٹے۔ تھگلی لگائے۔

ترجمہ۔ آسمان پاڑے ٹاکی لگائے۔ نوٹ (تھگلی بھی پنجابی میں آتا ہے)

(۴) آس بیگانی جو تکے وہ جیوت ہی مر جا۔

ترجمہ۔ آس بیگانی جو تکّے وہ جیوندا ہی مر جائے۔

(۵) آٹا نہیں تو دلیا جب بھی ہو جائے گا۔

ترجمہ۔ آٹا نہیں تے دلیا تد بھی ہو جائے گا۔

(۶) آپ سے گیا جگت سے گیا۔

ترجمہ۔ آپ تھوں گیا جگ تھوں گیا۔

(۷) دام کرے کام باندی کرے سلام۔

ترجمہ۔ دم کرے کم۔ باندی کرے سلام۔

(۸) بنیے کا بیٹا کچھ دیکھ کر ہی گرتا ہے۔

ترجمہ۔ بنیے وا بیٹا کجھ ویکھ کے ہی ڈگدا ہے۔

(۹) یا میرے مولا پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا۔

ترجمہ۔ یا میرے مولا پکائی سی کھیر ہو گیا دلیا۔

(۱۰) دیس چوری پردیس بھکیہ۔

ترجمہ۔ دیس چوری پردیس بھکیا۔

(۱۱) گورو گوڑ ہی رہا چیلہ شکر ہو گیا

ترجمہ گور گوڑ ہی رہیا چیلہ شکر ہوگیا۔

(۱۲) درزی کی سوئی کبھی ٹاٹ میں کبھی تاش میں۔

ترجمہ۔ درزی دی سوئی کدی ٹپڑ وچہ کدی تاش وچہ۔

(۱۳) بات منہ سے نکلی اور پرائی ہوئی۔

ترجمہ۔ بات منہ تھوں نکلی۔ پرائی ہوئی۔

ان اردو امثلہ سے عیاں ہے کہ اکثر حرف لفظی ایر پھیر ہے اگر ایک اردو مضمون کا ترجمہ پنجابی مروجہ میں کریں تو اردو کے الفاظ ذرا توڑنے مروڑنے پڑیں گے۔ بس۔

البتہ عربی۔ فارسی۔ انگریزی الفاظ جو مدتوں سے اردو میں استعمال ہو رہے ہیں وہ پنجابی میں انوکھے معلوم دیں گے۔ مگر یہ یاد رہے کہ پڑھے لکھے لوگ جو اس وقت پنجابی بولتے ہیں۔ اُسمیں اردو کی طرح عربی۔ فارسی۔ ہندی۔ انگریزی کے الفاظ لائے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ میں ان کا استعمال ہے۔

ملتانی اور سرحدی بول چال میں الفاظ فارسی اور عربی بکثرت ہیں۔ بچے اور عورتیں بھی بولتے ہیں۔ گو ان کا تلفظ ٹھیک نہ رہا ہو۔ مگر استعمال میں ضرور آتے ہیں۔

میرے خیال میں پنجابی زبان اس پر فخر کر سکتی ہے کہ اُس کا رشتہ اور الحاق بہ نسبت اور متفرق ہندی بولیوں کے اردو سے زیادہ ہے۔

پشتو۔ پہاڑی۔ گجراتی۔ کشمیری۔ مدراسی۔ مرہٹی۔ سندھی اور ہندی وغیرہ زبانوں کی نسبت پنجابی زبان کا رشتہ اردو سے زیادہ قریبی ہے۔ ایک ہندوستانی دہلی متھرا و لکھنوی۔ بریلوی۔ رام پوری۔ وغیرہ وغیرہ بمقابلہ ملک کی دوسری زبانوں کے پنجابی سہولت سے سمجھ سکتا ہے۔ دوسری زبانیں سمجھ دو ماہ میں اور پنجابی دو یوم میں

صرف ایک ہی گنجلک ہے۔ وہ نکلی تو رستہ صاف۔
گو اکثر ہندوستانی پنجابی بولنے کی مشق نہیں کرتے لیکن بہت لوگ سمجھ تو بآسانی سکتے ہیں۔ پنجاب میں رہنے والے ہندوستانیوں کے نوکر چاکر اکثر پنجابی ہی ہوتے ہیں۔ اُن سے ان کی روزمرہ بول چال پنجابی میں ہی ہوتی ہے۔
اور یہ ایک خاص بات ہے کہ جو ہندوستانی مرد یا عورتیں پنجابی زبان میں گفتگو کرتی ہیں وہ بہت میٹھی زبان ہوتی ہے۔ جیسے دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ
،، دو نَلی یا دوملی زبان ہمیشہ میٹھی ہو جاتی ہے۔
لیکن یہ صرف اُردو اور پنجابی میں ہی دیکھا اور سُنا جاتا ہے۔ دوسری ملکی زبانوں کا یہ حال نہیں۔ مثلاً اگر کوئی دہلوی۔ مدراسی یا کشمیری زبان اُردو الفاظ سے مخلوط کرکے بولے گا تو دونوں زبانوں کا لطف اُڑ جائے گا۔ خلاف اس کے جب ایک ہندوستانی اُردو الفاظ پنجابی الفاظ کے ساتھ ملا کر یا خالص پنجابی اپنے لہجہ میں بولے گا۔ تو اُس میں ایک لطف آئے گا۔
بعض پنجابی جملوں میں جو کرختگی پائی جاتی ہے۔ اور جو خشونت الفاظ میں ہوتی ہے۔ وہ جب ایک ہندوستانی کے مُنہ سے نکلتے ہیں تو اُن کی وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔
چونکہ یہ سماں یا یہ کیفیت زیادہ تر بولنے اور طاقت سے ہی وابستہ ہے۔ اس واسطے میں یہاں اُس کا خاکہ اُتار نہیں سکتا۔ لیکن ناظرین کسی موقعہ پر اس کا خود امتحان کر سکتے ہیں۔
جب پنجابی زبان اُردو زبان سے اس قدر قریب ہے تو پنجابیوں کا یہ حق تھا اور ہے کہ اُردو کی ترقی اور ہوا خواہی میں ہمیشہ مصروف رہیں۔ کیونکہ دراصل ہم اُردو کی ترقی میں کوشش نہیں کر رہے۔ بلکہ خود اپنی پنجابی زبان کی ترقی اور خوش آیند نشو و نما میں ساعی ہیں۔

جب ایک شخص۔
اہاں - کدی - ڈگیا - بولتا ہے تو کیا عیب ہے کہ وہ ان کا صحیح تلفظ کسی وقت اندھا
کبھی - گرا - بھی کر سکے - یہ ایک مزے کی بات ہے کہ
اُردو کے دوہے - ٹھمریاں - چھند - کبت ساکھیاں وغیرہ وغیرہ اکثر پنجابی کے تلفظ
سے بہت کچھ ملتی ہیں - البتہ الحاق بھی ثابت کر رہا ہے - کہ
پنجابی بہت کچھ اُردو سے ملحق ہے - اور اس کا منجنا آسان ہے - اور وہ کسی روز خالص
اُردو کا جامہ پہن کر رہے گی -
ہم خوش ہیں کہ بمقابلہ ہندوستان کے اور صوبوں کے باوجودیکہ پنجابیوں کے گھروں میں
رات دن اُٹھتے بیٹھتے - کھاتے - پیتے - ٹھیٹھ پنجابی ہی بولی جاتی ہے - پھر بھی اُردو پنجاب
میں اُردو کے وطن مالوفہ - دہلی - لکھنؤ - اور نواح دہلی و لکھنؤ کے مقابلے میں دوسرے
درجہ پر نشوونما پا رہی ہے - اور دن بدن پنجابی میں اُس کے الفاظ منتقل ہوتے جاتے ہیں
اور بعض پنجابی الفاظ جو ٹھیٹھ پنجابی ہیں اُردو میں پائے جاتے ہیں - مثلاً
بانہہ - کُہنی - بازو - دلدر - ڈنڈ - داغ بیل - مڑنا - مڑکر - اچنبھا - وغیرہ وغیرہ
بعض لوگ انہیں یا ایسے ہی دیگر الفاظ کو ٹھیٹھ پنجابی سمجھتے تھے - مگر اب وسعت عبور سے
ان کا اُردو ہونا قبول کیا جاتا ہے -

جو فرق اُردو اور بھاشا میں ہے - وہ اُردو اور پنجابی میں نہیں - بھاشا میں اکثر الفاظ
ٹھیٹھ ہندی یا سنسکرت کے ہیں - جب تک اُن کا ترجمہ نہ کیا جائے تب تک وہ سمجھ میں نہیں
آتے - خلاف اس کے اُردو کے الفاظ شاذ و نادر ہی کسی پنجابی کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں -
ایک جاہل سے جاہل پنجابی بھی اُردو الفاظ یا گفتگو کا مطلب نکال لیتا ہے - لیکن ایک

پڑھا لکھا بھی سوائے نوٹوں کے بھاشا کے الفاظ سے مطلب نہیں نکال سکتا۔
اگرچہ عالمانہ اُردو تحریریں کچھ دقت ڈالیں لیکن روزمرہ میں سوائے خاص محاورات کے عموماً کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پنجاب کے واسطے یہ بھی ایک فخر کی بات ہے کہ اُردو کی جنم بھومی دہلی صوبہ پنجاب میں ہی واقعہ ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

جوگرافیکل اعتبارات سے

(۱) پشاور ڈیرہ جات میں جب لوگ ہندی میں (جسے وہ ہندکو) کہتے ہیں۔ بات چیت کرتے ہیں تو وہ بولی اُردو نما ہی ہوتی ہے۔

(۲) ضلع میانوالی کے پہاڑی حصہ بھنگی خیل میں ہندی بولی اُردو کے لگ بھگ ہی ہے۔ ہزارہ میں بھی اُردو نما ہندی ہے۔

(۳) پنڈی۔ جہلم۔ گجرات۔ کیمل پور۔ شاہ پور میں فارسی الفاظ آمیز اپر پنجاب سے کسی قدر مغائر پنجابی ہے۔

(۴) گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ۔ گورداسپور۔ امرتسر۔ لاہور۔ فیروزپور۔ قصور میں ٹھیٹھ پنجابی ہے۔ جس میں بہت کچھ الفاظ اُردو یا اُردو کے قریب ہیں۔

(۵) جالندھر۔ ہوشیارپور۔ کپورتھلہ میں اضلاع نمبر ۴ کے مقابلہ میں کسی قدر اُردو زبان کی نمائش زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور لہجہ دونوں سے سننے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں اپر پنجاب کی پنجابی کسی قدر نرم ہو کر کچھ اور بننا چاہتی ہے۔

(۶) لودیانہ۔ انبالہ۔ پٹیالہ میں گویا نیم اُردو ہے۔

(۷) سرسہ۔ کرنال۔ حصار۔ رہتک۔ گوڑگانوں میں اُردو ہی ہے۔ لیکن ذرا کرخت

اور درشت۔

(۸) کانگڑہ۔شملہ میں پہاڑی ہے۔مگرچونکہ ان ضلعوں کے لوگ فوجی ملازمتوں یا دوسری ملازمتوں میں زیادہ ہوتے ہیں۔اس واسطے اُن میں بھی اُردو کی کھپت ہوتی جاتی ہے۔

(۹) سرگودھا۔ اور لائل پور بوجہ بھانت بھانت کی آبادی کے کسی روز ایسے ہی ہو جائیگا جیسے سرسہ ہے۔

(۱۰) منٹگمری جھنگ۔ملتان۔مظفرگڑھ کی بولی میں اپر پنجابی سے بھی فرق ہے۔ اور اُردو سے بھی کسی قدر فاصلہ پر مگر الفاظ فارسی اور عربی وہاں کی زبان میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔اس واسطے امید لگ رہی ہے کہ وہاں بھی اُردو کسی روز مضبوطی سے دخیل ہو جائے گی۔کیونکہ ان ضلعوں کی زبانوں میں مادہ قبولیت کا پہلے سے ہی موجود ہے۔

(۱۱) بہاول پور کی حالت عموماً ملتان اور مظفرگڑھ سے ملتی ہے۔جہاں اس ریاست کا کچھ علاقہ سندھ سے ملتا ہے۔وہاں البتہ اُردو سے ایک معقول فاصلہ ہے۔

گورنمنٹ انگریزی کی بدولت کوئٹہ بلوچستان میں بھی اُردو بڑھ رہی ہے۔ اور اکثر بولی جاتی ہے۔

پنجاب کے اس مختصر خاکہ سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اُردو کی کھپت اور رواج کس وسعت اور کس خوبصورتی سے ان اضلاع میں ہو رہا ہے اور ہو سکتا ہے۔

سرکار انگریزی کی بدولت جو گویا اُردو کی مربی ثانی ہے۔پنجاب میں عموماً سب سرکاری کاروبار اُردو میں ہی ہوتے ہیں۔اور لوگوں کی خط وکتابت بھی عموماً اُردو ہی میں ہے ابتدائی مدارس کی تعلیم اُردو نے اُردو کی ترقی میں ایک خاص حصہ لیا ہے۔مختلف اخبارات

اور مختلف رسائل کا پنجاب سے نکلنا اُردو کے واسطے ایک بڑی قیمتی فتوح اور کامیابی ہے - پنجاب
کی اکثر تصنیفات اور تالیفات نظم و نثر اُردو میں ہی ہوتی ہیں - پنجاب کی عدالتیں چونکہ اُردو
زبان رکھتی ہیں اس واسطے اس ذریعہ سے بھی اُردو پنجاب میں دن بدن ترقی کر رہی ہے -
پچھلے دنوں لاہور سے سول لسٹ بھی اُردو زبان میں نکلی تھی - اب نول کشور - لکھنؤ کے باہمت
مالک اور بہی خواہ اُردو نے ریلوے گائڈ بھی اُردو میں ہی نکالا ہے - ان علامات سے قیاس
کرنے کے وجوہ ہیں کہ کسی روز صوبہ پنجاب بھی اُردو گاہ ہو جائے گا -
اور بمقابلہ ہندوستان کے اور صوبوں کے پنجابی ہم اور پنجابی مساعی کا سوائے اُردو کے اصلی
اماکن اور قطعات کے نمبر بڑھ جائے گا -

چشم ما روشن دل ما شاد -

اُردو کی پنجاب میں اس سب ترقی کا سہرا -

(۱) سب سے اول گورنمنٹ انگلشیہ کے سر پر ہے - جس نے عدالتوں کی زبان اُردو رکھی ہے
(۲) بعد ازاں اخبارات اور رسائل اس کے مربی اور سرپرست ہیں -
(۳) پھر ہندو مسلمان مؤلف اور مصنف -
(۴) مشن والوں نے بھی اُردو کی ترقی میں خواہ مذہبی راہ سے ہی سہی بہت کچھ حصہ لیا ہے اور
اُردو ترقی زبان کے اعتبار سے اُن کے شکریہ سے بھی سبکدوش نہیں ہو سکتی -

نمونہ ہیر وارث شاہ

اخیر پر ہم ہیر وارث شاہ سے چند شعر نقل کرتے اور دکھاتے ہیں کہ یہ کتاب جو ٹھیٹھ پنجابی
میں لکھی گئی ہے اور جس میں تقریباً کل نواح پنجاب کے محاورات اور الفاظ لائے گئے ہیں وہ

بھی اُردو کے قریب واقعہ ہوئی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ اُردو ہے بلکہ یہ کہ اگر اُس کی بھی اُردو بنائی جائے تو ایک آسانی سے بنائی جاسکتی ہے۔ اس مقابلہ سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ پنجاب میں اُردو نہایت آسانی سے اپنی جگہ لے سکتی ہے۔ اور دن بدن خوش اسلوبی سے لے رہی ہے۔ وقت آنے والا ہے کہ پنجابی کی شکل ادل بدل اُردو کے قریب قریب ہو جائے گی یہ زیادہ تر تعلیم کے متعلق ہے۔ جس کی زمانہ امید دلا رہا ہے۔

(مقولہ وارث شاہ از ہیر رانجھا)

جدوں کرم اللہ دا کرے مدد بیڑا پار ہو جائے نمانیاں دا
لہنا قرض نہیں ہوے جا جھیئے کہیا تان ہے اساں نتانیاں دا

حکم نال جہاز سمندر پہردا او تھے کچھ نہ زور مہانیاں دا
اک جا گدے رہن محروم کموں ایہ کہیل ہے اُس دے بہانیاں دا

اک ستڑے وی جگا صاحب ضامن کہڑا اُتھی دے بہانیاں دا
کہیڑا ہیر نا گھر جا بیٹھا ہویا وارث حسن گمانیاں دا
جیندے ہونٹ نبات تے شکر پارے گلاں وچہ سواد کہانیاں دا
رانجہا چاک ہویا لکھ دوکھ جھاگے ہیر کینا سی چاک بنے آنیاں دا
وڈھی کھائیکے قاضی نکاح پڑھیا جدوں چلیا حکم ملوانیاں دا

میرے کرم سوڑے آن جاگے کہیت جمیاں بُجھیاں دانیاں دا
رانجہا ہو جوگی آیا وا ہو وا ہی شوق ہیر دا نام دیوانیاں دا
وارث شاہ میاں وڈا وینہ رانجہا سردار ہے سبہ سیانیاں دا

(دیگر)

(کلام بابل ناتھ جوگی بار رانجھا)

جوگی آکھدا اجی جاننا ہیں رہین ایس خیال تھوں بازمیاں
سر سختیاں نرمیاں جھلیاں نی نہیں وسناں ولیدا رازمیاں
اک جیوندی جان مرجاونا ہیں اتھے کم نہیں لاڈتے نازمیاں
سدا نفی دے راگ نوں گاوناں ہیں کرکے کرنگ قلبوت داسازمیاں
ذکر شغل تے فکر دے وچہ رہنا ہو ہو دانت آوازمیان
رنجھے اپنے آپ نوں گالناں ہیں نہیں کھیلنے چرغ تے بازمیاں
راہ جوگدا جانناں بہت مشکل رنگ رنگ دے سوز گدازمیاں
بحر فکر وچہ تُلہ توکلی دا وارث حرص دا رو ہر ڈھ جہان میاں

ان ابیات یا ان بندوں سے ظاہر ہوگا کہ ان میں کس قدر ایسے الفاظ لائے گئے ہیں جو اُردو میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اگر ان بندوں کا طرز تلفظ ذرا تبدیل کیا جائے۔ تو گو پوری فصیح تو نہیں لیکن معمولی اُردو تو بن جائے گی۔

پنجابیوں کا روزمرہ اگرچہ اُردو نہیں خاص اپنی طرز کا ہے۔ لیکن کسی قدر اصلاح اور مشق سے وہی طرز اُردو کی صورت میں آسکتا ہے۔ اور دن بدن آتا جاتا ہے۔

چونکہ وہی زبان ایک قوم کی ضروریات کی کفیل ہو سکتی ہے جو علمی ذخائر کی حامل ہو۔ اُردو میں اب یہ صفتیں اور وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس واسطے پنجابی زبان کا رشتہ اصلاحی اُس سے زیادہ تر موزون ہو سکتا اور اُس سے کام نکل سکتا ہے۔

ہم نے وَلی کے چند اشعار جو نقل کئے ہیں ان سے اگر ان ابیات وارث شاہی کا مقابلہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ بعض الفاظ کا طرز تلفظ دونوں میں یکساں ہے۔ یا قریب قریب اگر اسوقت وَلی کے زمانہ کی اُردو ہی ہوتی تو یہ کہنے کا موقعہ ہی نہ آتا کہ پنجابی اور اُردو دو ہیں۔ بادنیٰ

تاہم یہی کہنا پڑتا کہ دونوں ایک ہی ہیں اور ان میں ایک معمولی فرق ہے -
جو صورتیں تلفظ اور طرز بیان کی اصلاح پا گئی ہیں اُن کا نام اُردو ہے - اور جو صورتیں تلفظ
اور طرز کلام کی اصلاح طلب ہیں وہ پنجابی ہیں - جوں جوں مشق بڑھتی جائے گی - دون
دون پنجابی اُردو لباس میں آتی جائے گی - اور اس صورت میں سارے ہندوستان
کی ایک زبان ہو جائے گی -

تعریف ضرب المثل یا کہاوت

ضرب المثل کی تعریف میں بھی اُسی طرح اختلافات پائے جاتے ہیں جیسے شعر کی تعریف
میں ہر ملک اور ہر قوم میں کہاوت کی گو ایک ہی طرز اور ایک ہی مفہوم میں تعریف نہیں
کی جاتی - لیکن پھر بھی ان سب تعریفات میں ایک قسم کی مناسبت ہے - جو جزوی اختلاف
پایا جاتا ہے - وہ تو اردِ تعریف میں چنداں فرق نہیں لاتا -

ضرب المثل کیا ہے -

مختلف مذاق کے آدمیوں کے مختلف قسم کے تجربوں - مشاہدوں - نظائر آپ بیتیوں -
واقعات اور مسلّمہ قیاسات کا نچوڑ اور غیر معمولی خلاصہ یا نتیجہ -

ایسا خلاصہ اور ایسا نچوڑ کہ اُس سے اصل واقعہ اور اصل نظیر یا قیاس اور تجربہ کی ایسی واضح
تفصیل ہو سکے کہ وہ بجائے خود ایک شرح خیال کیجائے - جیسے ایک رَتب عصارہ یا ست کی
اصلی کیفیت بوقت انحلال کھل جاتی ہے - ایسی ضرب المثل اپنے جمیع اجزاء اور تفصیل
پر خلاصتہً حاوی ہوتی ہے -

جس طرح ایک سمجھوتہ یا اشارہ منوی سے مشارٌ الیہ کل کیفیات پر حاوی ہو جاتا ہے اسی طرح

ایک کہاوت واقعہ گزشتہ کی کل کیفیت کی محتوی ہوتی ہے۔

جس طرح شارٹ ہینڈ سے طویل عبارتیں اور مبسوط تقریریں ایک غیر معمولی اختصار میں لائی جاتی ہیں۔ اسی طرح کہاوت سے چند تفصیلات کا ایک موثر اور منضبط خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس تعریف کے سوا ہم اور بھی چند تعریفیں چند مشاہیر دہر کی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ چونکہ ضرب المثلیں یا کہاوتیں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کی آب وہوا اور سرزمین میں نشوونما پاتی ہیں۔ اور مختلف تجربوں اور مشاہدوں یا قیاسات اور حادثات کا اثر اور نچوڑ ہوتی ہیں اس واسطے تعریفیں بھی مختلف ہیں عرب والے اس کی تعریف یہ کرتے ہیں۔

"ضرب المثل استعارہ[1] کی ایک قسم ہے اس میں مشبہ بہ کا ذکر کرکے مشبہ مراد لیتے ہیں۔

بعض نے یہ تعریف کی ہے۔

امثال کی عجیب تحریک اذہان میں اور غریب تاثیر نفوس میں پیدا ہوتی ہے۔

حکیم ارسطو کہتا ہے۔

"قدیمی فلسفے کے یہ بچے کھچے سچے اور مختصر ٹکڑے ہیں۔

اگری کولاڈ کہتا ہے۔

"وہ مختصر کلمات ہیں کہ جن میں متقدمین نے اپنی زندگی کا خلاصہ سمیٹ کر رکھا ہے۔

ارسی مس کے خیال میں

وہ مشہور کثیر الاستعمال بیانات ہیں۔ جو کچھ غیر معمولی طور پر وضع ہوئے ہیں۔

---

[1] میری رائے میں مثل یا کہاوت استعارہ کی قسم سے نہیں ہے۔ کیونکہ استعارہ کی یہ تعریف ہے۔ کہ حقیقت سے بر سبیل عاریت کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں استعمال بہ جہت مشابہت کے جو ان دونوں شبہوں میں پائی جاتی ہے۔

مثل یا کہاوت میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس میں ایک حقیقت بجائے خود بیان کی جاتی ہے۔

سر ڈینس کہتا ہے۔

مثل وہ ہے۔

جو طویل تجربہ سے مختصر کلام بنایا گیا ہو۔

جانسٹن کی رائے میں

وہ کلام مختصر جس کو اکثر عوام بار بار استعمال کریں ضرب المثل ہے۔

ہوئل

مثل وہ ہے جو نمک کی طرح دل پر تاثیر کرے۔

لارڈ بیکن

مثل قوم کی فراست ظرافت۔ ذہانت کی جان ہے۔

ارسل رسل کا یہ قیاس ہے۔

مثل ایک کی ذکاوت اور بہتوں کی فراست ہے۔

ہربرٹ

عقل مندوں کی برچھیاں یا بھالے۔

آئی ڈسرلی

عقل کے ریزے۔

ملر

بہت سے مضمونوں کا چند لفظوں میں ست نکالا ہوا۔

ٹینی سن

پانچ پانچ لفظ کے جواہرات جو زمانہ نے ہر عہد کے انگشت سبابہ پر مزین کئے ہیں۔

ابن رشد

چند تجربوں چند مشاہدات کا یقینی خلاصہ۔

بو علی

ایسے علمی اصول جو بہت سے لوگوں کے تجربہ میں آکر زبان زد خلائق ہو چکے ہوں۔

علامہ تفتازانی

مشاہدوں اور تجربوں کی صحیح کلیہ۔

علامہ طوسی

عملیات کا اخلاقی۔ تمدنی۔ جہت سے باعتبار معاشرت و معاد صحیح نتیجہ۔

علامہ قرشی

جو موزوں غیر موزوں نقرہ دل پر فوری اثر کرے اور اُس کے ساتھ ایک گزشتہ واقعہ کا خیال آئے وہ ایک ضرب المثل ہے۔

علامہ شہرستانی

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے حتی الامکان اُس کے صحیح نتیجہ پر استدلال کرنا ضرب المثل ہے۔

فارابی

امر جزی سے جزی کی تصدیق کا نام ضرب المثل ہے۔

اسی قسم سے اور بھی تعریفات ہیں اگر ان سب کو ملا کر دیکھا جاوے تو ان میں مناسبت پائی جائیگی صرف الفاظ کا ایر پھیر ہے ورنہ نتیجہ ایک ہی ہے۔

ہم نے سب سے پہلی جو تعریف کی ہے وہ قریباً ان سب تعریفوں پر حاوی ہے۔ اور اُس کے مفہوم اور الفاظ ان سب جداگانہ تعریفوں کے مفہوم اور الفاظ کے حامل ہیں۔

ایسی تعریفوں میں بعض محض تعریفیں نہیں ہیں بلکہ وہ کہاوت کی تفسیریں ہیں لارڈ بیکین کی
تعریف دراصل تعریف نہیں ہے۔ بلکہ مثل کی ایک تفسیر ہے۔ بے شک تفسیر میں تعریف
ضمناً آجاتی ہے۔ مگر پھر بھی تعریف ایسے الفاظ میں ہونی چاہئیے جو تفسیر کا پہلو نہ لیتی ہو۔

وجہ تسمیہ کہاوت

عام خیال یہ ہے کہ ہر شئے اور ہر چیز کی کوئی نہ کوئی وجہ تسمیہ ضرور ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے
یہ بھی کہا ہے کہ بعض اشیاء کی وجہ تسمیہ یا تو ہوتی ہی نہیں اور یا غلط بنیاد پر ہوتی ہے۔
ممکن ہے کہ بعض وجوہ تسمیہ میں غلطیاں ہوں۔ کیونکہ وجہ تسمیہ اُس وقت تک صحت سے نہیں
معلوم ہو سکتی۔ جب تک شئے موسومہ کی حقیقت اور کم سے کم کیفیت کا محققانہ علم نہ ہو۔ اور
یہ ظاہر ہے کہ اکثر اشیاء کا تسمیہ محض چند عوارض کے تابع ہوتا ہے۔ واقعی کیفیت یا حقیقت
سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

وجوہ تسمیہ کا معلوم کرنا بھی کسی قدر مشکل ہے۔ یہ بھی چند ضابطوں کے ماتحت ہے۔ جسے کوئی
کوئی ہی جانتا ہے۔ کوئی ایسا مستقل ضابطہ اب تک نظر سے نہیں گزرا۔ جس میں وجوہ تسمیہ
کے دریافت کرنے کے عام قاعدے بیان کئے گئے ہوں جہاں کسی شئے کی وجہ تسمیہ پر بحث
کی گئی ہے۔ وہاں اُس کے ضمن میں جستہ جستہ چند ضابطے بھی بیان کئے گئے ہیں جو ایک
کلی ضابطہ کا حکم نہیں رکھتے کیونکہ اُن میں باعتبار اصول عامہ بحث نہیں ہوتی۔ میرے خیال
میں کہاوت کہنا کا حاصل مصدر ہے۔ ایسا حاصل مصدر جو باعتبار اپنے معانی اور مفہوم
کے مفعولی صورت میں واقع ہوا ہے۔ جس کے معنی کہا گیا۔ گفتہ شد اور مقولہ کے ہو سکتے
ہیں۔ چونکہ ایک کہاوت میں اُن تجربوں۔ مشاہدوں۔ نظائر۔ قیاسات اور خیالات کا

خلاصۃً اعادہ کیا جاتا ہے۔ کہ جو پہلے عمل میں آچکے ہوتے ہیں۔ اور جن کی بابت بہت کچھ کہا سنا گیا ہوتا ہے۔ اس واسطے اُسے کہاوت کہا جاتا ہے۔ جب ایک شخص کہاوت کہتا یا سناتا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ

" ایسے افعال کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

" ایسے اقوال کا یہ اثر پڑتا ہے۔

" ایسے میل وجول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

" ایسے کاموں کا یہ اخیر ہوتا ہے۔

" ایسے اختلاط اور ویسے ارتکاب یا اقدام کا ایسا حشر ہوتا ہے۔

کہنے والا عموماً اُن کیفیات اور اُن آثار کا اعادہ کرتا ہے جو پہلے واقعہ ہو کر باعتبار نتائج کے معرض بحث میں آچکے ہوتے ہیں۔ اور جن کی نظیریں صفحہ دنیا پر کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہوتے ہیں۔

ضرب المثل کے معنی مثال مارنے یعنی مثال دینے کے ہیں۔ جس کا مفہوم قریباً وہی ہے۔ جو کہاوت کی وجہ تسمیہ میں بیان کیا گیا ہے۔

امثال باعتبار زمانہ

کہاوت کا زمانہ وہی زمانہ سمجھنا چاہیئے جو انسانی ہستی کا زمانہ ہے۔ کیونکہ انسانی ہستی کے ساتھ ہی تمام قسم کے واقعات اور کیفیات کا شروع ہونا یقینی ہے۔ جس طرح بعض کا یہ مذہب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی شعر کا چرچا شروع ہوا ہے اسی طرح یہ بھی کہا جائے گا کہ کہاوت بھی حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے

ہی وجود اور گنتی شمار میں آئی ہے۔ انسان طبعاً بعض صورتوں میں اختصار۔ ایجاز اور تلخیص کا مشتاق اور دلدادہ ہے۔ شروع شروع میں اکثر استعمالی صورتیں مختصر تھیں۔ کیونکہ جب تک ایک وسعت کے ساتھ نوشت وخواند اور انضباط واقعات کا سلیم طریقہ جاری نہیں ہوا تھا۔ تب تک ہر ایک ضرورت میں اختصار سے ہی کام لیا جاتا رہا ہے۔

سکّہ کی بجائے پتھر۔ چمڑہ۔ اور جنس تھی۔ شمار روڑوں۔ کنکریوں پر کیا جاتا تھا۔ تحریر کی بجائے اشاروں اور تصاویر یا نقوش سے کام لیا کرتے تھے۔ ہندسوں کا شمار باضابطہ اور موجودہ طریق سے نہ تھا۔ صرف ایک من بھاتا سمجھوتہ ہر کوئی کر لیتا تھا۔ نہ یہ سیاق تھا اور نہ یہ سباق۔ نہ یہ مساحت تھی اور نہ یہ اقلیدس۔ سیدھی سادھی گزران تھی۔ نہ کوئی اخلاقی مجموعہ تھا اور نہ کوئی سوشل ضابطہ۔ جو دستور ایک گھرانہ میں مرعی اور مروج تھا۔ وہی کل جماعت کا معمول تھا۔ زندگی سادہ تھی۔ اور رشتہ معاشرت بے گنجلک۔ نہ تمدن کی بیچ تھی نہ سوسائٹی کی بندھن۔ نہ منطق تھی اور نہ فلسفہ۔ نہ چنداں مذہبی اولجھن اور نہ مشربی تکلیفیں۔ تہذیب وحشت۔ جہالت اور لیاقت کا ایک ہی نرخ تھا۔ خوشی اور غم کا ایک ہی وزن تھا۔ نہ داستانیں تھیں اور نہ تذکرے۔ نہ کتابیں تھیں اور نہ رسالے جو کچھ سرمایہ تھا وہ گنجینہ دل ہی میں تھا۔ صرف زبان جس کی کلید تھی۔ دماغ اور دل ہی کتب خانہ تھا۔ اور قوت حافظہ لائبریری۔ نہ کاغذ تھا اور نہ قلم۔ نہ دوات تھی نہ مسطر تھا۔ نہ روزنامچہ نہ ڈائری۔

اس بے سرو سامانی یا آزادی میں صرف دل و دماغ اور حافظے سے ہی کام لیا

جاتا تھا۔ یا دل میں تھا اور یا انگلیوں کے پوروں پر بڑے بڑے واقعات کا اظہار اختصاراً کیا جاتا تھا۔ بڑی بڑی تفصیلیں خلاصۃً بیان کی جاتی تھیں۔ معما بازی تو نہیں تھی لیکن اشاروں سے کام لیا جاتا تھا۔ ایک ہی ہوک سے ساری بستی اکٹھی ہو جاتی تھی اور ایک ہی آواز سانحہ پیش آمدہ کی کیفیت دور دور تک واضح کر دیتی تھی۔ بابل کی تصویریں مصر کے نقوش اپنی ایک ایک لکیر اور ایک ایک خط میں صدہا تفصیلیں رکھتے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ تلخیص مطالب پیش آمدہ لازمی طور پر ملحوظ رکھی جائے۔

اس کے واسطے دو ہی قاعدے تھے یا تو انھیں تحریر میں لایا جائے اور یا زبانی یاد رکھا جائے۔ اتنے طومار کون یاد رکھے۔ اور پھر بات بات پر اخلاقی تنبیہی رنگ میں جن کا دہرانا ہو وہ کس طرح ہُوبہو یاد رہ سکتے تھے۔ واقعات اور حادثات پیش آمدہ کی حسب ضرورت تلخیص کی جاتی رہی۔ اور فقرات ملخصہ وقتاً فوقتاً جماعتوں میں زبان زد عام ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ انہیں تمدنی اخلاقی ضرورتوں کی جہت سے ہر ایک نے یاد کرنا اور وقت پر اُن کا اعادہ ضروری سمجھا۔

اس واسطے ایسے فقرات ملخصہ کا نام عربی میں ضرب المثل رکھا گیا۔ زدن مثل یعنی مثل کا برموقعہ بیان کرنا اور ایک موجز فقرہ میں اُن تفصیلات کا یاد دلانا جو اصلی رنگ میں پیشتر سے گزر چکی ہیں۔ اور جن کے نتائج عام طور پر نکل چکے ہیں۔

مجموعی استناد امثال

ہم اس بات کے معترف ہیں کہ

"ہمارے موجودہ معلومات کا ذخیرہ بہت کچھ نیچرل ہے۔

"ہماری طبیعتوں میں اُس کا سامان یا مواد پایا جاتا ہے۔
"طبعی مواد بیرونی مواد کی کشش کرتا اور ایک تیسری صورت پیدا کرکے دکھاتا ہے۔
"جو کچھ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور جو کچھ ہم موجودہ وقت میں بذریعہ خاص اجتہادات اور مشاہدات کے اضافہ دکھلا رہے ہیں۔ اس کی بنیاد اسباب کے اعتبار سے ابتدائی ہے۔
"تنقیدی اعتبارات سے ہم اُس مواد قدرت میں ترقی کر رہے ہیں۔ جو قدرت نے ہمیں ابتدا سے بخش رکھا ہے۔ ہمارے واسطے ایک صورت نئی ترکیب پاکر نئی ہے قدرت کے مقابلہ میں نئی نہیں ہے۔ زمانہ میں کوئی ایسی صداقت نہیں پائی جاتی۔ جو سلسلۂ قدرت میں باعتبار کلی ہستی کے نئی ہو۔ قدرتی سلسلہ میں اُس کا حدوث اپنے نمبر پر پہلے سے ہو چکا ہے۔ اپنے وقت پر ہم نے اُس کا پتہ لگایا۔ اور اُس کے عجائبات سے موجودات آگاہ ہوتی گئی ہے۔
راستی۔ اور سچ ہمیشہ سے راستی اور سچ ہے۔ ہر زمانہ میں اس کا نام صداقت ہی رہا ہے۔ بعض صداقتوں کا علم ہمیں پہلے ہو چکا ہے اور بعض کا پیچھے ہوا ہے۔ اور بعض کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ جو شے یا جو واقعہ باطل ہے وہ شروع سے ہی باطل ہے گو بہت سے لوگ اُس کے ماننے والے اور پرستار رہے ہوں۔
جب مخلوق توحید پرست نہ تھی اُس وقت بھی خدا واحد ہی تھا۔ اُس کی وحدت میں کوئی شک اور کوئی شبہ نہیں تھا۔ توحید پرستی کے بعد بھی وہ بدستور واحد ہے شپرک اگرچہ آفتاب سے گھبراتی ہے۔ لیکن اُس کے تکدر اور گھبرانے سے جرم آفتاب میں کوئی نقص یا کوئی شبہ ناشی نہیں ہو سکتا۔

صحیح امثال کی صداقت اور کلیت جو زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھی وہی اب بھی ہے سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مخلوق اُن کی گرویدہ تھی۔ اور اب بھی اُن میں کشش اور جذب موجود ہے۔

گو ہمارے پاس مکمل طور پر امثال کی بابت تاریخی رنگ میں کوئی سند نہ ہو مگر ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کے مجموعہ امثال سے یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ ایک دور دراز زمانہ سے امثال کا وجود پایا جاتا ہے۔ اور اس سے ہم دنیا کی مذہبی عمر کے اعتبار سے یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ساتھ ہی ساتھ یہ سامان بھی چلا آیا ہے۔ اور لوگ اس سے مستفید ہوتے آئے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مجموعہ امثال عہد عتیق مجموعہ توریت میں شامل ہے۔ مجموعہ توریت کے ساتھ ان کا ترجمہ تقریباً سب مشہور زبانوں میں ہو چکا ہے۔ سلیمانی مجموعہ امثال اپنی جامعیت۔ سلاست۔ عمدگی۔ متانت اور حکمت کی وجہ سے گویا ساری دنیا کے مجموعہ امثال میں سے قابل وقعت اور قابل احترام اور ایک مقدس وصحیح النتائج مجموعہ امثال ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ذاتی تقدس اور روشن ضمیری سے اس خوبی اور اس خوش اسلوبی سے امثال کی ترتیب دی ہے۔ کہ

" مصداق جو بات دل سے نکلتی ہے دل پر ہی زد کرتی ہے۔ پڑھنے سے دل اکتاتا نہیں یہی آرزو رہتی ہے کہ یہ مجموعہ کبھی ختم نہ ہو۔ چونکہ ہمارے خیال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سوا اور کوئی ایسا مثل گو۔ پُر گو۔ نغز گو نہیں۔ اس واسطے ہم یہ قیاس کرنے کے مجاز ہیں کہ

" سب سے پہلا شخص دنیا میں امثال کی علمی اور اخلاقی رنگ میں ترتیب دینے والا حضرت سلیمان علیہ السلام ہی تھا۔

اور اس تقدس مآب کے مجموعہ امثال سے کل دنیا کی ضرب المثلیں جو صحیح معانی میں صحیح ضرب المثلیں ہیں۔ اخلاقی اور تجربی معلومات میں بہ حیثیت ضرب المثل ہونے کے فخر کرسکتی ہیں"

اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امثالی ذخیرہ کی سند ایک واجب الاحترام اور اولے العزم نبی تک پہنچتی ہے۔

وضع امثال

یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ضرب المثلیں یا کہاوتیں کیونکر اور کس ضرورت سے وضع کیجاتی ہیں کیونکہ اقوال۔ اشعار کی تدوین تو عموماً ادبی یا لٹریچری اغراض کے تابع ہوتی رہتی ہے۔ یا ایسے امور کے جو ادبی اور معاشرتی یا معادی اغراض کے ماتحت ہیں۔ اس سوال کا جواب بھی وہی ہے جو دیگر علوم اور فنون کی بابت دیا جاتا ہے۔

اس سوال کی دو شقیں ہیں۔

شق اول۔ طریق وضع۔

ضرب الامثال کے لئے کوئی وزن یا بحر نہیں ہے کہ اس کے مطابق اُن کی تدوین اور ترتیب عمل میں آئے۔ اور نہ اِن کے واسطے کوئی ایسا اصول مقررہ ہے۔ کہ اُس کی پابندی سے ان کی تالیف ہوتی رہے۔ نہ ان کے لئے کوئی خاص جماعت مقرر ہے۔ جیسے کہ قانونی جماعتیں ہوتی ہیں یا فلسفی گروہ۔ جسطرح عام واقعات ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے واضعین بھی عام ہوتے ہیں۔ یہ کوئی خصوصیت نہیں کہ ایک فلاسفر یا کوئی خاص مصنف

اور مؤلف ہی ان کی تدوین کرے۔ صرف ایک ایسا شخص ہونا چاہئیے جو عقل عام اور فہم عام سے چند واقعات کے نتائج کا اخذ کرکے اُن کے استدلالی آثار کی تنقید کرسکے اور اس تنقید سے کلیہ بنالے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے باقاعدہ بنانے والے دنیا میں نہ پائے جاتے ہوں۔ پائے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ انہیں کی طبائع نے ان کا بہت سا حصہ وضع کیا ہو۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ عام لوگوں نے بھی اِن استدلالی نتیجوں کے استخراج میں حصہ لیا ہے۔

شق دوم۔ استعمال۔

علمائے یوروپ میں سے لارڈ چسٹر فیلڈ کا قول ہے کہ

شرفاء کی جماعتوں میں ضرب الامثال کا بہت کم شہرہ ہے اور استعمال بھی کم ہے۔ یہ کسی حد تک درست بھی ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہ خواص میں سے اس کے مؤلف یا واضع بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ضرب الامثال کی توضیع میں صرف چند واقعات کا تجربوں کی بنیاد پر جمع کرنا اور ان سے ایک استدلالی نتیجہ نکالنا مشکل ہے۔ اس مشکل پر شاعروں فلاسفروں کے علاوہ دیگر عام طبیعتیں بھی بسہولت سے کامیاب ہوسکتی ہیں۔ واقعات کو ہر ایک شخص اپنے پرائے کی ذات پر وارد ہوتے دیکھتا ہے۔ اور اُن کے نتائج سے بھی واقفیت حاصل کرتا ہے۔ ایسی حالت میں عوام میں سے اکثر ایسی طبیعتیں اور ذہن نکل سکتے ہیں کہ جو اپنے مذاق کے مطابق استدلالی نتیجہ بھی اختصاری صورت میں مرتب کرسکیں۔ ایک ہی واقعہ جب دو شخصوں خاص اور عام کے سامنے واقعہ ہوتا ہے تو دونوں اپنی اپنی طبیعت اور مذاق کے مطابق اُس کا عکس لیتے ہیں۔ ایک خاص طبیعت ایک واقعہ کے وقوع سے علمی رنگ میں ذیل کی باتوں کا نوٹس لیتی ہے۔

" اس کے اسباب اور علل کیا ہیں۔

" اس میں علت کیا ہے۔ اور معلول کیا ہے۔

" اس کے وقوع سے کیا علمی اصول قائم ہو سکتا ہے۔

" معاشرت اور معاد پر اس کا اثر کیا ہے۔

" عامہ خلائق اس سے کیا کچھ استدلال کر سکتی ہے۔

خلاف اس کے ایک عام طبیعت صرف یہ دیکھتی ہے۔

" کیا ہوا اور اس سے کیا کچھ نتیجہ نکلا۔

بس اسی پر کفایت کر کے ایک عام طبیعت ایک عام قاعدہ وضع کر دیتی ہے۔ بہ مصداق

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

عام کے سمجھانے اور برسر راہ لانے کے لئے یہی طرز درست اور موزون تھا۔ اور اسی میں عام تعلیم ہو سکتی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ خاص طبائع نے ایسی تالیفات سے بزنگ ضرب الامثال ایک سہولت اور عمومیت اختیار کر کے عام فہم مضمون کا رنگ اختیار کر لیا۔ عام لوگ فلسفہ سے واقف ہیں لیکن ضرب المثلوں کے رنگ اور پیرایہ میں فلسفہ کے اعلیٰ منطقی مضامین سے واقف ہوتے ہیں یا۔ فہو المطلوب۔

موضوع امثال

موضوع سے مراد وہ مقصود ہے۔ جس کی نسبت کسی علم یا کسی فن میں بحث کی جائے ہر فن اور ہر علم یا شاخ فن اور شاخ علم کا کوئی نہ کوئی موضوع ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ ہر فن یا ہر علم کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے یا ہونا چاہئے۔

ضرب المثلوں کو نام علم رکھو۔ یا شاخ علم دونوں صورتوں میں لابدی اور لازمی ہے کہ کوئی ان کا مقصد بھی ہو کیونکہ بغیر مقصد کے کوئی علم یا نتیجہ علم نہیں ہو سکتا۔ ضرب المثل کا مقصد بالفاظ دیگر

موضوع حسب ذیل ہو سکتا ہے۔

(الف) مختلف مقدمات کے نتیجوں پر بحث کرنا۔

(ب) مختلف واقعات پر باعتبار آثار نتائج کے روشنی ڈالنا۔

(ج) مختلف تجربوں کا بطور ایک کلیہ کے بیان کرنا۔

(د) اُن نسبتوں کا دکھانا جو مختلف افعال اور خیالات کے باہمی تبادلہ اور عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔

(ھ) بالاختصار آثار واقعات متضادہ اور کیفیات حادثات متقاربہ کا اظہار۔

(و) ایک امر خبریات سے جزی پر حکم کرنا۔

جو ضرب المثل صحیح معنوں میں ضرب المثل ہے اور جس میں التباس نہیں ہے۔ اُس سے یہی موضوع نکلے گا۔ اور اُس میں انہیں امور کی بحث ہو گی۔ اقوال۔ تماثیل نظایر اور اشعار میں بھی اس قسم کے واقعات پر بحث ہوتی ہے۔ لیکن ضرب الامثال میں بالخصوص یہ بحث کی جاتی ہے۔ یہاں چند ایسی مثالیں دیجاتی ہیں۔ جن سے اس بحث پر روشنی پڑے گی۔

(۱) کھیر دا سڑیا چھاہ پھوک پھوک پیندا ہے۔

یعنی دود کا جلا چھاچھ بھی سرد کرکے پیتا ہے۔

(۲) جیں دل بھاری وارہ اُسے دا۔

یعنی دانے بھنانے کے واسطے کسی کا کوئی خاص حق نہیں ہے بھوننے والی جس کے پہلے بھون دے یا بھونتا چاہے اُسی کی باری پہلے ہوگی۔

(۳) ہتیں دندی بنہاں کوں کُڑھی وہندی آپ

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ؎

(۴) ہٹی اُتے بہن نہ دیوے اُڑدا اُڑدا تول۔

دُکان دار دُکان پر تو بیٹھنے نہ دے اور گاہک یہ کہے کہ ذرا زیادہ تولنا۔

(۵) گرو جنہاندے ٹپنے چیلے جان چھڑپ

جن کے اُستاد بجائے خود چالاک اور دم باز ہوں اُن کے شاگردوں یا مریدوں کا کیا ٹھکانا۔ خدا کی پناہ۔

(۶) کھٹو آوے ڈردا۔ منکھٹو آوے لڑدا۔

کمائی کرنیوالا تو تحمل سے آتا ہے اور آوارہ گرد سُست فوں فوں شوں شاں کرتے آتا اور خواہ مخواہ لڑتا ہے۔

(۷) گھر نہ لبھن ٹاٹیاں باہروں چمن دی بو۔

گھر میں تو چھوٹی مچھلیاں بھی نہیں اور لاف و گزاف یہ کہ ہم بغیر گل و گلزار کے رہ ہی نہیں سکتے۔

ان تمام ضرب الامثال سے بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کہ جو مواد موضوع میں لازمی قرار دیئے گئے ہیں اُن سب کی بحث بہ رنگ جداگانہ کیگئی ہے۔ اور نہایت خوش اسلوبی سے مختلف واقعات کا بصورت اثبات اور تضاد نتیجہ استدلالی نکالا گیا ہے۔ ایسی جامعیت اور متانت سے کہ سننے والا نتی ہی تمام واقعہ تصور میں لاکر فوراً نتیجہ پر جا پہنچتا ہے۔ اور اس کے نقش دل ہو جاتا ہے۔ کہ ایک دعوے کے لئے سابقہ دعال علی دلائل کی کہاں تک ضرورت ہے۔

ارکان امثال

جس طرح شعر کے ارکان ردیف اور قافیہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس طرح امثال میں: پابندیاں

نہیں ہیں۔ گو بعض امثال مقفیٰ بھی ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ ردیف بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن بالالتزام اسکی پابندی نہیں رکھی گئی۔ چونکہ انسان کی طبیعت میں فطرتاً موزون پسندی کا مادہ یا چسکا رکھا گیا ہے۔ اس واسطے ضرب الامثال میں بھی کچھ نہ کچھ اس کا التزام رہتا ہی ہے۔
باعتبار ارکان کے ضرب المثلیں عموماً حسب ذیل ہوتی ہیں۔

(۱) یک فردہ۔

(۲) دو فردہ۔

سہ فردہ کوئی ہی ضرب المثل ہوتی ہے۔ یک فردہ ضرب المثلیں عموماً ہیں۔
یک فردہ کے دو حصے ہوتے ہیں۔
پہلے حصے کا نام واقعہ موجزہ اور دوسرے حصہ کا نام اُس واقعہ موجزہ کا استدلالی نتیجہ ہے۔ یا یوں کہیئے کہ پہلا جزو بطور مبتدا کے واقعہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا خبر۔
دو فردہ ضرب المثل میں بھی پہلا فرد واقعہ موجزہ اور دوسرا فرد اُس کا نتیجہ یا اُس کی جز۔ مثلاً پنجابی میں۔

" انھے اگے رووناں اکھیاں دا زیان۔

" آپ پئے تے گھوڑا گھتے۔

" آپ پاولی ستید نوکر۔

ان ہر سہ ضرب المثلوں میں پہلا جزو ایک واقعہ کا بطریق ایجاز بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں اُس کا استدلالی نتیجہ۔
پہلی مثل میں یہ کہا گیا ہے کہ اندھے کے آگے رونا بصارت کا کھونا ہے۔ کیونکہ اندھا تو دیکھ ہی نہیں سکتا۔

دوسری میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ
ایک شخص خود تو گدائی سے گذراوقات کرتا ہے۔ اور اس پر گھوڑا خریدنا چاہتا ہے گویا اپنی بضاعت سے بڑھ کر قدم مارتا ہے۔
تیسری میں یہ دکھایا گیا ہے کہ
خود تو کم حیثیت کا ہے اور ایک بڑی حیثیت والے سے بطور ایک خادم کے کام لینا چاہتا ہے۔ یہ بھی دوسری مثل کے رنگ میں ہے۔
جب تک پہلا جزو دوسرے سے اور دوسرے سے اول شامل کرکے معنے نہ کئے جائیں تب تک مطلب نہیں نکلتا۔ گویا ہر دو جزو لازم ملزوم ہیں۔
رکن اول ہمیشہ موجبہ ہوتا ہے۔ اور رکن دویم کبھی موجبہ اور کبھی سالبہ۔ مثلاً
ماڑے جٹ کٹورا لبھا پانی پی پی آپھریا۔[۱]
اس میں رکن دویم موجبہ واقعہ ہوا ہے۔
منڈیاں نال یارانہ ناں عصمت بی بی۔[۲]
اس میں رکن دویم سالبہ ہے۔ مطلب یہ کہ اجلاف لڑکوں کے ساتھ صحبت رکھنا اور دعویٰ عصمت خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ ہے۔

---

[۱] غریب جٹ کو کہیں سے کٹورا یا گلاس ملا۔ وہ شوق سے بار بار اُس میں پانی پیتا رہا یہاں تک کہ پانی سے پیٹ پھول گیا۔ ۱۲

[۲] لڑکوں سے دوستی اور نام عصمت بی بی۔ پنجابی محاورہ میں منڈیوں یعنے لڑکوں کی دوستی برے مفہوم میں لی جاتی ہے۔ ۱۲

ماخذ امثال

مجموعی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ

"امثال کے ماخذ بھی وہی ہیں جو اشعار، اقوال، تماثیل اور نظائر کے ہیں۔ لیکن چونکہ ہر ایک شعبہ کے ماخذوں میں باعتبار اغراض شعبہ کے فرق ہونا ضروری ہے۔ اس واسطے امثالی ماخذوں کی کیفیت میں بھی بمقابلہ دوسرے شعبوں کے ماخذوں کے فرق ہے۔

جس قدر ایک شاعر کے واسطے میدان وسیع اور مشق بالوسعت ہے۔ اور جیسے ایک شاعر ہر ایک مرحلہ میں طبع آزمائی کر سکتا ہے۔ اس طرح ایک مثل گو کے لئے وسعت نہیں ہے۔

ایک شاعر جس طرح اکثر اپنے جذبات اور خیالات سے بھی کام لیتا اور اُس میں طبع آزمائی کرتا ہے اور آسمانی نظاروں۔ زمینی حادثوں۔ خیالی نقشوں اور وہمی تصویروں کا سماں باندھ سکتا اور ایسے مواد سے کام لے سکتا ہے۔ اس طرح ایک مثل گو نہیں کر سکتا۔ شاعر آزادی کے میدان میں چلتا اور اُس کا شیوہ آزاد روی ہے۔ خلاف اس کے ایک مثل گو گذرے ہوئے واقعات کی پابندی سے چلتا ہے۔ ان سے قدم باہر رکھنا اُس کے لئے ایک بے رخی اور اپنا مرکز چھوڑنا ہے۔ ایک شاعر باوجود اپنے دایرہ سے باہر جانے کے اپنے طرز بیان کی وجہ سے فصیح بلیغ شمار ہوتا ہے۔ اور وہ اس دائرہ سے باہر بھی جا کر اپنا منصب اور اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نباہ سکتا ہے۔ لیکن ایک مثل گو ذرا بھر بھی واقعاتی حد سے الگ ہو کر دایرۂ تلخیص سے نکل جانا اور ضرب المثل کی ترکیب اور بندش میں ایک تزلزل ڈالتا ہے۔

ایک شاعر دور دور جا کر طائر مضامین کا شکار کرتا ہے۔ لیکن ایک مثل گو صرف اپنے ہی دایرہ میں رہ کر صید تجربہ دام تلخیص میں لاتا ہے۔ ان دونوں طریق عمل میں فرق ظاہر ہے۔

مثل گو کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ ضرب المثل یا ایک مقدمہ اور ایک واقعہ کی تلخیص میں ثبوت بھی پیش کرے۔ ایک شاعر کے واسطے ہمیشہ یہ التزام ضروری نہیں۔ ایک شاعر مجاز ہے کہ صرف ایک واقعہ یا ایک سماں ذرا فصاحت۔ وضاحت اور خوش اسلوبی سے بیان کردے چاہے سامعین اُسے کسی مرحلہ پر لے جائیں اور چاہے کوئی مطلب نکالیں۔ لیکن خلاف اس کے ایک مثل گو اس کا ذمہ وار اور پابند ہے کہ حقیقت الامر پر بحث کرے اور حقیقت الامر ہی کا اظہار ہو اور یہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اور اُسی حالت میں یہ پابندی نبھ سکتی ہے کہ جب واقعاتی اور تجربی حد سے ایک قدم بھی باہر نہ چلا جائے۔ شاعر کی شاعری بمصداق

چشمان تو زیر آبرو انند   دندان تو جملہ در دہانند

پھیکی پڑ جاتی ہے۔ اور اپنے رنگ پر نہیں رہتی ہے۔ لیکن خلاف اس کے اگر ایک مثل گو استعاروں۔ کنایوں۔ تشبیہات لوازمات سے کام لے تو ضرب المثل کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ وہ لطف ہی نہیں رہتا۔ وہ مزا ہی نہیں آتا اگر سب ضرب المثلیں اسی سانچہ میں ڈھل جائیں تو شاید اُن کا عشر عشیر بھی لوگ یاد نہ رکھ سکیں۔ عوام الناس کی محلسوں میں اُنہیں کوئی پوچھے بھی نہیں۔ اُن کا نشان اور پتہ پھر چمڑے کی جلدوں میں ہی مل سکے دماغ کے چمڑہ پر وہ کندہ نہ ہو سکیں۔

شاعر ہمیشہ یا تو اپنا رونا روتا ہے اور یا دوسرے کی کہانی اپنے مذاق کے مطابق اپنے لہجہ میں بیان کرتا ہے۔ شاعر نقد پر بھی بحث کرتا ہے اور اُدھار پر بھی۔ شاعر زوائد سے بھی کام لیتا ہے۔ اور حاشیہ بھی لگاتا ہے۔ شاعر ایک صحیح المذاق نقاش اور خوش دست مشاطہ کا کام دیتا ہے۔ ایک مثل گو بالکل سادگی سے کام لیتا اور ایک واقعہ کا اُس کے اپنے رنگ میں ہی معہ استدلالی نتیجہ کے اظہار کرتا ہے۔

شاعر ایک تمثیل اور ایک واقعہ سے ایک سمان دکھاتا ہے۔ اور مثل گو ایک واقعہ کا اثبات یا نفی اُس کے استدلالی نتیجہ یا اُس کے آثار سے کرتا ہے۔ شاعر کبھی مشکل میں ڈالتا ہے اور کبھی ایک مشکل سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی آسمان کی لیتا ہے اور کبھی زمین کی کبھی فرشتوں سے باتیں کرتا ہے اور کبھی انسانوں سے۔ کبھی رولاتا ہے۔ اور کبھی ہنساتا ہے۔ کبھی روتا ہے۔ اور کبھی ہنستا ہے۔ کبھی خاموش ہوتا ہے۔ کبھی گویا۔ کبھی خود نتیجے نکالتا ہے۔ کبھی اوروں پر چھوڑتا ہے۔ کبھی چڑھتا ہے۔ کبھی گرتا ہے۔ کبھی اپنا تماشا دکھاتا ہے او کبھی دوسروں کا دیکھتا ہے۔ کبھی تعریف کرتا ہے اور کبھی ہجو۔ کبھی سمندر میں غوطے لگاتا ہے۔ اور کبھی خشکی میں مایوس پڑا ہوتا ہے۔ کبھی موجودہ زمانہ پر بحث کرتا ہے اور کبھی آیندہ کی خبر لیتا ہے۔ کبھی واقعہ مدنظر رکھتا ہے۔ اور کبھی توہمات سے کام لیتا ہے۔ کبھی اُس کی نگاہیں چاروانگ عالم پر پڑتی ہیں اور کبھی اپنے وجود کی بھی خبر نہیں رکھتا۔

گہے بر طارم اعلےٰ نشیند
گہے بر پشت پائے خود نہ بیند

کبھی دیوانہ ہوتا ہے اور کبھی فرزانہ۔ کبھی فلاسفر۔ کبھی جاہل۔ کبھی باہوش۔ کبھی بےہوش شاعر کی تمام زندگی ممکن نہیں کہ ایک ہی رنگ میں گزرے ؎

گاہے چنیں گاہے چناں

شاعر کوئی نہ کوئی مشرب رکھتا ہے۔ یعنی کسی خاص رنگ سے بھی اس کی طبیعت رنگی ہوتی ہے اور وہ رنگ اُس کی ہر رفتار شاعری میں عموماً جھلک دے ہی جاتا ہے۔ لیکن مثل گو کا اپنا رنگ کوئی نہیں ہوتا۔ ہر واقعہ کے ساتھ اور ہر تجربہ میں اُس کا رنگ بدلتا جاتا ہے اُس کی طبیعت ہر واقعہ کے رنگ سے رنگی جاتی ہے۔ شاعر قصہ گو بھی ہے۔ ایک شعر میں شروع

کرتا ہے اور دوسرے شعر میں اُس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ مثل گو قصہ نہیں بیان کرتا بلکہ ایک قصہ کے نتیجہ استدلالی کے اعتبار سے تنقید کرتا ہے۔ اس بحث سے یہ مطلب نہیں کہ اگر شاعر چاہتے تو مثل گو کا نقش قدم نہ لے سکتے لے سکتے لیکن چونکہ یہ چال لوازمات اصول شاعری کے خلاف ہے۔ اس واسطے نباہ نہ سکتے۔ اور رنگ پھیکا پڑ جاتا۔ ایک مثل گو شاعر تو بن سکتا ہے۔ مگر بہ پابندی شعری اصولوں کے شاعر شعری رنگ میں امثلہ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہے تو اُن کا رنگ بگڑ جائے گا۔ اور وہ دلچسپی اُن میں نہ رہے گی۔ اب میں چند شعری مضامین۔ طرز بیان اور طرز رفتار کا چند ضرب المثلوں سے مقابلہ کرکے دکھاتا ہوں۔

ضرب المثل	اشعار
(۱) سچ مرچاں تے جھوٹ گڑ	(۱) راستی موجب رضائے خداست
راستی پر چیں اور جھوٹ گڑ ہے۔	کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

اپنے اپنے رنگ میں دونوں نے سچ کی تعریف اور نتیجہ بیان کیا ہے۔ مثل گو نے فی الحقیقت سچ بولنے کا جو عموماً تنقیدی حالت میں دوسروں پر اثر پڑتا ہے بمقابلہ جھوٹ کے بیان کیا ہے۔ اور اُس واقعہ کا اختصار کرکے دکھایا۔ اور استدلالی نتیجہ نکالا ہے۔ جو معارضہ کی حالت میں لزوماً نکلا کرتا ہے۔ شاعر نے اپنی وسعت خیالی سے یہ جتلانے کی کوشش کی ہے کہ راستی اور راست بازی کا نتیجہ رضائے خدا ہے۔ اور اس سے استدلال کیا ہے کہ کوئی رہرو رہِ راست سے بھٹک نہیں سکتا۔ دونوں کے استدلال میں فرق ظاہر ہے۔ شاعر ایک وسیع میدان لئے ہوئے نتیجہ نکال رہا ہے۔ اور مثل گو ایک خاص دائرہ میں متدائرہ رہ کر بحث کرتا ہے۔

(۲) ماں او تے ماسی کندہ ایسے اوپر آسی۔   پنجابی

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود
سعدیؒ
گرچہ با آدمی بزرگ شود

دونوں نے اپنے اپنے پیرایہ میں نیچر کا لا تبدیل ہونا ثابت کیا ہے۔ ضرب المثل میں ایک دوسری مثل سے پہلا ثبوت دیا گیا ہے۔ چونکہ ماں اور ماسی دونوں سگی بہنیں ہوتی ہیں۔ اس لئے اُن کی طبیعت بھی قریباً یکساں ہی واقعہ ہوتی ہے اور اس مرحلہ پر دونوں کا میلان ہوتا ہے۔ جیسے دیوار ہمیشہ بنیاد پر ہی آتی ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے گرگ کے نیچر کا لا تبدیل ہونا باوجود صحبت انسان کے بھی ثابت کیا ہے۔

(۳) دل کا ڈھانا عرش ڈھانا ہے۔ ہندی

کند بنیاد دلم دینش ببیں
واقفؒ
کعبہ ویراں کرد ایمانش نگر

ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ دل شکنی عرش شکنی ہے۔ شعر میں واقف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
میرے دل کو صدمہ پہنچایا اُس کی دینداری تو دیکھو گویا کعبہ کی تخریب کی یہ اُس کا ایمان ہے، دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ اور الفاظ و بندشں جداگانہ۔

(۴) دخل در معقولات۔ فارسی

زبان بریدہ بہ کنج نشست صمّ و بکم
السعدی
بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

ضرب المثل اور شعر دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

(۵) تھوڑا کھاؤ تو ہمیشہ کھاتے رہو گے۔ پشتو

گر گل شکر خوری بہ تکلف زیاں بود
ور نان خشک دیر خوری گل شکر بود

ضرب المثل میں یہ حکیمانہ استدلال کیا گیا ہے کہ کم خوری موجب صحت اور ازدیاد عمر ہے اور شعر میں بھی اسی پر بحث کیگئی ہے۔

(۶) آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔ اُردو

مر گیا کوہکن اسی غم میں
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے — میر

دونوں میں ایک ہی نسبت سے استدلال ہوا ہے۔ اور شاعر نے دوسرے مصرع میں مثل باندھی ہے۔

(۷) اک چپ سو سکھ۔ پنجابی

بغیر شہد خموش کدام شیریں است
کہ از حلاوت آن لب بہ یکدگر چسپند — صائب

ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ
ایک خاموشی میں سینکڑوں آرام ہیں۔
حضرت میرزا صائب نے بہ کمال لطافت شہد سے نسبت دیکر یہ استدلال کیا ہے کہ یہ اس قدر مفید ہے کہ اس کی حلاوت سے گویا لب ایک دوسرے سے چسپیدہ ہیں۔ شعر میں کمال خوبی اور کمال فصاحت سے حلاوت خاموشی یعنی خوبیِ خاموشی کا ثبوت دیا گیا ہے۔

(۸) ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ فارسی۔

شبنم بہ آفتاب رسید از فتادگی
بنگر کہ از کجا بہ کجا میتواں شدن — صائب

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ انکسار اور خاکساری کا دونوں میں استدلال کیا گیا ہے حضرت صائب نے جس خوش اسلوبی اور جس لطافت سے استدلال کیا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

(۹) سفید بال دانائی کی نشانی ہیں۔ عبرانی

چون سیاہی شد ز مو ہوشیار می باید شدن

صبح چون روشن شود بیدار می باید شدن صائب

دونوں میں ایک ہی مضمون باندھا گیا ہے۔ صائب کا استدلال ایک خاص لطافت رکھتا ہے۔ اور مثال میں سادگی سے کام لیا گیا ہے۔

(۱۰) حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلارام را۔ فارسی

محتاج بہ زیور نبود حُسنِ خداداد

دندانِ گہر حاجتِ مسواک ندارند صائب

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن شاعرِ نازک خیال کا بیان باعتبار لطافت کہیں پاکیزہ اور خوش گوار ہے۔

(۱۱) غرور کا سر خم ہے۔ اُردو۔

بے نتیجہ زود سبک سر ز معراج غرور

چقدر کوزۂ خالی بہ لب بام بود صائب

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضرت صائب نے ایک واقعہ یا ایک کیفیت کا دوسری تمثیلی کیفیت سے اس متانت سے ثبوت دیا ہے کہ یہ انھیں کا حصہ سمجھا جائے گا۔

(۱۲) دشمن مٹی دا بھی بُرا۔ پنجابی

زمین نرم بود پردہ دار دام فریب

زفکر دشمن ہموار احتراز کنید صائب

مطلب دونوں کا گویا ایک ہی ہے۔ لیکن شاعر نے جس نفاست اور جس جامعیت سے استدلال قضیہ کیا ہے وہ تعریف سے بالاتر ہے۔

(۱۳) جیون کوڑا آسرا عمر بے وفا۔ پنجابی

عمرِ عزیز قابلِ سوز و گداز نیست
این رشتہ را مسوز کہ چندین دراز نیست صائب

دونوں میں عمر کی بے ثباتی کا ذکر ہے۔ مفہوم میں دونوں ایک ہی ہیں۔ شاعر نے جس خوبی اور جس عمدگی سے رشتۂ عمر کو رشتہ سے نسبت دیکر استدلال کیا ہے وہ لاریب شاعر ہی کا حصہ تھا۔

(۱۴) شوماں دی کھٹی گتے جان گنوا۔ پنجابی

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت فارسی

رسد بظالم دیگر ذخیرۂ ظالم
نصیب تیر شود پر چو از عقاب آید صائب

دونوں ضرب المثلوں میں صرف یہ بیان ہوا ہے کہ ظلم کا مال ظلم کی راہ میں ہی جاتا ہے شاعر نے شعر بالا میں یہی مطلب مع ایک ثبوتیہ تمثیل کے جس خوب صورتی سے ادا کیا ہے وہ بوجہ اپنی لطافت اور جامعیت اور نفاست کے ضرب المثل سے کہیں بڑھ گیا ہے۔

(۱۵) ودھڑیاں جان سراں دے نال۔ پنجابی

العادت لا یرق الا بالموت۔

حرص از طینت پیراں نبرد موئے سفید
این تپے نیست کہ ساکن بہ تباشیر بود صائب

شاعر نے جس خوب صورتی سے ضرب المثل کا مفہوم پیش کیا ہے وہ ایک خصوصیت رکھتا ہے۔

(۱۶) ایک پوت سو کپوت۔ سندھی

ز صد ہزار پسر ہمچو ماہ مصر یکے
چناں شود کہ چراغ پدر کند روشن — صائب

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ شاعر نے اپنے رنگ میں پوت اور کپوت کی فلسفی پر اچھی روشنی ڈالی ہے۔

(۱۷) نعوذ باللہ من غضب الحلیم۔ عربی

سنگیں دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست
پنہاں درون پنبہ مگر پنبہ دانہ را — غنی

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ مثل گو نے کسی اور رنگ میں ادا کیا ہے۔ اور شاعر نے ایک اور لطیف رنگ میں مثل زائد کے ایراد سے ثابت کیا ہے۔

(۱۸) سنجا آیا سن کوں نہ دان کوں نہ پن کوں۔ پنجابی

مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم
گرفتہ ست بخیہ ز سوزن قبائے ما — غنی

ضرب المثل کا مفہوم یہ ہے کہ کنجوس کی پیدائش عدم وجود برابر رکھتی ہے۔ شعر میں بھی بطرز دیگر یہی مضمون ادا کیا گیا ہے۔

(۱۹) سب پگڑی بندھی لائق سرداری نہیں ہوتی
ان میں سے کوئی ہی قابل سرداری کے ہوتا ہے — پشتو

مغز تحقق ز ارباب عمائم مطلب
آنچہ در سر نتواں یافت ز دستار مجو — صائب

دونوں میں ایک گونہ مناسبت ہے۔

(۲۰) چھیتی اگے ٹوٹے۔ — پنجابی

کہ تعجیل کار شیاطین بود — فارسی

دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

(۲۱) آج موئے کل دوسرا دن۔ — اردو

یہی بلائیں سر پہ ہیں تو آج موئے کل دوسرا دن
یاری ہوئی بیماری ہوئی درویشی ہوئی تنہائی ہوئی — میر

کوئی فرق نہیں شاعر شعر میں ضرب المثل لایا ہے اور مرنے کے سبب بتلائے ہیں۔

(۲۲) آج ہے سو کل نہیں۔ — اردو

انقلاب دہر ظاہر ہے عیاں تغیر حال
آج جو ہے کل نہ تھا۔ جو آج ہے وہ کل نہیں — اسیر

اس شعر میں بھی مثل لاکر وضاحت کر دیگئی ہے۔

(۲۳) آدمی ہو یا آسیب۔ — اردو

میں بہت لپٹا تو بولی وہ پری
آدمی ہو یا کوئی آسیب ہو — سرور

ان اردو۔ فارسی۔ ہندی۔ پنجابی امثال اور اشعار کے مقابلہ سے یہ عقدہ صفائی سے کھل جاتا ہے کہ جب کبھی شاعر نے کسی ضرب المثل کی شعری زمین میں بنیاد ڈالی ہے

تو عموماً اس میں کتربیونت کی ہے - لیکن کہیں کہیں ہو بہو بھی لائی گئی ہے - مگر بہت کم میرے رائے میں بجائے اصل ضرب المثل لانے کے ضرب المثل کی قطع برید کرکے لانا شاعر کے لئے سخت مشکل ہے - صائب کے شعروں سے ناظرین بآسانی معلوم کریں گے کہ اس نامور فخر قوم شاعر نے کس خوب صورتی سے تمثیلیں باندھی ہیں -

امثال کی شخصی سندیں

جس طرح عموماً بیت بیت - فرد فرد اور شعر شعر کی سند دیجاتی ہے اور یہ بالوضاحت تبلایا جاتا ہے کہ اس کا کہنے والا فلان فلان ہے اور فلاں زمانہ میں کہاگیا - گوینده فلان جگہ کا رہنے والا تھا - اور فلان ناظم یا شاعر کا شاگرد فلان صدی میں گزرا اور فلان میں مرا - اس طرح بالعموم ضرب الامثال اور کہاوتوں کی نسبت نہیں کہا جاسکتا - فی صدی پندرہ کہاوتوں کی نسبت بھی شعری وثوق سے گوینده - مسکن اور وقت کا پتہ نہیں دیا جاسکتا - ہر ملک اور ہر قوم میں صدہا نہیں ہزاروں کہاوتیں اور ضرب الامثال کہی جاتی ہیں - کسی کی بھی سند نہیں دیجاتی - عموماً کوئی نہیں کہ سکتا - فلان کہاوت کس نے کہی اور کس زمانہ میں - کوئی نہیں کہ سکتا - فلان کہاوت دراصل فلان ملک میں کہی گئی - اور فلان ملک سے فلان ملک میں فلان وقت گئی - جس طرح شعری دنیا کی چھان بین ہوئی ہے - اور جس طرح شعری زمین میں مختلف پہلوؤں سے کھوج لگائے گئے ہیں - اس طرح کہاوتوں کے واسطے کس نے محنت کی اور کس نے دردسر اٹھایا ہے - شعر شاعری کا چلن پیدا ہوتے ہی دربار اور محفلوں میں ہوتا گیا - اور اس قدر گرم بازاری ہوئی کہ مجلس شاہی بھی خالی نہ رہی - مسجد و مندروں - دیر و حرم میں سب جگہ اس کی کھپت ہوتی گئی - کہاوت بچاری

عورتوں کے چرخے چولھے سے قدم بھر آگے نہ بڑھ سکی۔

شاعری کے مریدوں میں ہومر۔ شکسپیر۔ بائرن۔ ٹینی سن۔ سعدی۔ حافظ۔ صائب۔ دبیر و انیس۔ غالب و ذوق۔ آتش و ناسخ ظفر و نظیر۔ امیر و داغ۔ شاد و آزاد۔ اثر و اشہری۔ شوکت اقبال و جلال۔ کمال و جلیل۔ ضامن و ناظم۔ حسرت و فطرت حالی۔ وسیم و مضطر۔ نادر و ایاض۔ طالب۔ نیرنگ و اعجاز داخل ہوتے گئے۔ اور اس نگوڑی کی جانب سے نا کیا ہزاروں میں سے ایک نے بھی توجہ نہ کی۔ جنہوں نے اس کا کچھ ذخیرہ جمع بھی کیا وہ بھی نامکمل اور ادھورا۔ یہ پتہ نہ لگایا اور نہ لگ سکا کہ اس کی بنیاد کہاں سے پڑی اور اس کی ابتدا کب ہوئی۔ کون اس کا بانی ہوا۔ اور کس نے اسے ایجاد کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی نے خاص طور پر اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ ورنہ شعروں کی طرح اس کا بھی کچھ نہ کچھ پتہ اور سراغ لگ ہی جاتا۔ ہر بیت اپنے ساتھ ہی اپنی تاریخ لاتی ہے۔ اور ہر شعر اپنا پتہ دیئے بغیر نہیں رہتا۔ خلاف اس کے ایک کہاوت بھی یہ سامان اپنے ساتھ نہیں لاتی۔ مجہول النسبی اسی غریب کے حصہ بخرہ میں آئی ہے۔ یہ پتہ نہ لگا کہ کہاوتیں کیوں اس قدر مجہول النسب رہی ہیں۔ اور کیوں ان کا کوئی مائی باپ نہیں ملتا۔ اصلیت یہ ہے کہ ان کی چلت زیادہ تر عام بول چال میں ہی رہی۔ عام لوگوں سے ہی ان کا واسطہ رہا۔ عام لوگ ہی ان سے کام لیتے رہے۔ علمی دنیا میں سوائے اس کے کچھ دخل نہ ہوا کہ کسی بزرگ نے انہیں اکٹھا کر کے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیا۔ اس سے زیادہ ان سے کچھ اور کام نہ لیا گیا۔

ممکن ہے کہ کھوج لگاتے لگاتے کچھ سراغ بھی لگا سکیں۔ مگر اس سر دردی اور کلفت سے

کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تکمیل شاعری تکمیل کا مقابلہ کسی حالت میں نہیں کر سکے گی۔ ان کی تاریخ کی عدمیت ہی منظر شہادت ہے۔ ان کے حق میں یہی اظہار اور جلا ہے۔ یہ پردہ میں ہی جلوہ کناں ہیں۔ ان کی خلوت ہی جلوت ہے۔

ممکن ہے کہ مختلف طریقوں اور مختلف تصانیف اور تو اتیف یا اقوال سے ان کا پتہ چل سکے۔ مگر باایں ہمہ ان کی تاریخ کا مکمل ہونا مشکل ہے۔ ہاں اگر کوئی باہمت شب و روز کی تگاپو سے چند کا پتہ چلا سکے تو ہو سکتا ہے۔ اور بایں حالات یہ کوشش بھی لغزش و درشتی سے خالی نہ ہوگی۔

بے شک زبانی ذخائر میں بعض بعض کہاوتوں کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کہاوت فلاں شخص کی کہی ہوئی ہے۔ لیکن ایسی کہاوتیں چند ہی نکلیں گی۔

بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ

کہاوتیں صرف مردوں نے ہی نہیں کہی ہیں۔ عورتوں کا بھی اس میں حصہ بخرہ اور اندوختہ ہے۔ عالموں اور پڑھے لکھے لوگوں کی طبیعت کا ہی یہ فیضان نہیں ہے۔ ناخواندہ جاہلوں کا بھی اس میں حصہ ہے۔ یہ قریباً درست ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ عموماً عورتوں اور جاہلوں میں ان کا زیادہ تر چرچا ہے۔ ایک فاضل۔ عالم۔ تعلیم یافتہ کو اس قدر کہاوتیں یاد نہ ہوں گی۔ جس قدر ایک جاہل یاد رکھتا ہے۔ ایک مرد اس قدر نہیں سنا سکے گا جس قدر ایک عورت یا عورتوں میں بیٹھنے والا۔ وہ فوراً سنا سکتا ہے۔

چونکہ کہاوتیں عموماً سوا سے شاعری ترکیب اور تکلف کے ہوتی ہیں ایک عام لہجہ میں اور عام مذاق کے مطابق ہوتی ہیں۔ اسی واسطے عوام الناس ان کے زیادہ تر فریفتہ ہیں۔ اور علمی گروہوں میں انہیں کم دخل ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ان کی علمی گھرانوں میں ضرورت نہیں بلکہ اس واسطے

کہ علمی مشاقوں نے خصوصیت سے اُس طرف توجہ نہیں کی خال خال علمی تذکروں اور علمی مباحثوں یا تبلیغوں میں اُن کا ذکر پایا جاتا ہے۔ وہ باوجود اس کس مپرسی کے بھی اُن تذکروں اور اُن مباحثوں یا مکالمات میں بہ مصداق کالملح فی الطعام سننے اور پڑھنے والے کے لئے مزید لطف کا باعث ہو جاتی ہیں۔

بعض شاعروں نے بھی کہاوتیں اپنے اشعار میں کہیں کہیں باندھی ہیں۔ میرزا صائب اور غنی جو تمثیل باندھنے میں اپنے وقت کے اُستاد تھے۔ اکثر کہاوتوں کا خلاصہ اور نچوڑ اشعار میں لاتے ہیں۔ گو اُس خلاصہ سے بادی النظر میں یہ پتہ چلانا مشکل ہے کہ کس کہاوت سے کام لیا گیا ہے۔ مگر بامعان نظر یہ پتہ چلنا کچھ مشکل نہیں۔ صوفیائے کرام نے بھی اکثر کہاوتوں سے کام لیا ہے۔ اور عجب لطف سے سلک مضامین میں باندھی ہیں۔ ہندی شاعروں اور کبیشروں نے بھی بالخصوص اس طرف توجہ کی ہے۔ حضرت بابا نانک صاحبؒ اور بھگت کبیرؒ کی بانیوں اور داکوں میں یہ التزام زیادہ وسعت سے پایا جاتا ہے۔ گو ہم عام طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مختلف ضرب المثلوں کا کہنے والا کون کون تھا۔ لیکن مختلف ضرب الامثال کی ترکیبی اجزا سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ ان کی ہستی قریبًا فلاں زمانہ میں عدم سے وجود میں آئی ہے۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں جس قدر کہاوتیں پائی جاتی ہیں۔ اُن میں اکثر اسماء اور فقرات اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ جو ایک خاص قوم کی زبان اور رواجات یا تصرف کا پتہ دیتے ہیں۔ جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسی کہاوتیں یا تو قریبًا اُس عہد میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ جس عہد میں اُن دونوں قوموں کا آپس میں میل وجول یا تبادلہ خیالات ہوا تھا۔ اور یا ایسے زمانہ میں جبکہ اُس دوسری قوم نے بذریعہ فتوحات ملکیہ و اشاعت مذہبیہ یا تجارت اور سیاحت کے اُس دوسری قوم اور دوسرے

ملک میں تصرفات کی بنیاد رکھی تھی۔

مثلاً

(۱) انھہ دی لہائی چڑھائی ہر وو لعنت۔

تشریح۔

لعنت کا لفظ اس ضرب المثل میں یاد دلاتا ہے کہ یہ ضرب المثل اُس زمانہ میں بنی ہے۔ جب کہ مسلمانی الفاظ نے ہندی زبان میں تصرف کیا۔ اس صورت میں اس کی تدوین کا زمانہ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے بعد کا ہی قرار دیا جائے گا۔

(۲) آپ پاؤ لائی تے نفر لنگاہ۔

تشریح۔

لنگاہ ہندوستان کی قوم نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرے ملک کی جو شروع مسلمانی عہد میں ہندوستان میں وارد ہوئی۔ باین حالات یہ کہا جائے گا کہ ہندوستان میں لنگاہ قوم کے آنے کے بعد یہ ضرب المثل کہی گئی ہے۔

(۳) انھیاں حوراں کانے فرشتے۔

تشریح۔

لفظ حور اور فرشتہ دلیل اس بات کی ہے کہ مسلمانی دور کے بعد یہ کہاوت بنائی گئی ہے یا اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۴) گھوٹ کوار راضی تے کی کرسی مُلّاں قاضی۔

تشریح۔

الفاظ۔ راضی۔ مُلّاں۔ اور قاضی اسلامی الفاظ ہیں۔ ان کا اس ضرب المثل میں لایا جانا

دلیل ہے اس خیال کی کہ اسلامی دور کے بعد یہ ترکیب پائی ہے۔ (گھوٹ لفظ ملتانی ہے۔جس کے معنے خاوند کے ہیں۔)

(۵) پتر فقیرنی دا چال اہدیاں دی۔

تشریح۔

لفظ فقیر ہندی لفظ نہیں ہے یا تو یہ بذریعہ ترجمہ کے لایا گیا ہے۔ اور یا مسلمانی دور میں اس کی بنا پڑی ہے۔

(۶) پیر بہت خلیفیاں دا موہنہ کالا۔

تشریح۔

اس میں بھی لفظ خلیفیاں اس امر پر دال ہے کہ اسلامی دور کے بعد اس کی ترکیب عمل میں آئی ہے۔

(۷) بغل میں یار ہو کا شہر بازار۔

تشریح۔

لفظ بغل بھی ہندی نہیں فارسی الفاظ کی حکومت میں یا اس کے بعد اس کی تدوین ہوئی ہے۔

(۸) مُنہ موسناں کرتوت شیطاناں۔

تشریح۔

اس میں لفظ موسنان اور شیطانان ایک خاص زمانہ کی تائید کرتے ہیں۔

(۹) گھر کفن تاں تے مردیاں دیاں ہوساں۔

تشریح۔

اس میں بھی الفاظ۔کفن۔مردہ۔اور ہوس استدلال بالا کی تائید میں ہیں۔

(۱۰) مسیتاں بنیاں نال تے اندھے اگوں ہی آگئے۔

تشریح۔

لفظ مسیت جو مسجد کا بگڑا ہوا ہے مفہوم بالا کا کافی طور پر اظہار کر رہا ہے۔

(۱۱) چٹی داڑھی تے نال دلبر۔

تشریح۔

لفظ دلبر ایک خاص زمانہ کی خبر دے رہا ہے۔

(۱۲) جیٹ ملوک تے گونگلوں دا آچاڑا۔

تشریح۔

اس میں لفظ ملوک خاص زمانہ کی شہادت ہے۔

(۱۳) لکھ کھٹیا ڈومنی جے ڈوم سلامت آیا۔

تشریح۔

لفظ سلامت اسلامی دور کی سند پیش کرتا ہے۔

(۱۴) ماں ملے مسافراں دا آٹا تے پتر کھیاں مارے۔

تشریح۔

اس میں لفظ مسافر ثابت کر رہا ہے کہ اس کی تدوین ایک خاص زمانہ میں ہوئی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ماں تو مسافروں کا آٹا گوندھ رہی ہے اور لڑکا اس پر خوش ہو رہا ہے۔ گویا اپنا ہی آٹا ہے۔

(۱۵) قبر کتے دی غلاف مشروداد۔

تشریح۔

اس میں دو لفظ - قہر - اور غلاف دور ثانی کے الفاظ ہیں جن سے یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ اس دور ثانی میں اس کا وجود عالم وجود میں آیا ہے۔

(۱۶) تسبیح پھیرے تے جھگی ہیرے۔

تشریح۔

یا تو مالا کا ترجمہ تسبیح کیا گیا ہے - اور یا تسبیح سے ہی اس کی ترکیب کی گئی ہے۔ دونوں حالتوں میں یہ ثابت ہے کہ یہ زمانہ اسلامی کی موضوعہ ہے۔

(۱۷) عیدوں بعد تنبا پھوکنا ہے۔

تشریح۔

لفظ عید کہہ رہا ہے کہ یہ ضرب المثل کب اور کیسے واقعات سے اخذ کی گئی ہے۔

(۱۸) نیت صاف مراداں حاصل۔

تشریح۔

الفاظ نیت - صاف - مراد - اور حاصل میں سے کوئی بھی ہندی لفظ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ضرب المثل اسلامی دور میں بنائی گئی ہے۔

(۱۹) حُج نال لَج۔

تشریح۔

لفظ حُج۔ حُجت سے بنایا گیا ہے - جس کے معنے جھگڑا ہیں لج کے معنی سخت الجھن اور لڑائی کے ہیں - لفظ حجت ہندی نہیں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ کہاوت مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے پر بنائی گئی ہے۔

(۲۰) رن سوڑ دا جن۔

تشریح۔

جن لفظ عربی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان کی دھرتی میں آیا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس طرح جن کے سایہ سے حالت اور خیال بدل جاتا ہے۔ اور انسان اپنے آپ میں نہیں رہتا اسی طرح بیوی بھی لحاف کا جن ہے۔ یعنی جب وہ پاس ہوتی ہے تو سب خیالات میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اور اس کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔

(۲۱) جلے دے ارائیں او ہو چور تے اوہو سائیں۔

تشریح۔

تحصیل لودہراں ضلع ملتان میں جلّا ارائیوں کا ایک گاؤں ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جلے کے رہنے والے ارائیں خود ہی چور ہیں اور خود ہی مالک ہیں۔ اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ اس ضرب المثل کی ترکیب اُس وقت عمل میں آئی ہے جب موضع جلا آباد ہو چکا تھا۔

(۲۲) لوٹے وچہ دانے کدن کٹانے۔

تشریح۔

برتن میں غلہ اور کٹانے خوشیاں منائیں۔

کٹانا ایک قوم ہے جو اکثر ملتان۔ مظفر گڑھ۔ ڈیرہ غازیخاں۔ میانوالی کے اضلاع میں پائی جاتی ہے۔ یہ اصل میں خاکروب تھے۔ مسلمان ہونے پر ان کا نام کٹانا مشہور ہو گیا یہ ضرب المثل پتہ دیتی ہے کہ اس کی بنیاد اُس زمانہ میں رکھی گئی جب خاکروب اسلام لا چکے تھے۔

(۲۳) نرم مدعی تا فضل خدا سخت مدعی تا قہر خدا۔

تشریح۔

اس میں سب الفاظ تقریباً عربی فارسی ہیں اس سے دو استدلال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اسلامی دور میں اس کی ترکیب عمل میں آئی۔ اور دوسرے یہ کہ اُس وقت یہ کہی گئی۔ جب باضابطہ مدعی اور مدعا علیہ قرار پاکر مقدمات کے فیصلہ کا دور شروع ہُوا۔

ان تمام امثلہ سے گو کسی خاص شخص کا نام بہ حیثیت واضع کے نہ سمجھا جاسکے۔ لیکن یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ ایسی ضرب المثلوں کی بنیاد تقریباً کس زمانہ میں رکھی گئی اور کن خیالات اور کن واقعات کا ان میں نچوڑ لیا گیا ہے۔ اور کس تبادلہ خیالات سے یہ کلیات پیدا ہوئے ہیں ہماری رائے میں ہر ایک زبان کی کہاوتوں میں سے جستہ جستہ ایسا ہی تاریخی استدلال ہو سکتا ہے۔

ہم تمثیل کے طور پر عربی زبان کی چند ایسی ضرب المثلیں نقل کرتے ہیں جن کی بابت خاص کوشش سے اہل عرب نے یہ پتہ لگایا ہے کہ اُن کی تکوین کیسے یا کیونکر ہوئی۔

(۱) ابر من العلّس۔

ترجمہ۔ علس سے بہت فرماں بردار۔

تشریح سند۔

ایک آدمی عرب میں علس نامی تھا وہ اپنی ماں کا نہایت ہی فرماں بردار تھا۔ اُسے گردن پر اُٹھائے پھرتا تھا۔ ہر سال اپنی پشت پہ اُٹھا کر حج پر لے جاتا تھا۔ لوگوں نے اور ذریات کی تحریص و ترغیب کے لئے اُس کے نام سے ایک کہاوت ہی بنالی۔

(۲) اعطش من شعالہ

ترجمہ ۔ وہ شعالہ سے بھی زیادہ پیاسا ہے۔

تشریح سند۔

بقول ابن اعرابی شعالہ بنی مجاشع سے ایک شخص تھا جس نے فرط عطش میں کہتے ہیں کہ بول پی لیا تھا۔

(۳) اجوڈ من ہرم۔

ترجمہ ہرم سے زیادہ بخشش کرنے والا۔

تشریح سند۔

ہرم عرب میں ایک شخص تھا جو پرانے مال اسباب کی بخشش کیا کرتا تھا۔ جو بوجہ کہنگی اور بوسیدگی کے کام کے نہ رہتے تھے۔ جو شخص ناکارہ اشیاء کی بخشش کرتا ہے۔ اُسے عرب میں اس ضرب المثل سے یاد کرتے ہیں۔

(۴) احلم من احنف۔

ترجمہ۔ احنف سے بھی زیادہ تر حلیم۔

تشریح سند۔

ضحاک بن قیس کو جس کا پاؤں اندر کی طرف جھکا ہوا تھا۔ احنف کہا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں حلم بردباری اور درگذر میں مشہور تھا۔ اُس کے نام سے یہ ضرب المثل وضع کی گئی۔

(۵) ازکن من ایاس۔

ترجمہ۔ ایاس سے داناتر ہے۔

ایاس عبدالعزیز کے عہد میں بصرہ کا قاضی تھا۔ اور مقدمات کے فیصلہ اور تنقیح میں اُسے خاص ملکہ تھا۔ اُس کی شہرت انصاف اور عدل کی وجہ سے اُس کے نام سے ایک ضرب المثل ہی بنائی گئی۔

(۶) اشأم من البوس۔

ترجمہ -

لبوس سے بھی زیادہ ترمنحوس -

تشریح سند -

بنی تمیم میں سے لبوس ایک عورت اپنے چند امتیازات کی وجہ سے مشہور تھی - اُس کی وجہ سے بنی تغلب اور بنی بکر میں چالیس سال تک لڑائی رہی اس واسطے لبوس نحوست کے اعتبار سے قوم اور ملک میں ضرب المثل ہوگئی -

(۷) اضل من موادرۃ -

ترجمہ - موادرۃ سے بھی زیادہ گمراہ -

تشریح سند -

دور اسلام سے پہلے عرب بعض وقت لڑکیوں کو زندہ دبا دیتے تھے اور اس فعل کا نام موادرۃ تھا - اس نسبت سے یہ ضرب المثل بن گئی - جو شخص قسی القلب ہوتا ہے اُس کی نسبت یوں کہتے ہیں -

(۸) اطمع من اشعب -

ترجمہ - اشعب سے بھی زیادہ تر طامع -

تشریح سند -

اشعب عبداللہ بن زبیر ایک شخص کا نام ہے - یہ ایک خوش مزاج شخص تھا - لڑکے ہمیشہ اُس کے اردگرد رہ کر ظرافتاً تکلیف دیا کرتے تھے - ایک دن لڑکوں نے کہا کہ اے اشعب آج فلاں شخص کے گھر شادی کی دعوت ہے - اشعب دوڑا اور اُس گھر میں جا پہنچا - اس فعل بد وذلیل طمع ہونے کی وجہ سے اُس کی یہ طامعانہ حرکت قوم اور ملک میں ضرب المثل ہوگئی -

(۹) اعیٰ من باقل۔

ترجمہ۔ باقل سے بھی زیادہ تھکا ہوا۔

تشریح سند۔

باقل بنی ربیعہ میں سے ایک شخص تھا جس کی زبان میں لکنت تھی۔ اُس نے ایک روز گیارہ درہم کو ایک ہرن خریدا۔ اور بغل میں دبائے گھر کی طرف چلا جاتا تھا۔ راہ میں کسی نے پوچھا کتنے میں خریدا ہے۔ چونکہ بولنے سے عاجز تھا دونوں ہاتھ اُٹھا دس اُنگلیاں کھول اور زبان نکال کر سمجھایا کہ گیارہ درہم کو اس حرکت مضطربانہ سے ہرن بغل سے نکل کر بھاگ گیا۔ اور قوم و ملک میں یہ ضرب المثل زبان زد عامہ ہوگئی۔

(۱۰) غثک خیر من سمین غیرک۔

ترجمہ۔ اپنی ادنے چیز غیروں کی اعلیٰ چیز سے بہتر ہے۔ یا اپنا دبلا غیر کے موٹے سے بہتر ہے۔

تشریح سند۔

معن بن عطیہ نے عوب کے ایک گروہ پر فتح پائی۔ ایک شخص میدان کارزار میں زخمی دیکھا اور اُسے اُس کی درخواست پر اُس کے گھر پہنچا دیا۔ دوسری لڑائی میں معن بھی قیدیان جنگ میں آگیا۔ وہی آدمی جسے معن نے بحالت زخمی ہونے کے اُس کے گھر پہنچایا تھا۔ اتفاقاً آ نکلا۔ اُس نے اپنے سردار قوم سے کہا کہ اس شخص نے اُسے ہلاکت سے پہلی جنگ میں بچایا تھا۔ وہ چند عوض سے چھوڑنا چاہئے۔ معن سے پوچھا گیا کہ ایک اور آدمی بھی تمہارے ساتھ چھوڑا جا سکتا ہے۔ کسے چھوڑیں معن نے اپنے بھائی کا نام لیا اور چھوڑا کر لے گیا۔ دوسرے قیدیان جنگ نے طعن سے کہا کہ معن اپنا بے وقوف بھائی تو چھوڑا کر لئے جاتا ہے۔ اور سردار قوم کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس واقعہ پر یہ ضرب المثل گھڑ لی گئی۔

(۱۱) مواعید عُرقوب۔

ترجمہ۔

عُرقوب کے وعدے۔

تشریح سند۔

عرقوب ایک شخص عرب میں تھا جو کذب وافترا میں ایک خاص شہرت رکھتا تھا۔ اُس کے عمل کذب سے یہ ضرب المثل بنائی گئی۔

ان ضرب المثلوں کی تدوین چند واقعات سے ہوئی ہے یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اکثر ضرب الامثال کی تدوین واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں۔ محض ایسے اقوال سے بھی ہوتی ہیں کہ جو کسی خاص واقعہ سے متعلق نہیں ہوتے۔

(۱) سبق السیف العذل۔

ترجمہ۔

ملامت سے تلوار پہلے ہی چل گئی۔

تشریح تکوین۔

اس ضرب المثل سے کسی واقعہ کا پتہ نہیں لگتا۔ یہ عام طور پر اطلاق پاکر ضرب المثل کے قالب میں لائی گئی ہے۔

(۲) من یشتری سیفی وہذا اثرہ۔

ترجمہ۔

میری تلوار جس کا یہ اثر ہے کون خریدتا ہے۔

تشریح تکوین۔

حارث بن ظالم نے پہلے پہل یہ الفاظ کسی موقعہ پر بولے تھے۔ رفتہ رفتہ ایک ضرب المثل کے رنگ میں آتے گئے۔

(۳) من کتم سرہ کانت لہ الخیرۃ فی امرہ۔

ترجمہ۔

جس نے اپنا کام پوشیدہ کیا۔ اُس کو اختیار ہے جس طرح چاہے اپنا کام کرے۔

تشریح تکوین۔

سب سے پہلے یہ کلام رامن ابن الہول کے موبنہ سے نکلا تھا۔ رفتہ رفتہ ضرب المثل کی صورت میں آگیا۔

ممکن ہے کہ اردو۔ پنجابی۔ فارسی ضرب الامثال میں سے بہت سی ضرب المثلیں ایسی نکل سکیں کہ جن کی تکوین اور تدوین کا وقت اور واضع یا مدون کا نام معلوم ہو سکے۔ بعض لوگ بعض کہاوتوں کی نسبت کچھ کچھ بیان کرتے ہیں۔ ہم ان اجزا میں یہ بحث نہیں چھیڑتے علحدہ کسی اور موقعہ پر ایسی کہاوتوں کا مجموعہ بھی پیش کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

اور ہماری رائے میں یہ چنداں ضروری ہی نہیں ہے۔ گو اس سے تاریخی رنگ میں ضرب الامثال کی مزید تکمیل اس سے متصور ہے۔ لیکن آثار ضرب الامثال میں ایسی تکمیل کا نہ پایا جانا حارج نہیں ہے۔ عام لوگوں کے لئے تو اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ علمی گروہوں میں اس کی ضرورت ہے کہ وہ کہاوتوں کے وقت اور واضعین سے شعری اصول پر واقفیت حاصل کریں۔

عمومیت امثال

اس قدر شاعری اور موسیقی کے تصرفات نہیں ہیں۔ جس قدر کہاوتوں کے ہیں۔ شاعری اور موسیقی ذرا سمجھ دار گھرانوں میں دخل وتقبض رکھتی ہے۔ کہاوت کا جادو ہر کہ و مہ جاہل وعالم

پر چلتا ہے۔ بچہ سے لیکر جوان تک اور عورت و مرد دونوں اس کے نام لیوا ہیں۔ چینی اس کے شیدائی ہیں۔ جاپانی اس کے فدائی۔ عربی اس کے نام لیوا۔ رومی شامی اس کے مشتاق۔ ہندی اس کے حامی۔ اور یورپین اس کے چاہنے والے۔ امیروں کے گھروں میں اسے ایسا ہی دخل ہے۔ جیسے غریبوں کی جھونپڑیوں میں ایک بادشاہ کی زبان پر بھی اس کی حکومت ہے۔ اور ایک مزدور کے دل میں بھی اس کا جبروت اور تسلط پایا جاتا ہے۔

کوئی سے خطے لو اور کوئی سے ملک اور کوئی سی قوم اس کا فیضان اور اس کا وجود ہر شعبہ میں موجود ہوگا۔ جہاں ہزاروں اور لاکھوں باشندے بستے ہیں وہاں بھی یہ پائی جائے گی۔ اور جہاں دو چار سڑے گلے چھپر ہیں وہاں بھی اس کی رسائی ہے۔ اگر اسے ہر مسالہ پیلا مول کہیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

کون سی ایسی زبان ہے۔ جس پر اس کا تصرف نہیں۔ اور کون سا ایسا لغت ہے۔ جس سے اس کی رسائی نہ ہو۔ جہاں انسان گئے۔ جہاں آدمیوں کا بسیرا ہوا وہاں یہ بھی ساتھ ہی گئی۔ شادیوں میں یہ موجود۔ غمیوں میں اس کی رسائی۔ خوشیوں ملاپوں میں اس کی یاد لڑائیوں۔ بول چال میں اس کا تذکرہ۔ راتوں میں اس کا ذکر۔ دنوں میں اس کی کہانی تنبیہہ کی پیش رو۔ اور نصیحت کی رہ نما۔ مردوں کا زیور۔ اور عورتوں کا سنگھار۔ جہاں شعر کی دال نہیں گلتی اور جہاں نظم کے پر جلتے ہیں وہاں کہاوت کی دسترس ہے۔ نہ اُسے کوئی یاد کرتا ہے۔ اور نہ اُسے کوئی پڑھتا پڑھاتا ہے۔ نہ وہ تعلیم گاہوں میں جاتی ہے اور نہ کسی نصاب میں اُس کی پوچھ گچھ۔ اور آؤ بھگت ہے۔ اُس کی کھپت آپ ہی آپ ہوتی ہے۔ اور وہ خود بخود ہی دلوں اور حافظہ میں جگہ لیتی ہے۔ ہم مان لیں گے کہ شعر نے بھی بہت کچھ تصرف کیا ہے۔ لیکن جن گھرانوں میں کہاوت کی دسترس ہے وہاں

شعر بھی کم ہی پہنچا ہے۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ شعری افسون اور شعری جذبہ کہاوت کے جذبہ اور افسون سے کہیں زیادہ اور زور آور ہے۔ لیکن اس سے عمومیت کہاوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک جاہل گو شعری دنیا یا شعری فیضان سے محروم ہوتا ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی کہاوت ضرور اُس کو حفظ ہوتی ہے۔ خلاف اس کے اکثر پڑھے لکھے ایک کہاوت بھی یاد نہیں رکھتے۔ تمثیلاً پڑھے لکھی ہی شعر پڑھتے یا سناتے ہیں۔ لیکن ضرب الامثال کی طنابیں عرصہ جہالت تک بھی جا پہنچتی ہیں۔ گو اشعار کی تعداد دنیا میں کہاوتوں سے کہیں زیادہ ہو۔ اور دن بدن اُس میں ترقی ہوتی جاتی ہو۔ لیکن پھر بھی جس قدر زبان زد کہاوتیں ہیں اُس قدر شعر نہیں ہیں۔ یا تو اس کا یہ سبب ہے کہ اشعار کا سمجھنا اور یاد رکھنا خاص خاص حافظوں سے متعلق ہے۔ اور یا یہ کہ کہاوتیں زیادہ تر عام فہم واقعہ ہوئی ہیں اور بر موقعہ اُن کا اطلاق زیادہ تر موزون معلوم دیتا ہے۔

جن قوموں میں تعلیم کا زیادہ رواج ہے۔ اُن میں بھی شعری اطلاق بمقابلہ کہاوتی اطلاق کے نسبتاً کم ہی رہا ہے۔

وسعت امثال

امثال کی وسعت باعتبار تلخیص مضامین اور ایجاز مطلب اور احصار واقعات کے شعری وسعت سے کسی صورت میں کم نہیں۔ بلکہ بعض کے خیال میں شعری وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔

اخلاقی۔ مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ معادی۔ تجارت۔ بیوپار۔ ملازمت۔ عدالت وانصاف ظلم وستم اور زراعت وغیرہ سب مطالب پر ضرب الامثال کی وسعت حاوی ہے

چونکہ ضرب المثلوں کی بنیاد واقعات پیش آمدہ اور امور معاشرت پر رکھی گئی ہے۔
اس واسطے ہر ایک قسم کے واقعات اور ضروریات پر ضرب المثل کا اختوار لازمی تھا۔ جدھر
جدھر انسانی واقعات انسانی ضروریات اور موجوداتی کیفیات جائیں گی۔ اُسی طرف
ضرب الامثال کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جائے گا۔ بے شک بعض مطالبات پر ضرب الامثال
نہیں ہوں گی۔ لیکن اس سے ضرب الامثال کی وسعت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ
کسی وقت اُن پر بھی کہی جائیں گی۔
ضرب الامثال کی وسعت اس واسطے بھی شعری وسعت سے کسی قدر مشکل واقعہ ہوئی ہے
کہ شعری دنیا میں محض خیالات سے ہی کام لیا جاتا اور لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ضرب المثل
میں صرف واقعات پیش آمدہ پر ہی بحث ہوتی ہے۔ بہت کم ضرب المثلیں ایسی نکلیں گی
جو محض خیالی ہوں۔
اگر چند ایسی نکلیں گی بھی تو اُن کا ماخذ ضرور کوئی نہ کوئی ذاتی یا سماعی واقعہ ہوگا۔ ضرب المثل
کہنے والے کے لئے یہ ایک بڑی مشکل ہے کہ ضرب المثل وضع کرنے سے پہلے اُسے چند واقعات
کا اقتباس کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کا عملی نتیجہ دیکھنا۔ جب تک ایسا نہ ہو کوئی ضرب المثل مشین
وضع میں ڈھلتی نہیں۔ جب ایک شخص یہ ضرب المثل کہتا ہے
ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔
تو اُس کے لئے لازمی ہے کہ وہ ایسے واقعہ سے واقف ہو کہ جس میں ایک شخص بذات خود قابل
نہ ہونے پر معذوری کا ایک فضول عذر کرتا اور دوسرے پر الزام لگاتا ہے۔ یہ استدلال صرف
خیالاً نہیں ہو سکتا۔

مماثلات امثال

گو ایک شے یا ایک طریق عمل دوسری شے یا دوسرے طریق عمل کے مشابہ نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی چند شیئوں یا بعض طریق عملوں میں مماثلت ضرور ہوتی ہے۔ ایسی مماثلت منجملہ ذیل صورتوں سے باہر نہیں ہوتی۔

(۱) وضعی۔

(۲) مفہومی۔

(۳) استدلالی۔

امثال کے بھی مماثلات ہیں۔ یعنی

" اصول - گُر -

" تمثیل - نظیر -

" قول - مقولہ - بچن -

" شعر -

" دوہا -

مختلف امور کی بابت دنیا میں بہت سے اصول اور گُر مقرر کر لئے گئے ہیں۔ اور اُن کا مختلف جملوں اور فقروں میں اظہار کیا گیا ہے۔

جیسے سانچ کو آنچ نہیں۔

" غرور بُری شے ہے۔

" کہ کر دینا فت۔

جیسے بُرے کا انت بُرا۔
" نیکی کن بدریا انداز

اگرچہ یہ اصول اور یہ گُر بھی مختلف تجربوں۔ واقعات اور سانحات سے نکالے گئے ہیں۔ اور یہ بھی کسی تفصیل کا خلاصہ ہیں۔ لیکن انہیں حقیقتاً ضرب المثل نہیں کہا جا سکتا۔ گو ان میں ضرب المثل کا رنگ موجود ہے لیکن بجائے خود یہ ایک گُر اور اصول ہیں۔ اور انہیں بطور ایک مسلّمہ صداقت کے مانا جاتا ہے۔ جیسے ہندسی شکلوں پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی ان پر بھی اعتبار کرتے ہیں۔

مثل۔ تمثیل اور نظیر۔ تینوں میں فرق ہے۔

ضرب المثل تو ایک واقعہ کا نچوڑ یا خلاصہ معہ استدلالی نتیجہ کے ہے۔ جیسے۔ سو سیانیاں اکو مت۔ اور وہ پہلے سے مدوّن ہوتی ہے۔

تمثیل وہ ہے جو کسی موقعہ پر حقیقتاً یا فرضاً ایک واقعہ کے اثبات کے واسطے لائی جاتی ہے۔ تمثیل کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی پہلے واقعہ کا استدلالی نتیجہ ہو۔ ضرب المثل ہر وقت نہیں گھڑی جا سکتی۔ کیونکہ اُس کا وجود ایک واقعہ کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن تمثیل ہر وقت پیش کی جا سکتی ہے۔ اور اس میں ایک امر جزی سے جزی پر حکم کیا جاتا ہے۔

نظیر وہ ہے کہ جو بالخصوص بیان کی جاتی ہے۔ اور جس کے لانے سے ایک پیش آمدہ واقعہ کا بالتخصیص ثابت کرنا مقصود ہے۔

قول۔ مقولہ۔ بچن۔ ست وہ ملفوظات مراد ہیں جو ایک خاص شخص کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ایسے جملے عام طور پر تسلیم کئے جاتے ہوں۔ اُن کے ایراد سے ایک خاص شخص کا استدلال مراد ہوتا ہے۔

شعر وہ ہے جو تعاریف شعری کے ماتحت واقعہ ہو۔ ایسی تعریفیں جن کی مطابق کوئی اور ترکیب بالجامعیت نہ کی جا سکے۔

جن جن ملکوں اور قوموں میں ضرب الامثال کی تنقید کسی اصول سے نہیں ہوئی۔ اُن میں یہ مماثلات بھی ضرب الامثال میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ یہ ایک اشتمال بیجا ہے۔ انہیں کسی صورت میں بھی ضرب المثل نہیں کہا جا سکتا۔ گو اُن کے اور ضرب الامثال کے بعض اجزا یا مفہوم میں کبھی کبھی توارد ہو جاتا ہے۔ اور اُن سے بھی بادی النظر میں ضرب المثل کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ مگر دراصل وہ ضرب المثل نہیں ہیں۔ بلکہ تمثیل۔ نظیر۔ قول۔ مقولہ یا شعر ہیں گو معانی کے اعتبار سے اُن پر ضرب المثل کا شبہ گذرتا ہے۔ مگر انہیں ضرب المثل نہیں کہا جا سکتا۔ ایک قول یا ایک مقولہ بہرحال ایک قول یا مقولہ ہے۔ مثل نہیں ہے۔

معیار امثال

شعر کے لئے ہمارے پاس عروض۔ یا ہر ایک ملک اور قوم کا پیمانہ شعری) ایک معیار موجود ہے اُس معیار کے ذریعہ سے ہم ہمیشہ قرأت۔ سماعت دونوں طریق سے نثر اور شعر میں بآسانی تمیز کر سکتے ہیں۔ امثال کو اُن کے مماثلات سے نکھیڑنے اور تمیز کے لئے کوئی ایسا معیار نہیں جس پر کلی بھروسہ کیا جا سکے۔

گو ضرب المثل کی تعریف سے کوئی نہ کوئی معیار مقرر کر سکتے ہیں۔ مگر سچ یہ ہے کہ اس طریق عمل سے بھی جامع معیار کا ملنا مشکل ہے۔ مختصر سے مختصر تعریف ضرب المثل کی یہ بھی کی گئی ہے کہ

،، جب بہت سے مقدمات مرتب ہوتے ہیں تو اُن کے نتیجہ سے ضرب المثل بنتی ہے۔

اس تعریف سے ہمیں تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر یہ دیکھنا چاہئے کہ کن کن موجزات میں بہت سی مقدمات کا پتہ ملتا ہے۔ اقوال ۔ مقولات ۔ تماثیل ۔ نظائر ۔ اشعار ۔ دوہوں میں بھی چند مقدمات کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن اُن کے مقدمات اور مقدمات ضرب المثل میں فرق ہے ان کے مقدمات اکثر اوقات بادی النظر میں معلوم نہیں ہو سکتے۔ لیکن ضرب المثل کے مقدمات کا خلاصہ در خلاصہ اکثر ضرب المثل کے اول یا دوم رکن میں ہی متضمن ہوتا ہے کبھی پہلے رکن میں اُس کا نشان ملتا ہے۔ اور کبھی دوسرے میں۔ کبھی الفاظ سے ہی اُس کا اظہار ہوتا ہے اور کبھی معانی سے اُس کا کھوج لگاتے ہیں۔ دیگر صورت سے تمیز کرنے کے لئے صرف یہ ایک استقرائی معیار ہو سکتا ہے کہ ضرب المثل وہ ہے۔

" جو اپنے کل یا بعض مقدمات اپنے ساتھ ہی رکھتی ہو۔

" جس کا رکن اول یا رکن دوم عموماً بطور موجبہ یا سالبہ کے واقعہ ہو۔

" جو ایک رائے اور خیال کی صورت میں نہ ہو۔ بلکہ بطور گزشتہ تجربوں کے استدلالی نتیجہ کے

" جس کی تفصیلی ترکیب بھی صورت موجزہ رکھتی ہو۔

" جس کے دونوں جزو لازم ملزوم ہوں۔

ان اصول کے مطابق ہم ضرب الامثال اور دیگر صورمیں تمیز کر سکتے ہیں۔

اس معیار سے معلوم ہو سکے گا کہ کس قدر اقوال اور مقولات یا تماثیل اور نظائر اور اشعار یا دوہے ضرب المثل کے دائرہ میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ جس سے ضرب الامثال کی تعداد میں گو ترقی تو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ بعینہ ایسی ہی شماری ترقی ہے جیسے کہ ضرب الامثال کو بھی مد اشعار میں شمار کر لیا جائے۔ یہ ترقی نہیں بلکہ اختلاط ناجائز ہے۔ اس اختلاط بے ربط کی وجہ یہ ہے کہ دراصل علمی دنیا میں اب تک ایک ضابطہ کی پابندی سے ضرب الامثال

کی حیاثت اور تکمیل کا خیال پیدا ہی نہیں ہوا۔ گو باعتبار امتداد زمانہ ضرب المثلوں کا بھی وہی حق ہے۔ جو شعری ذریات کا ہے۔ لیکن ان کی بدقسمتی انہیں اب تک پیچھے ہی رکھتی رہی ہے جب تک کوئی علمی شاخ دوسری شاخوں سے الگ ہو کر معرض ترقی اور عرصہ تکمیل میں نہ آئے تب تک اُسے واقعی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ علمی معرکوں میں تمیز ہی ترقی کا ایک اصلی گُر ہے۔

اب ہم چند تمثیلیں ایسی دیتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ صورتیں دراصل ضرب المثل نہیں ہیں۔ بلکہ ایک اشتمال بیجا۔

(۱) وہ میلے سر کم کڈھنا چاہیدا ہے۔

(۲) اپنے پیر میں آپ کوہاڑا مارنا۔

(۳) قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھنا۔

(۴) شیخ چلی دیاں گلاں۔

(۵) ضرور دال وچہ کالا کالا ہے۔

(۶) علاج سے پرہیز بہتر ہے۔

(۷) صبر کل رنجوں کی دوا ہے۔

(۸) ضرورت کے وقت گدھے کو باپ کہتے ہیں۔

(۹) پڑھا اور استعمال نہیں تو کس کام

(۱۰) علم چندان کہ بیشتر خوانی ٭ چوں عمل در تو نیست نادانی ٭

(۱۱) تندرست نوں سارکی دو کھڑے دی۔ جا کے پچھے لے کسی بیمار کولوں۔

یہ چند تمثیلیں پنجابی۔ اُردو اور فارسی کی ظاہر کر سکتی ہیں کہ یہ یا تو

" رائیں ہیں۔

یا قول۔

یا شعر۔

ان کی وہ جامعیت اور وہ حقیقت نہیں جو ضرب الامثال کی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ ضرب المثلوں کے مضامین کے اعتبار سے کسی نہ کسی قدر مماثل واقعہ ہوئی ہیں۔ اس واسطے انہیں مد ضرب الامثال میں رکھ لیا گیا ہے۔ ورنہ اگر اصلیت دیکھی جائے تو یہ کہنا ہی پڑے گا کہ یہ بجائے خود مقولات رائیں اور اشعار ہیں۔ ضرب الامثال نہیں ہیں۔

کثرت استعمال کی وجہ سے رفتہ رفتہ سلسلہ ضرب الامثال میں داخل ہوتی گئیں۔ گو ان کے اپنے ٹھکانے بھی مقولات۔ تماثیل۔ لطائف اور اشعار میں موجود ہیں۔ اور اُدھر بھی ان کا اپنے اپنے موقعہ پر شمار ہوتا ہے۔ اور ان سے اُن سلسلوں میں بھی کام لیا جاتا ہے۔ مگر اس طرف بھی انہیں شمار کر لیتے ہیں۔ جیسے اشعار کو نثر میں تذکرۃً یا مثالاً لے آتے ہیں۔ اور جیسے بعض وقت ضرب الامثال بھی مضامین میں بیان کی جاتی ہیں۔ اس میں حرج تو کوئی نہیں۔ لیکن علمی سلسلوں کی صحت کے لئے بہرحال یہ بھی لازمی ہے کہ اُن کا اصلی شجرہ نسب اور ماخذ بھی باقی اور قائم رکھا جائے۔ گو ایک شعر سو بار ایک نثر میں آئے لیکن شعری کنبہ سے اُس کا جوڑ نہیں ٹوٹتا ہے۔ اور نثری حلقوں میں سوائے اعادہ تمثیلی کے اُسے دخل نہیں ملتا۔ جب ایک ضرب المثل دوسرے سلسلوں میں جا کر اپنا کنبہ یا اپنا سا سلسلہ نہیں چھوڑتی تو کیا وجہ ہے کہ مقولات اشعار وغیرہ کو ضرب المثل کے سلسلہ غیر میں شامل کر دیا جائے۔

عاریتاً تو ہم یہ مواد ضرب الامثال میں لے سکتے ہیں جیسے کہ نثر میں اشعار لیتے ہیں۔ لیکن لزوماً اُن کا داخلہ خود اُن کے لئے ہی نہیں بلکہ سلسلہ ضرب الامثال کے لئے بھی ہماری رائے میں

ایک غلط غلط ملط ہے ۔ اور اس سے ضرب الامثال کی ترقی اور معقولات و اشعار وغیرہ کی اصلیت اور اپنی شہرت میں فرق آتا ہے ۔ افسوس ہے کہ ہر ایک زبان میں یہ ایک بڑا مشکل اور وسیع السلسلہ کام ہے ۔ ورنہ علمی گروہوں اور ادبی ناموروں کا علمی فرض تو یہ ہے کہ

" ضرب الامثال کا ذخیرہ زوائد سے پاک کر کے خالص ضرب الامثال کا ایک مستقیم سلسلہ قائم کیا جائے ۔ اُن میں آیندہ جب کبھی دیگر صور موجزہ کا داخلہ ہو تو اُسے عارۃً سمجھا جائے

ایک کتاب ضرب الامثال میں مندرجہ ذیل شعر سلسلہ ضرب الامثال میں شامل کئے گئے ہیں ۔

(الف) آتش خصم سے جل جاتے ہیں اکثر تر و خشک
یہ وہ ہے کہ ہیں اُس کو برابر تر و خشک

(ب) (۱) غضب شخص ست پنج انگشت دارد
چو خواہد بر کسے آفت گمارد ؎

(۲) دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش
یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

(ج) نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

(د) دلبراں نیست کہ مو و میانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

(ہ) اے سکندر نہ ڈھونڈ آب حیات

چشمۂ خضر خوش بیانی ہے ؛

(ز) بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد

چون باز کنی مادر مادر باشد

(ح) بسا آسیا گو غریوان بود ؛

چو بینید مزد ور دیوان بود ؛

(ط) قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت

نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

(ی) اے قناعت توانگرم گردان ؛

کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

(ک) بلال از حبش سہیل از شام

زخاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجب ست

(ل) قدر عیسیٰ کجا بداند خر

خرچہ داند بہائے قند و نبات

(م) ہرگز از شاخ بید بر نخوری

ہرگز از قصب نے شکر نخوری

(ن) آنچہ شیران را کند روبہ مزاج

احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

اکثر مجموعہ امثال میں اس قسم کے اقوال۔ اشعار ملتے ہیں۔ اُنہیں ضرب الامثال میں اس واسطے یا اس اعتبار سے لیا جاتا ہے کہ وہ جامع امثال کے خیال میں

ضرب الامثال ہوتی ہیں۔ میری رائے میں یہ ایک بیجا اختلاط یا ناواجب اشتمال ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے اقوال۔ اشعار یا تماثیل میں بھی ضرب الامثال کی طرح ایک تجربہ یا ایک استدلالی نتیجہ اپنے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اس وجہ سے انہیں ضرب الامثال نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ وہ ضرب الامثال ہو سکتی ہیں۔ ضرب الامثال کے اکثر مضامین شعری سلسلہ سے جا ملتے ہیں۔ اور بعض بعض ضرب المثلیں مقفّٰی اور باردیف بھی ہوتی ہیں۔ اور بعض کا کوئی نہ کوئی وزن اور بحر بھی ہوتا ہے باوجود ان صورتوں کے بھی ایسی ضرب المثلیں شعر یا قول یا تماثیل نہیں کہی جا سکتیں۔ اور نہ انہیں ان سلسلوں میں لے سکتے ہیں۔ ضرب المثلوں کے نکھیڑنے اور ان کے جمع کرنے کا کام اگر صوبہ صوبہ کی جماعتیں اپنے اپنے زبردست ہاتھوں میں لیں۔ اور ایک صوبہ وار کمیٹی میں انہیں نکھیڑا اور جمع کیا جاوے تو یہ ایک ایسا کام ہے جو علمی دنیا کے لئے ایک بے بہا اور زندہ خدمت ہوگی۔ شاید کسی وقت ایسی صورتیں نکل آئیں۔ اور اس شعبہ کی بھی خدا کے فضل وکرم سے سنی جائے ہم تو مصداق۔

" بزن فال نیکی کہ نیک آورد۔

اسے بامید آیندہ چھوڑتے ہیں۔

تصرف امثال

جیسے اشعار۔ ابیات اور اقوال کا واقعات اور مشاہدات کی تلخیص سے طرز بیان جداگانہ ہوتا ہے۔ اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ واقعات کا ہو بہو بیان نہیں ہوا ہے۔ بلکہ متصرفانہ اختصار کیا گیا ہے۔ ایسے ہی ضرب الامثال کا بھی حال ہے۔ ان میں بھی ہو بہو واقعات

اور مشاہدات کے استدلالی نتیجوں کا اکثر براہ راست بیان نہیں ہوتا۔ بلکہ کنایتہً۔اشارۃً وایجازاً بیان کیا جاتا ہے۔

یہ رنگ اس واسطے اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر براہ راست واقعات کا کھلا کھلا بلا کسی مزید نسبت کے بیان کیا جائے تو سامعین پر اُس کا بہت کم اثر پڑیگا۔ اور سامعین بسا اوقات اپنے تئیں ہی مخاطب پاکر بجائے متاثر ہونے کے چڑ جائیں گے۔ نصائح اور تنبیہات یا تحریکات میں ہمیشہ وہی رنگ لینا پڑتا ہے۔ جس میں ایک حکمت عملی سے ابلاغ کیا جائے ہم چند ضرب المثلیں اس کے ثبوت میں درج کرتے ہیں۔

(۱) منگ پن کے گھنے پائے رن شاہو کار سڈائے۔

تشریح۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جہاں یہ جتانا ہو کہ کسی دوسرے کی شیئی پر کام کریں اور پھر اُس پر اترائیں۔ اس کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اس مطلب کے اظہار کے لئے کس قدر تصرف کیا گیا ہے۔ بہ مصداق ؎

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبران

گفتہ آید در حدیثِ دیگران

(۲) نہاتی دھوتی رہ گئی تے موہنہ تے مکھی بہ گئی۔

تشریح۔

جس مطلب کے لئے غسل کیا اور کپڑے بدلے تھے وہ پورا نہ ہوا۔ درمیان میں کوئی اور ہی بکھیڑا آپڑا۔ مطلب یہ کہ کوشش بھی کی گئی۔ اور کسی روک کی وجہ سے کام بھی نہ ہوا۔ آخر مایوس ہونا پڑا۔

پنجابی محاورہ میں موہنہ پر مکھی کا بیٹھ جانا کام میں روک پڑنا اور مزاحمت ناگہانی ہونا ہے اور اُس موقعہ پر بھی ایسا کہا جاتا ہے ۔ جہاں بطور ایک طنز کے یہ جتانا ہو کہ باوجود اس قدر تعلیات اور گفت وشنود اور دعاوی کے آخر نتیجہ یہ نکلا ۔
ناظرین معلوم کر سکتے ہیں کہ اصل واقعہ کا اظہار کس پیرایہ میں اور کن تصرفات کے بعد کیا گیا ہے ۔

(۳) کسبت کولیاں دے مغز فوجداراں دا ۔

تشریح ۔

کام کوئلوں کا اور مزاج فوجداروں کا رکھنا ۔ یہ اُس موقعہ پر کہتے ہیں ۔ جب ایک شخص اپنی موجودہ حیثیت کے خلاف کوئی کام کرے ۔ خصوص جبکہ ایک بے حیثیت آدمی اپنی حیثیت سے بڑھکر دعوے کرے ۔ اور اپنے تئیں باوجود اس کے کچھ سمجھتا ہو ۔ کوئلہ فروش اور فوجدار میں فرق جتلا کر اصلیت پر توجہ دلائی گئی ہے ۔

(۴) کڑ کڑ کتنے تے انڈے کتے ۔

تشریح ۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جبکہ ایک شخص وعدہ تو کسی کے ساتھ کرے ۔ کھائے پیئے کسی جگہ اور وقت پر کام کسی اور کے آوے ۔ اصل واقعہ اور اصل حقیقت میں ایک خوش اسلوبی سے تصرف کرکے ایک اور تمثیلی رنگ میں اس حالت کا اظہار کیا گیا ۔ اور شرم دلائی گئی ہے ۔

(۵) گھر قصائی دا تے ناں دھرم سال ۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ افعال تو ظالمانہ اور کردہ ہیں ۔ اور اُن کی تاویل رحیمانہ رنگ میں کی جاتی ہے ۔ جیسے کہ کوئی قصائی اپنے گھر کا نام دھرم سال رکھے ۔ اصلی حقیقت کا اظہار

تصرفانہ رنگ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

(۶) مونہہ مُلّاں دا۔ اکھیں چور دیاں۔

تشریح۔

مونہہ تو مُلّا کا ہے۔ لیکن آنکھوں سے چوٹا معلوم ہوتا ہے۔ یہ اُس حقیقت کا بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص دل سے کچھ زبان سے کچھ قول سے کچھ اور فعل سے کچھ ہو

(۷) ڈِھڈ مَدھ بُکھ مرے عشق ٹیں ٹیں کرے۔

تشریح۔

کھانے پینے کو جُڑتا نہیں اور عشق بازی کا دم مارا جاتا ہے۔ اس میں بھی کمال اختصار سے ایسے واقعات اور ایسی حالتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو حیثیت سے بڑھکر اور ناموزون ہوتی ہیں۔

(۸) کیڑی دے گھر نرائن۔

تشریح۔

کیڑی باعتبار اپنی ساخت اور وجود کے ایک بہت ہی حقیر مخلوق سمجھی جاتی ہے۔ نرائن سے مراد خدا یا کوئی بڑی طاقت ہے یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب کوئی بڑا شخص ایک کم حیثیت و کم رتبہ کے گھر میں آتا یا اُس پر نظر مہربانی رکھتا ہے۔ بلحاظ ایک سلوک اور ہمدردی کے ایک خاص مضمون کی ایک عمدہ پیرایہ میں تلخیص کی گئی ہے۔

(۹) مویاں پچھے ڈوم رانے۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے کے بعد جنہیں ایک خاص آدمی با اقبال زندگی میں کوئی پوچھتا

تک نہیں تھا وہ بھی اکڑفوں میں آکر کچھ بنتے اور اپنے تئیں۔ کوئی شے سمجھتے ہیں۔ ڈوم سے مراد بھڑوا۔ اور راتے سے مراد ایک با اقبال آدمی ہے۔ یہ لفظ کبھی راجپوتوں اور کبھی قوم نون اور ٹوانہ پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ ایک قومی لقب اُن لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو قوم میں کسی حد تک با اقبال اور بارتبہ ہوتے ہیں۔ اور اخیر پر اُس قوم یا اُس خاندان کی ساری ذریات پر رسماً اطلاق پاتا ہے۔

(۱۰) مایا کو مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ

تشریح۔

دولت دولت کو چاہتی اور دولت مند۔ دولت مندوں سے ملتے ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ غریبوں اور عام حیثیت کے لوگوں سے با اقبال اور دولت مند محبت اور ہمدردی نہیں کرتے۔ اُن کی نگاہوں میں کم حیثیت لوگ کوئی وقعت ہی نہیں رکھتے۔ مصرع۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

(۱۱) وگدے نہیں سُکے نے کھڑے نہیں اُچھلے۔

تشریح۔

معنے اس کے یہ ہیں کہ جو دریا جاری رہتے ہیں۔ اُن میں کبھی کمی نہیں آتی۔ اور نہ وہ خشک ہوتے ہیں۔ خلاف اس کے جو دریا یا جو پانی ساکن ہیں وہ اُچھلتے نہیں۔ مطلب اس تلخیص سے یہ ہے کہ چلتی حالت میں زوال کم آتا ہے۔ اور سکون و ٹھہراؤ میں ترقی نہیں ہوتی۔ الحرکت برکتۂ۔

اس سے محنت و کوشش پر استدلال کیا گیا ہے۔ جو ایک حرکت ہے۔ سکون سے مراد کاہلی اور سستی ہے۔ جس طرح ایک کاہل اور سست شخص ایک ہی مرکز پر قائم رہتا ہے

اسی طرح ایک ساکن پانی نہ اُچھلتا ہے ۔ اور نہ سیرابی کرتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے ۔ اور چلتا پانی سیرابی کرتا ہوا بہت کم خشک ہوتا ہے۔

(۱۲) چڑیاں موت گنواراں ہاسا۔

تشریح -

چڑیاں جان سے ماری جاتی ہیں۔ اور بے وقوف لوگ اُن کے جان دینے پر ہنستے ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ بے وقوف اور سخت دل لوگ بے کس لوگوں کو ستا کر اور دُکھ دیکر خوش ہوتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ جیسے انہیں تکلیف ہوتی ہے ۔ ایسے ہی خود وہ لوگ بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں ۔ بے کسوں کی تکلیف موجب فرحت نہیں۔ بلکہ اگر اپنی ذات پر خیال کریں تو ایک سخت خوف ناک سماں اور عبرت کی جگہ ہے ۔

(۱۳) کاواں ناں بدنام گیرے سُنج کریندے ۔

تشریح -

کنووں کا تو نام بدنام ہے ۔ کھیتی تو فاختائیں چگ جاتی ہیں۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ عام اور چھوٹے آدمیوں کا تو نام بدنام ہے ۔ بعض وقت اصل فساد تو بڑے بڑے اور خاص لوگوں کا ہوتا ہے ۔ جو چپکے چپکے اندر ہی اندر اپنا اُلو سیدھا کئے جاتے ہیں۔ اور بظاہر اور لوگ بدنام ہوتے ہیں۔ دنیا کی ایک ایسی معاشرت یا طرز معاشرت پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ جس سے اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

(۱۴) روہڑ دے پپیتے پتراں دی ارواح۔

تشریح -

پپیتے ملتانی بولی میں ہندوانے اور خربوزے کا نام ہے ۔ ہندوانے جو دریا میں بہہ

چلے جاتے ہیں۔ اُن کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو۔
مطلب اس کا یہ ہے کہ اپنی کمائی یا اپنی محنت سے تو کچھ دیا لیا نہیں جا سکتا۔ دوسروں کی کمائی اور دوسروں کے اندوختہ پر احسان یا مروت کی جاتی ہے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اوروں کے بھروسہ یا ہمت پر ہمدردی، نیکی اور مروت کرتا ہے۔ اور باوجود سکت کے خود کچھ نہیں کر سکتا۔

(۱۵) اک آکھے دوجا منّے اُہناں وا بھیت خدا نا بھنّے۔

تشریح۔
ایک کہے اور دوسرا مان لے تو اُن کی خدا بھی پردہ دری نہیں کرتا۔
مطلب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ آپس میں اتفاق رکھتے اور ایک دوسرے کے کہنے پر چلتے ہیں اور مشورت سے کام لیتے ہیں۔ اُن کے کاموں اور اُن کے منصوبوں میں خدائے لایزال ہمیشہ برکت اور کامیابی بخشتا ہے۔ اور وہ دوسروں کی نگاہوں میں کبھی شرمندہ اور ذلیل نہیں ہوتے۔ کیسی عمدگی سے اتفاق اور باہمی خلوص پر مختصر الفاظ میں استدلال کیا گیا ہے۔ الاتفاق طاقتٌ

(۱۶) قبر خالی تے ختماں دی بھیڑ۔

تشریح۔
قبر میں کوئی دفنایا ہی نہیں گیا اور رات دن ختم خوانی ہوتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی بات ہی نہ ہو اور عزم مصمم نہ ہو اُس صورت میں بھیڑ بھاڑ ڈھونگ کی مذمت کیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی حالت جتلائی گئی ہے جو باوجود کم ہمتی کم بضاعتی کے بہت کچھ وعدے وعید کرتے اور امیدیں رکھتے ہیں۔ اصلیت تو کوئی ہوتی نہیں۔ خواہ مخواہ لوگوں کو

دھوکہ میں ڈالکر اپنی تضحیک کا خود باعث ہوتے ہیں۔

(۱۷) چور کو چٹی بھلی۔ کُتے کو گٹی بھلی۔ گندی رن سٹی بھلی۔

تشریح۔

چور پر جرمانہ اور کُتے کے گلے میں زنجیری۔ اور خراب عورت کو طلاق دینا ہی ایک عمدہ تجویز ہے۔

مطلب اس کا صاف ہے۔ جب تک چور سزایاب نہ ہو اور کتا باندھا نہ جاوے تب تک لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ بدچلن عورت کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور نہ باز آتی ہے۔ اُسے چھوڑ ہی دینا بہتر ہے۔

(۱۸) بُپار نال تاں ہرن وی منڈے۔

تشریح۔

قاعدہ سے تو ہرن بھی باہر نہیں جا سکتے۔ (مُنڈے) ملتانی زبان میں لنگڑے کو کہتے ہیں۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جب ایک ضابطہ اور قاعدہ مقرر کر دیا گیا ہے تو اس میں کسی بڑے چھوٹے کی خصوصیت نہیں رہتی جو اُس ضابطہ کے خلاف جائے گا۔ وہ ہی جواب دہ ہوگا اور اُسی پر حرف آئے گا۔ اس ضرب المثل میں ایک ضابطہ کی وسعت پر استدلال کیا گیا ہے۔

(۱۹) ماں گھگی پیو کبوتر پُتر حق سرہ۔

تشریح۔

ماں فاختہ باپ کبوتر بیٹا قمری۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ بے جوڑ رشتوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اُس میں صحت نسل باقی نہیں رہتی۔

(۲۰) لیلا لیا اُن کو ہتوں چرے کپاہ۔

تشریح۔

بھیڈ کا بچہ اس واسطے خرید کیا تھا کہ اُس سے اُن اُترے گی۔ اُلٹے وہ کپاس ہی چرنے لگ گیا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس مطلب کے لئے ایک شے لی گئی یا ایک کام کیا گیا وہ تو حاصل نہ ہوا۔ اُلٹ اُس کے نقصان ہونے لگا۔

(۲۱) دودھ دا دودھ پانی دا پانی گوجری وچ کے پچھوتانی۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ فروخت کرنے کے وقت یہ ثابت ہو گیا کہ دودھ میں پانی ملایا ہوا ہے فروشندہ گوجری اس پر شرمندہ ہوئی۔ یہ اس بات پر کہی گئی ہے کہ آخر فریب کھل ہی جاتا ہے۔ اور پھر ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔

(۲۲) وجدی دا واجا مارے۔ چپ چپاتی کم سنوارے۔

تشریح۔

جو شخص بہت بولتا اور تھوڑا کام کرتا ہے۔ اُس کا کام بگڑ جاتا ہے۔ اور جو شخص چپ رہ کر صبر اور تحمل سے کوشش کرتا ہے وہ کام لے نکلتا ہے۔ اس میں بہ رنگ ناصحانہ اُن لوگوں کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ جو کوشش تو تھوڑی کرتے ہیں اور واویلا بہت۔ کام محنت اور باضابطہ کوشش سے ہوتا ہے نہ کہ شور و شر اور زیادہ بولنے سے۔ بعض نے یہ بھی تاویل کی ہے کہ جو شخص کشادہ دلی سے بغیر فریب اور پالیسی کے کام کرتا ہے وہ

اکثر رہ جاتا ہے۔ اور جو شخص حکمت عملی اور خاموشی سے موقع وقت سمجھ کر کام کرتا ہے۔ وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

(۲۳) آپ تکڑی کون لائے پھکڑی۔

تشریح۔

جو عورت اپنی عصمت و عفت کی آپ نگران اور محافظ ہو اُسے کون بدنام کر سکتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اپنا چال چلن اور رویہ اچھا ہو اور احتیاط سے زندگی بسر کی جائے تو پھر مشکل سے ہی کوئی دوسرا الزام لگا سکتا ہے۔ اگرچہ بے کئے بھی کبھی کبھی الزام لگنا ممکن ہے۔ لیکن یہ ایک اصولی بات ہے کہ حزم احتیاط اور طریقہ صیانت سے بہت کم گرفت ہوتی ہے۔

اوپر کی تمام ضرب الامثال سے بالوضاحت ثابت ہوگا کہ بڑے بڑے مقاصد اور واقعات کی استدلالی نتیجوں کی صورت میں تلخیص کی گئی ہے۔ اور ایک دوسرے دل چسپ پیرایہ میں اصل واقعات کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہاں تک اصل واقعات میں تصرف کیا گیا ہے کہ اُن کا شمہ بھی ضرب المثل میں نمایاں نہیں۔ بلکہ دوسرے الفاظ میں اُن کا مفہوم معرض بیان میں لایا گیا ہے۔ یہ تصرف اس واسطے کیا گیا ہے کہ

ایک واقعہ دوسرے الفاظ میں جن کی تمثیلی رنگ میں ترکیب دی گئی ہو۔ سامعین پر ایک خوش اسلوبی سے اثر کرتا ہے۔ مثلاً۔

" اندھا کرے خیرات تے مڑ مڑ دے اپنیانوں۔

ترجمہ۔ اندھا خیرات کے وقت مڑ مڑ اپنوں کو ہی دیتا ہے۔

اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جب ایک اندھا خیرات کرتا ہے تو مڑ مڑ اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کو ہی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اندھا اور لوگوں کو نہ جانتا ہی اور نہ پہچانتا ہے۔ اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ اور اپنے گھر کے لوگوں سے واقف ہوتا ہی اس واسطے سب خیرات اپنے گھر میں ہی رکھتا ہے۔

اُن لوگوں کی مثال اندھے سے دی گئی ہے جو دوسرے لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتے اور صرف اپنی ذات اور اپنا خاندان اور اپنا کنبہ ہی مقدم رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اندھے سے نسبت دینا واقعی ایک اچھا اور جامع پیرایہ ہے اس پیرایہ سے سامعین پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ صرف اسی ضرب المثل پر موقوف نہیں عموماً سب ضرب المثلیں اسی رنگ میں ہوتی ہیں۔

اور ایسے تصرفات کبھی کبھی بے ساختہ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ارادتاً کئے جاتے ہیں۔ جو تصرفات بے ساختہ ہوتے ہیں۔ اُن کا بھی عموماً وہی رنگ ہوتا ہے جو ارادی تصرفات میں پایا جاتا ہے۔

منفذ امثال

امثال کا استعمال اور منفذ اشعار۔ اقوال سے مختلف فیہ ہے۔ جیسے اشعار اور اقوال کے استعمال میں فرق اور اختلاف ہے۔ ایسے ہی امثال میں بھی ہے۔ لارڈ چسٹر فیلڈ نے یہ درست کہا ہے کہ عام طور پر اہل علم میں امثال کا استعمال کم ہوتا ہے۔

اہل علم اور خواص میں بمقابلہ اشعار کے اقوال کا تداول جیسے کم ہوتا ہے۔ ایسے ہی ضرب الامثال کا بھی۔ لیکن اس فرقہ میں اقوال کا استعمال بھی بعض حالات میں

ضرب الامثال سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ ضرب الامثال کا استعمال علی الترتیب مندرجہ ذیل سلسلہ کے مطابق دیکھا جاتا ہے۔

(الف) عموماً عوام میں۔

(ب) بالخصوص کاروباری لوگوں اور گروہوں میں۔

(ج) بالاخص عورات میں۔

(د) خواص میں۔

عوام الناس سے ہی ضرب الامثال کا ذخیرہ ملتا ہے۔ اور عوام الناس ہی انہیں یاد بھی رکھتے ہیں جب کبھی بندوبستوں میں صاحبان مہتمم بندوبست ضرب الامثال جمع کرتے ہیں تو عموماً عوام سے ہی سنی جاتی ہیں۔ اور عوام ہی اُن کے جامع ثابت ہوتے ہیں۔ بہت تھوڑا موقعہ ایسا ہوتا ہے کہ خاص خاص لوگوں سے ضرب المثلیں عموماً سنی جائیں۔ خصوصاً پڑھے لکھے لوگوں سے تو بہت ہی کم سنی جاتی ہیں۔ میری رائے میں فیصدی ۱۰ سے بھی کم پڑھے لکھے لوگوں سے مل سکتی ہیں۔

اور اس سے کم خواص میں اُن کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خاص خاص سامان خاص خاص لوگوں کو ہی میسر ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا استعمال بھی زیادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ضرب الامثال کا حال ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ ضرب الامثال کے مضامین عام فہم اور سہل ہوتے ہیں اور اُن میں استدلالی نتیجے ایک خوش اسلوبی سے بیان کئے ہوتے ہیں۔ اس واسطے عام طبیعتیں اُس طرف زیادہ رجوع لاتی اور ایک وسعت سے اخذ کرتی ہیں اور چونکہ عام معاملات اور عام کاروبار میں ہی ان کا زیادہ چسپاں استعمال بھی ہو سکتا ہے۔ اس واسطے عام طور پر انہیں یاد بھی رکھا جاتا ہے۔ علمی محافل میں ہمیشہ علمی رنگ کی بحثیں ہوتی ہیں۔ اُن میں وہی

اقوال اور وہی اشعار اطلاق پانے کا حق رکھتے ہیں۔ جو خاص طبائع سے نکلے ہوں۔ اور جو خواص پسند ہوں۔

دوسرے درجہ پر ضرب الامثال کا استعمال کاروباری لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ جہاں لین دین زیادہ اور کاروبار کا گھمسان ہوگا۔ اور جہاں تو تو میں میں زیادہ ہوتی ہے وہاں ہی ضرب الامثال بھی زیادہ قیمت اور فروغ پائیں گی۔ عام کاروبار اور سودا سلف اور لین دین میں جس پھرتی اور جس صفائی سے ضرب المثلوں کی حکومت اور دسترس ہوتی ہے خاص کاروباری حلقوں میں کم پائی جاتی ہے۔

اس وجہ سے ہی عورتوں اور خانگی زندگی اور عام بول چال اور گفت و شنود میں ضرب المثلوں کی گرم بازاری ہے۔ جس مجمعہ میں عورتیں زیادہ ہوں۔ جہاں عورتوں کی ہٹھ بھیڑ۔ وہاں کہاوتوں کی وہ گرم جوشی ہوتی ہے کہ گویا حکومت ہی اُن کی ہے۔ بات بات پر کوئی نہ کوئی کہاوت جڑ دی جاتی ہے۔ ہر مرحلہ کا شروع اگر ایک دلیل یا واقعہ ہے تو اُس کا خاتمہ ایک یا کوئی نہ کوئی کہاوت ہے۔ موجبہ سالبہ استدلالوں میں کہاوتوں سے ہی مدد لی جاتی ہے۔ دوسرے فریق کے ساکت کرنے کے واسطے ایک چلتی کہاوت کا استعمال ایک بڑی چلتی اور دوربین عورت کا کام سمجھا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عورتوں سے بھی کہاوتوں کا ذخیرہ بہت آسانی سے مل سکتا ہے۔ اور عورتیں اس میں بالخصوص مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن صرف اُسی رنگ میں جو اُن کے طبائع کی موزون اور مطابق واقعہ ہو۔

مردوں اور عورتوں کی کہاوتوں میں کسی قدر فرق ہوتا ہے۔ عورتیں صرف وہی کہاوتیں یاد رکھتی ہیں جو اُن کے مناسب حال ہوتی ہیں۔ اور جو روزمرہ کام آسکتی ہیں

خلاف اس کے مرد تمام قسم کی کہاوتوں کا ذخیرہ رکھتا ہے۔
سب سے کم خواص اور پڑھی لکھی پارٹی میں ان کا استعمال ہے۔ خواص میں سے بہت
کم ایسے لوگ نکلیں گے جو بالخصوص کہاوتیں یاد کرنے کا شوق رکھتے ہوں۔ یا تو اس کی وجہ
یہ ہے کہ وہ اس ذخیرہ کے دلدادہ نہیں ہیں اور یا یہ کہ انہیں علمی رنگوں میں ان کی فرصت
ہی نہیں پڑتی۔
محل امثال بھی جداگانہ ہیں۔
(۱) تمثیلی۔
جہاں ایک واقعہ کا دوسرے پر ایک تمثیل سے اثبات مقصود ہوتا ہے۔ جیسے
گھر دا پیر چُلھ دا وٹّا۔
تشریح۔
جیسے چولھا یا اجاغ کا پتھر گھر میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا کبھی اِدھر کبھی اُدھر
لڑھکتا پھرتا ہے۔ کبھی آگ میں اور کبھی باہر۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ ایسے ہی
گھر کا پیر بھی یا گھر کی چیز اور خوبی بھی کم قدر و منزلت رکھتی ہے۔
(۲) ویلے دی نماز کویلے دیاں ٹکراں
تشریح۔
جو نماز بے وقت پڑھی جاتی ہے وہ فضول حرکات یا ٹکریں ہیں۔
مطلب یہ کہ جو کام وقت مقررہ پر نہیں کیا جاتا۔ اس کے بعد اس کا کرنا ایک فضول کوشش
اور بے سود حرکت ہے۔
تنبیہی

جس میں سننے والے یا مخاطب کو تنبیہہ کی جاتی ہے۔ جیسے

(۱) منہ دا کتا خصمے گال۔

تشریح۔

کاٹنے والا خراب کتا مالک کی بدنامی کا باعث ہے۔

مطلب یہ کہ کوئی چیز جو ایک شخص سے منسوب ہے وہ بوجہ اپنے ذاتی نقص اور خرابی کے اپنے منسوب الیہ کی بدنامی اور رسوائی کا موجب ہوتی ہے۔

(۲) تیل دیکھ تیل دی دھار دیکھ۔

تشریح۔

موقعہ اور وقت دیکھ کر کام کرنا زیبا اور مناسب ہوتا ہے۔ بے موقعہ کوشش اور ناموزوں سعی کا اچھا نتیجہ نہیں ہوتا۔

تعجبی

(۱) ٹنڈ بیراں دی پنڈ بمبیاں دا۔

تشریح۔

بیروں کا ایک لوٹا اور گاؤں کا گاؤں مرض ضعف جگر سے بیمار۔

جب چیز تھوڑی ہو اور خواہاں زیادہ تو اُس موقعہ پر بہ نظر تعجب ایسی ضرب المثلیں اطلاق پاتی ہیں۔ مطلب جن کا یہ ہوتا ہے کہ تقسیم ہمیشہ مقدار شے کے مطابق ہونی چاہئے۔ اور اس کے خلاف کرنا ایک حماقت اور تعجب خیز امر ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں بیر ضعف جگر میں کھانا فائدہ مند ہے۔ اس مناسبت سے بیر اس ضرب المثل میں لائے گئے ہیں۔

(۲) تیلی دا بیل مرے تے کمہیاری ستی ہووے۔

ترجمہ - تیلی کا بیل مرا اور گھاری ستی ہوتی ہے۔

تشریح -

گھاری کا یہ فعل کچھ بے جوڑ سا تھا۔ اس واسطے اسے ایک لغو حرکت سے تعبیر کیا گیا ہے -

اب اس کا اطلاق ایسے ہی بے جوڑ موافعہ میں کرتے ہیں - اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمدردی کرنا برا ہے۔ بلکہ یہ کہ بیل کے مرنے پر گھاری کا ستی ہونا ایک لغو حرکت ہے - یہ محلات اطلاق ہم نے تمثیلاً دکھائے ہیں - اسی طرح اور محلات بھی ہیں - جن کے مناسب حال اور جہاں ضرب المثلیں اطلاق پاتی ہیں اور ایسے ہی محلات کی مناسبت سے اس قسم کی ضرب المثلیں وضع بھی کی گئی تھیں - جس طرح اشعار اور اقوال کا اطلاق مناسبات اور محلات کے تابع ہے - اسی طرح ضرب الامثال کا اطلاق بھی ہمیشہ برمحل ہوتا ہے - جس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی توضیع اور ان کی تدوین ضرورتاً ہوتی ہے - اور دیگر ضروریات علمی کی طرح ان کی بھی ضرورت پڑتی ہے -

امثال - اشعار اور تمثیل میں فرق

شعر کی تعریف کچھ اور ہے اور مثل کی تعریف کچھ اور - اس اعتبار سے دونوں میں فرق ظاہر ہے - اور فرق حسب ذیل ہو سکتے ہیں -

شعر وزن - بحر - قافیہ - ردیف کا پابند ہوتا ہے -

مثل نہیں -

شعر میں واقعات کا اختصار اور تلخیص بالزوائد بھی ہوتی ہے -

مثل میں صرف ایک واقعہ کا نچوڑ ہوتا ہے -

شعر۔ واقعات کے باہر بھی جاتا ہے۔
مثل واقعات کے اندر ہی رہتی ہے۔ خواہ اُسی رنگ میں اور خواہ کسی دوسرے رنگ میں۔
شعر تابع محض خیال کے بھی ہے۔
مثل تابع واقعات کے ہے۔
شعر زائد مواد بھی لیتا ہے۔
مثل صرف اصلی واقعات پر استدلال کرتی ہے۔
شعر ہوائی قیاس تصویریں بھی دکھاتا ہے۔
مثل صرف اصلی۔ موجودہ معمولی واقعات کی تصویریں دکھاتی ہے۔
شعر میں سے اگر زوائد نکال دیئے جائیں تو اصل واقعات بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں
مثل میں زوائد ہوتے ہی نہیں۔ اور اگر اُس کے ارکان میں تصرف کیا جائے تو کچھ باقی نہیں رہتا۔
شعر اکثر اصلی۔ فرضی۔ خیال واقعات اور کیفیات کا بیان کرتا ہے۔
مثل صرف واقعات اور واقعات کی کیفیات کا بیان کرتی ہے۔
شعر اکثر تاریخی رنگ میں راویانہ واقعہ ہوتا ہے۔
مثل میں حقیقت ہوتی ہے۔
شاعر واقعات کی کیفیت شعر میں کتر بیونت کرکے بیان کرتا ہے۔
مثل واقعات کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کرتی ہے۔
شعر زوائد کے سوائے چنداں موثر نہیں رہتا۔ اور سننے والوں کو لطف نہیں آتا۔
مثل زوائد سے پھیکی پڑ جاتی ہے۔

شعر زوائد کے تابع ہے۔

مثل زوائد سے آزاد ہے۔

شعر بعض وقت تشریح مطلب چاہتا ہے۔

مثل صاف ہوتی ہے۔ اور اس میں اصل واقعہ کا ہو بہو عکس ہوتا ہے۔

شاعر امثلہ شعروں میں لاتا ہے۔

لیکن ایک مثل گو شعر امثلہ میں نہیں لاتا ہے۔

شاعر مضامین کا اکتساب اور اقتباس یا تو محض خیال سے کرتا ہے اور یا بیرونی واقعات سے

مثل گو صرف بیرونی واقعات سے جو معرض عمل میں آچکے ہیں اقتباس کرتا ہے۔

شاعر وہ سماں بھی دکھاتا ہے جو آگے آنیوالا ہے۔

مثل گو اکثر وہ سماں دکھاتا ہے جو گزر چکا ہے۔

شعر علمی مجلسوں تک ہی رسائی رکھتا ہے۔

مثل دونوں محفلوں میں رسوخ رکھتی ہے۔

شعر فصاحت اور بلاغت کے ماتحت رہتا ہے۔

مثل ان پابندیوں سے آزاد رہ کر سادگی پسند واقعہ ہوئی ہے۔

شعر ادب گو اور ادب آموز ہے۔

مثل خود ادب ہے۔

شاعر اپنی رفتار میں کوچہ عشق و محبت یا منظر نیچر اکثر مقدم رکھتا اور انہیں واقعات کا نام لیوا ہوتا ہے۔

مثل گو ان کی حقیقت بیان کرتا اور ان کے نتیجوں پر جا پہنچاتا ہے۔

شاعر دونوں پہلو حقیقت اور مجاز کے لیتا ہے۔
مثل گو صرف حقیقی پہلو ہی لیتا ہے۔

شاعر شکار کرتا ہے۔

مثل گو شکار پیش کرتا ہے۔

شاعر کبھی کبھی شکار کے پیچھے جاتا ہے۔

مثل گو کے پاس شکار خود پیش ہوتا ہے۔
شاعر شعروں اور ابیات میں کبھی کبھی مثلیں باندھتا ہے۔
لیکن مثل گو شعر مثل میں نہیں لیتا ہے۔ کیونکہ مثل میں ایک سچا واقعہ خود اپنے یا دوسرے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔
شعر میں گو ایک سچا واقعہ پیش ہوتا ہے۔ مگر کچھ کچھ زوائد اور لوازمات بھی لزوماً شامل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ

(۱) خرِ عیسےٰ اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

اس کے مقابلہ میں پنجابی میں بھی ایک ضرب المثل ہے۔
" جیسے کونتا گھر رہے ویسے رہے پردیس۔
شعر بالا میں شاعر نے اسی مضمون کی ضرب المثل باندھی ہے۔

(۲) مجو درستی عہد از جہانِ سست اساس
کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

اس میں بالفاظ دیگر ضرب المثل
" رات تھوڑی اور سوانگ بہت کا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔

(۳) ہر کہ پابند وطن شد مے کشد آزارہا ٭ روئے گل اندر چمن دائم پریشت از خارہا

اس شعر میں ضرب المثل

"تیلی کے بیل کو گھر ہی کوس پچاس کا عکس اُتارا گیا ہے۔

شعر میں لوازمات شعری کے ساتھ یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اور ضرب المثل میں ایک لطیف اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

(۴) زمیں پر دوڑ کے اتنا بھی آدمی نہ چلے ٭

یہ شوخیاں نہیں اچھی ہیں دوش مادر پر

اس شعر میں شاعر نے ہو بہو ضرب المثل ذیل

چھیتی اگے ٹوٹے۔

کا نادر مفہوم قل ما دل باندھا ہے۔ شعر میں زمین کا نام لیا گیا۔ اور اُسے دوش مادر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ضرب المثل میں زمین محذوف رکھ کر یہ عقدہ کھول دیا گیا ہے۔

(۵) ز اتفاق مگس شہد مے شود پیدا

خدا چہ لذت شیریں در اتفاق نہاد

اس کے مقابلہ میں ضرب المثل

"جماعت کرامات ہے۔

(۶) من آنم اگر اسپ جولاں کنم

چہل خانہ موشش ویراں کنم

اس شعر میں ضرب المثل

ہل نہ سکوں میرا کو دن ناؤن کا خاکہ اُتارا گیا ہے۔

(۷) زبیدداں علاج درد خود جستن بداں ماند
که خار از پا بروں آرد کسے با نیش عقربہا

اس شعر میں ایک پوری خوبصورتی اور تصرف دل چسپ کے ساتھ
ضرب المثل
"بیدد قصائی کیا جانے پیڑ پرائی۔
کا مضمون باندھا گیا۔ اور اچھے طریق پر ثابت بھی کیا گیا ہے۔

(۸) شخصے که ازو نفع نه دنیا و دین ست
ہیچ ست اگر بادشہ روئے زمین ست

اس شعر میں مندرجہ ذیل ضرب المثل کا ایک دوسرے رنگ میں عکس لیا گیا ہے۔
" سُنجاں آیا سُنج کوں نه دان کوں نه پُن کوں
بے فیض دنیا میں اس واسطے پیدا ہوتے ہیں کہ اُن کی ذات سے نحوست کا ہی سمان اور
ظہور ہو۔ جود و سخا اور داد و دہش کا اُنہیں موقعہ بھی نہیں ملتا۔

(۹) صبر تلخ ست ولیکن برشیریں دارد ؛

اس مصرع میں ضرب المثل ذیل کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔
" زحمت پچھوں رحمت
گو مصرع میں کسی اور رنگ میں بحث کیگئی ہے جو نہایت لطیف ہے۔ مگر دونوں کا مفہوم
دراصل ایک ہی رنگ رکھتا ہے۔

(۱۰) زاغ را ابخیر بخشی و ہمارا استخواں
کور یہ انصاف باشد اے فلک نامہرباں

اس شعر میں شاعر ضرب المثل

" گدھوں کو خشکا۔

کا مضمون لایا ہے۔ اور ایک خوبصورتی سے اُسے ادا کیا ہے۔

(۱۱) لگے گا موزیوں کا مال ہاتھ موزی کے

کہ سانپ بیٹھتے ہیں دولتِ توانگر پر

پنجابی ضرب المثل اس کے مقابلہ میں یہ ہے۔

" شوماں دی کھٹی کتے جان گنوا۔

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

(۱۲) اگر دو یار موافق زباں یکے سازند

فلک بہ یک تنِ تنہا چہ مے تواند کرد

پنجابی میں اسی مضمون پر ایک مختصر مثل ہے۔

" اک اکلّا دو یاراں۔

یعنی ایک ہر حالت میں اکیلا ہی رہے گا۔ اور دو ہونے کی صورت میں گویا گیارہ کی طاقت ہو جاتی ہے۔ اتفاق کے مسئلہ کو کس خوب صورتی اور کس اختصار سے بہ اصول ہندسیہ ثابت کیا گیا ہے۔

(۱۳) حب الوطن از ملک سلیماں خوشتر

خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر

اس شعر میں ضرب المثل ذیل کا مواد بھرا گیا ہے۔

" جو مزا اپنے چبارے نا بلخ نا بخارے۔

ان تمام اشعار اور امثلہ سے جو اوپر کی سطروں میں اختصاراً درج کی گئی ہیں صاف طور پر استنباط ہو سکتا ہے کہ شاعروں نے ضرب الامثال کے مضامین اشعار میں باندھے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اپنے اپنے موقعہ پر نہایت خوبصورتی سے لائے اور ایک موزونیت سے نباہا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ضرب الامثال کا نچوڑ اُن میں لیا گیا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ضرب المثلیں بھی دیکھو کہ اُن میں شعریت کا کوئی رنگ ہی نہیں۔

باوجود اس کے کہ ہم انصاف سے امثال کی سادگی اور ایجاز واقعی کے معترف ہیں۔ پھر بھی ہم اس کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو عروج اور جو احترام شاعری کے حصہ میں آیا ہے اور جو دل چسپ سامان شاعری دنیا سے چیدہ اور منتخب و محترم شاعروں کی بدولت ہمیں ملا اور مل رہا ہے۔ وہ ضرب الامثال سے عشر عشیر بھی نہیں ملا۔

ایک شاعر جو جذبات اور جو احساسات شاعری میں دکھاتا ہے۔ وہ ایک مثل گو نہیں دکھا سکتا۔ ایک شاعر اپنی ذاتی محنت اور ذاتی مذاق اور قوت انتخاب سے واقعات اور مشاہدات کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ لیکن ایک مثل گو صرف ایک واقعہ کا تجربی بنیاد پر خلاصہ کرتا ہے۔ شاعری ادبی دنیا میں دور دور تک نکل گئی ہے۔ رندوں کی مجلس میں بھی اس کی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ اور صومعہ زاہدین میں بھی اُسے مسند اثر پر جگہ دی جاتی ہے۔ دربار شاہی میں بھی اُس کی نشست خاص ہوتی ہے۔ اور عوام میں بھی اُسے شہرت ہے۔ اوباش روزگار بھی اُس سے رطب اللسان رہتے ہیں۔ اور ایک فلسفی بھی اُس سے مزے لیتا ہے۔ تذکروں کا وہ زیور ہے۔ اور داستانوں کی زیبائش۔ محفلیں بغیر اس کے خاموش نظر آتی ہیں۔ اور مجلسیں بے حس وہ رنج و غم۔ یاس و امید خوشی و مسرت میں عصائے پیر کا کام دیتا ہے۔ کبھی ہنساتا ہے اور کبھی رُلاتا ہے۔ کبھی زمین کی سیر

کراتا ہے۔ کبھی آسمان کی۔ کبھی اعلیٰ علیین پر لے جاتا ہے اور کبھی تحت الثریٰ میں دھکیلتا ہے۔ کبھی نور ضمیر کی کرنوں کا تماشا دکھاتا ہے۔ اور کبھی نفس امارہ کے ظلمت کدہ میں سے عبور کراتا ہے۔

یہ نشیب و فراز اور بوقلمونی ضرب المثل کی قسمت میں کہاں۔

اقسام امثال

جس طرح اشعار کی ترتیبی۔ عروضی۔ اور تدوینی قسمیں ہیں۔ جیسے مصرع۔ فرد۔ بیت۔ رباعی۔ قطعہ۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ مخمس۔ مسدس اور واسوخت وغیرہ۔ اس قدر ضرب الامثال کی قسمیں نہیں ہیں۔ اگرچہ مضمون وار تو صدہا قسمیں ہیں قریباً صدہا مضامین پر ضرب المثلیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ترتیبی تشعیب اور تفریبد نظم جیسی نہیں ہے۔

مختلف اقسام اور مختلف ممالک کی ضرب المثلوں کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ عموماً ترتیبی اقسام حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

(الف) امثال واقعیہ۔

(ب) امثال احتمالیہ۔

(ج) امثال قیاسیہ و اجتہادیہ۔

(د) امثال تجربیہ۔

(ھ) امثال قولیہ۔

پہلی قسم کی وہ مثلیں ہیں۔ جنہیں باعتبار واقعات کے اصولاً بحث کی گئی ہے۔ جیسے

(۱) اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔	اُردو
(۲) اندھوں کے شہر میں کانا راجہ۔	"
(۳) آئینہ داری در مجلس کوراں۔	فارسی
(۴) جیسا بوئے ویسا کاٹے۔	ہندی
(۵) بستر زرین بیمار کو اچھا نہیں کرتا۔	روسی
(۶) حکیم کی دوستی دہلیز تک ہوتی ہے۔	"
(۷) وہم کی دارو نہیں۔	ہندی
(۸) سونے کا دہانہ گھوڑے کو تیز گام نہیں بناتا۔	جرمن
(۹) خاموشی غصہ کا علاج ہے۔	عرب
(۱۰) خوش لباس سے پیٹ بھرا اچھا ناچتا ہے۔	فرنچ
(۱۱) دنیا ہے اور خوشامد ہے۔	پرتگیز
(۱۲) ہر کرا کردی خوشامد خوش آمد۔	فارسی
(۱۳) کرنی بھرنی	ہندی

ان تمام کہاوتوں میں ایک صحیح واقعہ سے استدلال ہو کر ایک خاص واقعہ پر استدلال کیا گیا ہے۔ ہر زمانہ میں اور ہر وقت ان کا اطلاق اور استعمال ہو سکتا ہے۔

(ب) دوسری قسم کی وہ مثلیں ہیں جن میں احتمال غالب ہوتا ہے۔ اور بہ نظر احتمال غالب ہی اُن کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

جیسے

(۱) بھکا بے دھرم ننگا بے شرم۔	پنجابی

(۲) جٹ جٹاں دے سالے کریندے گھالے مالے	پنجابی
(۳) الا بلا بہ گردن مُلّاں۔	"
(۴) بوڑھا چوہا چوہے دان میں نہیں آئے گا۔	اٹلی
(۵) بوڑھا بیل سیدھی بیل لگاتا ہے۔	فرنچ
(۶) احمق پرند سب سے پہلے اُڑ جاتے ہیں۔	سپین
(۷) جیسے اندھا نہیں دیکھ سکتا ایسا معذور۔	روسی
(۸) جس گھر میں مرغی اذان دیتی ہے وہ گھر ستیاناس۔	جاپانی
(۹) ہمسایہ کی آنکھ میں رشک بھرا ہوتا ہے۔	ڈنمارک
(۱۰) جو اول آیا اُس کو کام ملا۔	انگریزی
(۱۱) بہادروں پر اقبال مہربانی کرتا ہے۔	"
(۱۲) دیانت دار بہ نسبت بے دیانتوں کے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔	"

ان سب مثالوں کے واقعات اور استدلالات بڑے پایہ کے اور صداقتیں ہیں۔ مگر پھر بھی اُن میں احتمالات ہیں ممکن ہے کہ اُن میں کسی وقت تخلف عائد ہو۔ مثلاً نمبر ۱۲ کی ضرب المثل ہی لے لو لفظ کامیابی کا جو اُس میں باعتبار حالات و کیفیات جسمانی کے بیان کیا گیا ہے۔ وہ محض احتمالی ہے۔ اکثر دیانت دار باوجود تدین اور ایمان داری کے بھی خستہ حال اور ناکامیاب رہتے ہیں۔ ہاں روحانی شانتی اور قناعت جو اُنہیں نصیب ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے۔

(ج) تیسری قسم کی ضرب المثلیں قیاسیہ ہیں اُن کا جزو کثیر اکثر قیاسی ہے۔ اور بذریعہ قیاس کے واقعات پیش آمدہ یا امور مشاہدیہ میں اجتہاد ہوتا ہے۔

جیسے۔

(۱) ہمیشہ کھوٹا پیسہ اُلٹا آتا ہے۔	جرمن
(۲) جیسا آتا ہے ویسا ہی جاتا ہے۔	"
(۳) چاہ کندہ را چاہ درپیش۔	فارسی
(۴) کوئی گل نہیں جس میں خار نہ ہو۔	جرمن
(۵) لنگڑی بکری دن کو نہیں سوتی۔	سپین
(۶) جو بولتا نہیں خدا اُس کی سُنتا نہیں۔	"
(۷) جب دو آدمی لڑتے ہیں اُن میں ہر ایک غلطی پر ہوتا ہے۔	ڈچ
(۸) بدگہر با کسی وفا نکند۔	فارسی
(۹) دسترخوان کے دوست بدلنے کے قابل ہیں۔	فرنچ
(۱۰) مدت کی مفارقت دوستوں کو بدل دیتی ہے۔	"
(۱۱) دوستوں کی محبت زر سے منقطع ہوتی ہے۔	مالابار
(۱۲) اپنے کھیت میں بھیڑیا شکار نہیں کرتا۔	جرمن
(۱۳) ہمسایہ کی مرضی کے موافق کام کر۔	عرب

ان سب امثال میں قائلین یا واضعین نے اُن امور کا حصہ زیادہ رکھا ہے جو مختلف واقعات سے اُن کے دل و دماغ میں جاگزین ہوئے ہیں۔ گو یہ اکثر یہ قیاسات ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں مشتبہات بھی ہیں۔ اور ان کی بنا بہر حالت قیاسات غالب پر ہے۔ جو بمنزلہ صادق تجربوں کے یقین کا درجہ رکھتے ہیں۔

(د) چوتھی قسم امثال کی تجربیہ ہے۔ اس میں بہ تجربہ متواترہ یا شخصیہ امثال کی ترکیب اور

تدوین کی جاتی ہے یا تو واقعات اغیار سے ایسا تجربہ ہوتا ہے۔ اور یا اپنی ذات خاص کے تجارب سے کام لیا جاتا ہے۔ اس قسم اور قسم سوم قیاسیہ و اجتہادیہ میں ایک قسم کی نسبت بھی پائی جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی بہت تھوڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں فرق ضرور ہے

امثال تجربیہ۔

تجربیہ ضرب الامثال کی وہ قسم ہے جو تجارب غیر یا تجارب ذاتی پر مبنی ہو۔

جیسے۔

(۱) بدگوئی سے خاموشی بہتر ہے۔ — پرتگیز

(۲) تا دانہ نہ افشانی نہ روید۔ — فارسی

(۳) دربار میں ہاتھ بہت ہوتے ہیں دل تھوڑے ہوتے ہیں۔ — ڈنمارک

(۴) واقف بہت اور دوست کوئی کوئی۔ — ہندی

(۵) عیش کی رات کی صبح اکثر اداس ہوتی ہے۔ — ڈنمارک

(۶) شام عیش اور صبح عیش میں فرق ہے۔ — عرب

(۷) اچھے گھوڑے کو مہمیز کی ضرورت نہیں۔ — فرنچ

(۸) بہت بولنے والا گدھا تھوڑی گھاس کھاتا ہے۔ — اٹلی

(۹) بھونکنے والا کتا شکاری نہیں ہوتا۔ — پرتگیز

(۱۰) روئے زیبا مرہم دلہائے خستہ۔ — فارسی

(۱۱) ہزار دوست کم ہست و یک دشمن بسیار۔ — ”

(۱۲) سندی کمیں نا لگا ہر کد مندا ہو۔ — حضرت بابا نانک صاحب علیہ الرحمۃ

(۱۳) مینگلا وتے پچگن چیت اَن نہ ماوے کھیت۔ — پنجابی

ان سب امثلہ میں تجربتاً استدلال کیا گیا ہے۔

امثال قولیہ۔

یہ وہ قسم ہے جس میں اقوال مہرہ سے بطور ایک ضرب المثل کے استدلال کیا گیا ہے۔ دراصل ابتدا میں یہ ضرب المثلیں اقوال تھے۔ کثرت استعمال سے اور تسلیم عامہ کی وجہ سے سلسلہ امثال میں منتقل ہوتے گئے۔ جیسے

(۱) چھٹانک بھر عقل سیر بھر دماغ سے اچھا ہوتا ہے۔	ڈچ
(۲) دولت کی محبت بت پرستی ہے۔	انجیل
(۳) زانوئے اشتر بر توکل بہ بند۔	فارسی
(۴) زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ۔	اُردو
(۵) شنیدم ز پیران دینار سنج ٭ کہ زر زر کشد در جہاں گنج گنج ٭	فارسی
(۶) مال مفت دل بے رحم۔	"
(۷) مال عرب پیش عرب	"
(۸) جو کوئی تادیب کو دوست رکھتا ہے معرفت کو دوست رکھتا ہے۔	امثال سلیمانؑ
(۹) ملائم جواب غصہ کھو دیتا ہے۔	"
(۱۰) بہت بولنے والا بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔	فرنچ
(۱۱) جھوٹ برف کی طرح پگھل جاتا ہے۔	جرمن
(۱۲) مردہ پرمت روؤ احمق پر روؤ۔	ترک
(۱۳) بدنام آدمی زندہ مردہ ہے۔	سنسکرت

دراصل یہ سب ضرب المثلیں اقوال ہیں۔ کثرت استعمال کی وجہ سے انہیں قالب امثال میں لایا گیا ہے۔ اور بہ طریق مجازیہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ ان کا ترکیبی نسب امثال سے ملتا ہے

امثال کی عملی قسمیں

جس طرح شعروں کی قسمیں ہیں۔ کوئی فرد ہے۔ کوئی بیت ہے۔ کوئی قطعہ۔ کوئی غزل ہے۔ کوئی مثنوی ہے۔ کوئی خوشی کا سماں لیئے ہوئے ہے اور کوئی غم واوداسی کا۔ کوئی فرحت خیز ہے۔ اور کوئی عبرت نما۔ اسی طرح ضرب الامثال کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ کسی سے کوئی تجربہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور کسی سے کوئی حقیقت جس قدر واقعات دنیا میں گزرتے رہتے ہیں۔ اُنہیں کے مطابق ہی ضرب الامثال کی تدوین بھی ہوتی رہتی ہے۔ عموماً معاشرت کے ہر ایک معاملہ پر کوئی نہ کوئی ضرب المثل پائی جائے گی۔ خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے کتاب منتخب الامثال میں قسم وار امثال دکھائی ہیں۔ اُس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اشعار کی طرح ان کی ذریات بھی کہاں تک بڑھی ہے۔ اور یہ تعجب ہوتا ہے کہ واقعات پر غور کرنے والوں کی تعداد ہر زمانہ میں کہاں تک پیدا ہوتی رہتی ہے۔ تمدنی اور معاشرتی ہی ضرب المثلیں نہیں ہیں۔ معادی اور اخلاقی وغیرہ بھی کثرت سے ہیں۔ ہم بعض زبانوں سے نمونہ کے طور پر چند اقسام لکھتے ہیں

	اردو	پنجابی	فارسی
(۱)	اللہ بس باقی ہوس	اللہ دسے نے بندہ ہے	خدا داری چہ غم داری
(۲)	ضرورت ایجاد کی جڑ ہے۔	گوں نبھاوے جوں بھاویں لگے ہی نہوں	ایجاد حسب ضرورت

	اُردو	پنجابی	فارسی
(۳)	چور کا بھائی گنٹھ کترا	خواجہ دا گواہ ڈڈو	سگ زادہ برادر شغال
(۴)	بلی کو چھیچھڑوں کا خواب	بلی نوں چھیچھڑیاں دا سپنا	شتر در خواب بیند پنبہ دانہ
(۵)	یک پنتھ دو کاج	نالے مونجھ بگڑ نالے دیوی دا درشن	یک تیر دو نشانہ
(۶)	کوڑی حرام بقچہ حلال	شوربا حلال بوٹیاں حرام	
(۷)	دو ملاؤں میں مرغی حرام	سانجھا نہ پٹے کو	دیگ شراکت بہ جوش می آید
(۸)	ہاتھیں کانسا تو پیٹ کا کیا سانسا	ہتھ ٹھوٹھا تے دیس موکلا	ملک خدا تنگ نیست۔ پائے گدا لنگ نیست۔
(۹)	سیر کو سوا سیر	جیسا منہ تیہی چپیڑ	ہر فرعونے را موسیٰ
(۱۰)	اودھر چولھا ادھر کھئی	اگے سپ پچھے شینہ	از دام جو آزاد شدم در قفس افتم
(۱۱)	ہر کمال کو زوال ہے۔	ٹنڈاں کدی بھریاں کدی سکھنیاں	ہر بہارے را خزانے در پئے ہست
(۱۲)	اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت	ویلا وقت وہانیاں کی ہوندا پچھوتانیاں۔	بعد خرابی بصرہ
(۱۳)	جیسا دیس ویسا بھیس	جیسا دیس تیہا بھیس	ہر ملکے و ہر رسمے۔
(۱۴)	زر نہیں۔ عشق ٹیں ٹیں	ڈھڈ وچہ پیاں تے بھبھے گلاں چوکھیاں	عاشقی زرے باید نہ لاف
(۱۵)	عید پیچھے ٹرو۔	دیوالی پچھے بھگا	مشتے بعد از جنگ

(۱۶) بخاور کا آٹا گیلا کم بخت کی دال گیلی۔ | قسمت دا دیا پکائی ہی کھیر ہو گیا ویا۔ | چقندر کا شنتم زرد ک برآمد

(۱۷) پہلے اپنا پھر پرایا۔ | اول خویشاں بعد درویشاں | اول خویش بعد درویش

ان امثلہ سے ناظرین بآسانی معلوم کر سکیں گے کہ جس طرح ایک شاعر مختلف مضامین اور مختلف مقاصد یا واقعات پر بحث کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مثل گو بھی مختلف واقعات کا خلاصہ کر کے ضرب المثل بناتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک شاعر اپنے رنگ میں کہتا ہے۔ اور ایک مثل گو اپنے رنگ میں۔

امثال شعریہ

جیسے بعض اقوال سے ضرب المثلیں بن گئی ہیں۔ ایسے ہی بعض اشعار نے بھی رفتہ رفتہ امثالی روپ دھار لیا ہے۔ یہ ایسے ہی اشعار ہیں۔ جن میں ضرب المثلی رنگ تھا یا جنہیں لوگوں نے مثلی رنگ میں پسند اور انتخاب کیا۔

جیسے۔

(۱) گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
اردو

(۲) وزیرے چنیں شہریارے چنان
جہان چوں نگیرد قرارے چنان
فارسی

(۳) کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
"

(۴) نکوئی با بداں کردن چناں ست — فارسی
که بدکردن بجائے نیک مردان

(۵) سکندر که با غریبان حرب داشت — "
درخیمه گویند در غرب داشت

(۶) ہر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت — "
دماغ بیہوده پخت و خیال باطل بست

(۷) اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا — "
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

(۸) تو کار زمین را نکو ساختی — "
که با آسمان ہم بپرداختی

(۹) چو از قومے یکے بے دانشی کرد — "
نه که را منزلت ماند نه مہ را

(۱۰) چه نسبت خاک را با عالم پاک — مصرع — "

(۱۱) چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند — " — "

(۱۲) چرا کارے کند عاقل که باز آید پشیمانی — " — "

(۱۳) شنیده کے بود مانند دیده — " — "

(۱۴) ہزاروں خواہشیں ایسی که ہر خواہش په دم نکلے — اردو
بہت ارمان نکلے بھی ولیکن پھر بھی کم نکلے

(۱۵) آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — "
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ طوطا ہی رہا

(۱۶)	بدنہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سُنے یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سُنے	اُردو
(۱۷)	دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشان حالی و در ماندگی ٭	فارسی
(۱۸)	کسی کا کب کوئی روزِ سیہ میں ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انساں کا	اُردو
(۱۹)	چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی چو شر از پولس برآید کجا ماند نگہبانی	فارسی
(۲۰)	گویا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ۔ مصرع	اُردو
(۲۱)	زندگی زندہ دلی کا نام ہے ٭ مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں	اُردو
(۲۲)	چھیڑ خوبوں سے چلی جائے اسدؔ گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی	اُردو
(۲۳)	قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا	"
(۲۴)	یہ دو دل کو یکجا نبھاتا نہیں کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں	"
(۲۵)	عدو شود سبب رزق گر خدا خواہد — مصرع	فارسی
(۲۶)	کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد	"

ان اشعار اور مصرعوں سے یہ پتہ لگتا ہے کہ انہیں اکثر اوقات ضرب المثلوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اصل میں یہ شعر ہیں ضرب المثل نہیں ہیں۔

امثال اور اقوال

ضرب المثل اور قول میں فرق ہے۔

ضرب المثل ایک ایسے واقعہ کا خلاصہ یا ایسے مسلمہ کا حوالہ ہوتا ہے۔ جو بطور ایک اصول عام کے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور قول ایک ایسا مسلمہ ہے جو صرف ایک خاص شخص سے سند رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اقوال کے مصدق بھی صدہا یا بیسوں لوگ ہوتے ہیں۔ اور اُن کی بھی امثال کی طرح شہرت عالم گیر ہوتی ہے۔ اُن کا اطلاق بھی عام طور پر کیا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ایک قول ہمیشہ اس حیثیت سے پیش نہیں ہوتا کہ جس حیثیت سے ایک ضرب المثل یا کہاوت پیش ہوتی ہے۔

قول صرف اس واسطے تسلیم کیا جاتا ہے کہ

" وہ ایک مشہور شخص کی طرف منسوب ہے۔

" ایسے شخص کی طرف جس کا احترام مسلّمہ ہے۔

بے شک اُس میں صداقت بھی ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اُس کے تسلیم کرنے کا ایک موجب ہوتا ہے۔ لیکن اکثر ایک قول کے پیش ہونے پر اُس کے قائل کا نام دریافت کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور اُس کے نام کی شہرت کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہی ہے۔ خلاف اس کے ضرب المثل کے اطلاق پر سند بلیغ یا سند صحیح کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ سامعین بغیر کسی حجت اور اعتراض کے تصدیق کرتے ہیں۔ جب کوئی قول معرض بیان میں آتا ہے تو ہمیشہ یوں

کہتے ہیں۔

" کما قال۔ فلان۔

" کما قیل عن فلان بن فلان۔

" کما روی۔

ضرب المثل میں یہ پابندیاں اور یہ قیود کہاں ہوتی ہیں۔ اقوال میں صرف ایک خیال بیان کیا جاتا ہے۔ اور ضرب الامثال میں ایک مصدقہ واقعہ جس کے نتیجہ پر قطعی یقین ہوتا ہے اور وہ عموماً بغیر کسی مزید چون وچرا کے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔
امثال کے نتائج اور آثار پہلے سے تسلیم شدہ ہوتے ہیں۔ اور اقوال برموقعہ کہے جاتے ہیں۔
جیسے کہ

" چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد۔

" عیان راچہ بیاں۔

" چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

" ہماں کاسہ ہماں آش۔

" وزیرے چنیں شہریارے چناں۔

" صداقت ایک طاقت ہے۔

" نحوست ناکامیوں کی جڑ ہے۔

" سچائی چھپی نہیں رہتی۔

" لڑائی کا خطرہ خود لڑائی سے بھی بڑا ہے۔

" ایک ڈراونی شکل اکثر جرائم فاش کر دیتی ہے۔

" ایک دیانت دار دل کے ماتحت ایک سلطنت ہے۔

" تھکے ماندے اور بوجھ سے لدے ہوؤں کو آخر کار آرام کرنے دو۔

" ہر ایک بادشاہ ایک اعلیٰ طاقت کی رعیت ہے۔

" جو زمین پر پڑا ہے گر نہیں سکتا۔

" جو آدمی اپنا مالک بنتا ہے وہ کسی کا نوکر نہیں ہو سکتا۔

" ایک جتھا سمندروں کی لہروں سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔

" خطرہ ہمیشہ بُرائی کا یقین دلاتا ہے۔

" جو اپنے خاندان پر فخر کرتا ہے۔ وہ اُس سرمایہ پر فخر کرتا ہے جو دوسرے کی ملکیت ہے۔

" اگر تو کسی دوسرے آدمی کے تخت پر قابض ہے تو تیری زندگی بھی محفوظ نہیں ہے۔

" خدائے سزا دہندہ مفروروں کے پیچھے پیچھے ہے۔

" اس دنیا سے آسمان پر چڑھنا آسان نہیں ہے۔

" عاجزانہ دولت میں بہت ہی آرام ہے۔

" سچی محبت تاخیر ناپسند کرتی ہے اور اُس کی مطیع نہیں ہوتی۔

" بہت سی بدقسمتیاں انسان کو خاموشی سکھاتی ہیں۔

" تیرا وارث مشکل ہی سے وہ مال رکھ سکتا ہے جو کہ بددیانتی سے حاصل کیا گیا ہو۔

" مدلل سوال علم کا نصف راستہ ہے۔

" سچ بڑا ہے اور ضرور غالب رہے گا۔

" الصّدق ینجی والکذب یُہلک۔

" علم کے تھوڑے قطرے انسان کو دہریہ بنا دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ خدا کی طرف

لے جاتے ہیں۔

" العلم حجاب الاکبر۔

" یا آدمی ہوتا ہے یا حیوان۔

" اللہ تعالیٰ جسے برباد کرنا چاہتا ہے وہ پہلے اُس کے حواس چھین لیتا ہے۔

" یہ معلوم کرنا کہ ایک چیز تمہیں کہاں سے مل سکتی ہے۔ علم کا ایک عجب حصہ ہے۔

" انصاف ہونا چاہئے خواہ آسمان ہی کیوں نہ گر پڑے۔

" جو لفظ بولے جاتے ہیں وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ لیکن تحریر قائم رہتی ہے۔

" موت کی یاد نیکی کا مقدمہ ہے۔

" موتوا قبل ان تموتوا۔

" قانون مدنظر رکھنا حکومت کرنا ہے۔

" جرم مرتکب کی تلاش کرتا ہے۔

" عاجز اور متوسط الحالت گھرانوں کے بچے اکثر تعریف حاصل کرتے ہیں۔

" خوشی بہت مختصر ہوتی ہے۔

" کھاؤ پیو اور عیش کرو۔

" کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

" آزادی دل کی آزادی ہے اور بس۔

" شکر منعم کی طرف دیکھنے کا نام ہے نہ نعمت کی طرف۔

" میں اگر بادشاہ کی خدمت نہ کر چکا ہوتا تو مشائخ کی خدمت نہ کرتا۔

" عبارت کی علم زبان ہے اور اشارت معرفت کی زبان۔

اوپر جس قدر اقوال لکھے گئے ہیں اُن کے قائلین کا پتہ ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ کس وقت معرض بیان میں آئے ہیں۔ اس خوبی سے ضرب الامثال کا پتہ بہت مشکل سے مل سکتا ہے۔
اِن اقوال سے ظاہر ہوگا کہ ان کی اور ضرب الامثال کی ترکیب ہی میں فرق ہے۔ اور استدلال ہی ایک نرالے ڈھنگ کا ہے۔ اور دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ یہ اقوال بڑے بڑے مشاہیر زبان ہر ایک ملک اور قوم کے ہیں۔ لیکن بہت تھوڑے ایسے اشخاص ملیں گے جنہیں یہ سب کی سب یاد ہوں۔ اور اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ لاکھوں اقوال کی یادداشت کا کیا کچھ حشر اور تخمینہ ہوگا۔
ہم نے یہ لکھا تھا کہ امثال سُلیمان علیہ السلام زمرۂ یا سلسلۂ ضرب الامثال میں داخل کیجاتی ہیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ امثال حضرت سلیمان علیہ السلام دراصل اقوال ناصحانہ ہیں۔ ضرب الامثال نہیں ہیں۔ اور اُن کے مقابلہ میں جو لفظ امثال کا اطلاق پاتا ہے۔ وہ مرادف اقوال کے ہے۔ یہ کسی قدر درست معلوم ہوتا ہے۔ اگر تطبیق کیجائے تو ضرب الامثال کی تعریف سے اُن کا اکثر حصہ باہر نکل جاتا ہے۔ اِن کے اندرونی اجزا میں سے بعض اجزا تو اس تعریف کے دائرہ میں لے جا سکتے ہیں لیکن کلہم نہیں۔
مثلاً

" خداوند کا خوف دانش کی ابتدا ہے۔

" دانائی سڑک پر ہو کے بلاتی ہے۔

" اپنے سارے دل سے خداوند پر توکل کرو۔

" وہ آنکھ جو اپنے باپ کو چڑھاتی ہے۔ اور اپنی ماں کا فرماں بردار ہونا حقیر جانتی ہے۔ جنگلی کوے وادی میں اُسکو اچک کے نکال لیں گے۔ اور گدھ کے بچے اُسے کھا لیں گے۔

"وہ عورت جو خداوند سے ڈرتی ہے ستودہ ہو جائیگی۔
اسی طرح عموماً امثال سلیمانی ہیں۔ اور اس کے قریب قریب ہی واعظ کے اقوال بھی واعظ کی کتاب میں ہیں۔
مثلاً
"کون دانشور کے برابر ہے۔
"اپنی راہ چلا جا خوشی سے اور روٹی کھا اور خوش دلی سے اپنی مے پی۔
"وہ جو گڑھا کھودتا ہے سو اس میں گرے گا۔
یہ مقدس کتاب کے امثال ہیں۔ ان کی ترکیب ان کی وضع۔ ان کی روش۔ ان کی افتار ضرب الامثال سے ٹکر ہی نہیں کھاتی۔ اقوال مقدسہ اقوال حکمیہ سے مناسبت رکھتے ہیں گو ہم نے کسی دوسرے موقعہ پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ضرب الامثال کا تاریخی شروع سلیمانی امثال سے شمار ہونا چاہئے۔ مگر بعض محققین کا میلان اس طرف ہے کہ امثال سلیمانیہ داخل سلک ضرب الامثال نہیں ہیں وہ اپنی ذات میں الہامی چاشنی رکھتی ہیں۔ اور ضرب الامثال کا سلسلہ اس چاشنی اور اس تقدس سے ذرا فاصلہ پر ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

امثال اور دوہے

دوہوں میں بعض اوقات ضرب المثل تمثیلاً لی جاتی ہے۔ اس ترکیب سے دوہا ضرب المثل کے قالب میں نہیں ڈھل سکتا۔ شعر میں اگر کہاوت لائی جاتی ہے تو وہ ایک شعری

استدلال ہوتا ہے۔ نہ کہ ضرب المثل

جیسے۔

دوہا۔

(۱) داد و دینا باٗوری چام کو آکھے رام
پوچھ مڑوڑے بیل کی کاڈھے اپنا کام

(۲) کبیرا تیری جھونپڑی گل کٹیوں کے پاس
کرن گے سو بھرن گے توں کیوں بھے اُداس

(۳) مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ گئے لپٹا
ہاتھ ملے اور سر دُھنے لالچ بُری بلا

(۴) سُکھ سینت کا سب کوئی ساتھی
دُکھ بکھا کا کوئی نہ سنگاتی

(۵) پیتم یہ مت جانیو کہ توہی بچھڑے موہی چین
ڈاڑی بن کی لاکڑی سلگت رہوں دن رین

(۶) دھیرج دھرم متر اور نار
آپت کال پرکھیے چار

(۷) بہرے اگے گاونا اور گونگے اگے گل
اندھے آگے ناچنا تینوں ال بلل

(۸) تلسی جد تم آئے تھے جگ ہنسے تم رو۔
کرنی ایسی کرو کہ پاچھے ہنسی نہ ہو۔

(سعدی) تو چناں ذی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریاں بوند تو خنداں

(۹) سائیں سے سچا رہ اور بندے سے مت بہاؤ
بہاویں لمبے کیس کر بھاویں گھونٹ منڈاؤ

(۱۰) اجڑ نگری پھر بسے اور نر دھنیا دھنی ہو
گیا نہ جوبن باورا موا نہ جیتا ہو۔

(۱۱) اُتم سے اُتم ملے نیچ سے نیچ ۔
پانی سے پانی ملے اور ملے کیچ سے کیچ

(۱۲) سدا نہ جوبن تر رہے سدا نہ جیوے کوے
سدا نہ پھولے تُندی سدا نہ ساون ہوے

(۱۳) چار دنوں کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ ۔
بیت ہیں گذرے زندگی سکھ کی کیسی ساکھ

(۱۴) سائیں کا گھر دور ہے جیسے لمبی کھجور
چڑھے تو چاکھے پریم رس گرے تو چکنا چور

(۱۵) جن دَر ڈھونڈا تن پائیاں گہرے پانی پیٹھ
میں دیری ڈوبن ڈری رہی کنارے بیٹھ

(۱۶) کُل کو دیپک پُتر ہے اور مُنہ کو دیپک پان
گھر کو دیپک استری اور دیہہ کو دیپک پران

(۱۷) ہردے اندر آگ لگے تو دھنواں پرگھٹ ہو
جا تن لاگے وا تن جانے دوجا جانے نہ کو

(۱۸) چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روے
دو پاٹن میں آ کے ثابت گیا نہ کو

(۱۹) اُجلا اُجلا سب بھلا اُجلے بھلے نہ کیس ۰
ناری نو ی نہ آپ ڈرے نہ اور کرے نہ ریس

(۲۰) گھر کی جاری بن گئی اور بن کو لاگی آگ
بن بیچارہ کیا کرے جو کرموں لاگی آگ

(۲۱) بھیکا بات اگم کی کہن سنن میں ناں
جو جانے سو ناں کہے کہے سو جو جانے ناں

(۲۲) بھیکا بھوکا کوئی نہیں ہر گٹھری میں لعل
گرہ کھول پرکھو نہیں اس بد بہے کنگال

(۲۳) اُجّل نبکھہ رہیں گت ایک چرن ڈر دھیان ۰۰
ہیں جاناں کوئی سادھ ہے یہاں کپٹ کی کھان

(۲۴) من موتی اور دود کا رتن کا ایک سبھا
ٹوٹا پھوٹا ناں ملے لاکھوں کریں اپا

(۲۵) ٹوٹا پھوٹا بھی ملے کل کندن کی ریت
شیشہ ٹوٹا ناں ملے یہی نیچ کی پریت

(۲۶) کاچے سی جب رس مسے گا در میٹھے ہو
تلسی وہ پھل کون ہے پاکے پھیکی ہو

ان تمام دوہوں سے بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کہ ان کا رنگ ہی کچھ اور ہے ۔ گو ان میں سے بعض کے اجزا میں ضرب المثلیں لی گئی ہیں ۔ جیسے دوہا نمبر ۷ اور نمبر ۱۳ تک ضرب الامثال کی آمیزش سے کام لیا گیا ہے ۔ مگر پھر بھی عموماً ان کی ترکیب ہی ضرب الامثال سے نرالی ہوتی ہے

واضح تر فرق ان دونوں میں یہ ہوتا ہے کہ ضرب الامثال محض سادہ ہوتی ہیں۔ دوہوں میں لوازمات بھی کسی قدر رکھے جاتے ہیں۔ دوہوں میں ان مناسب مناسب لوازمات کے سبب ایک خاص تاثیر بھی ہوتی ہے۔ جو فوری اثر دلوں پر کرتی ہے۔ گو ہندی زبان کی اکثر ترکیبیں غضب کی میٹھی اور موثرہ ہوتی ہیں۔ مگر دوہا میں بالخصوص ایک کشش اور لے پائی جاتی ہے۔

امثال اور اشعار وغیرہ کا تقدم وتاخر

یہ بحث بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ انسانی جماعتوں میں اول اول ضرب الامثال کی بنیاد پڑی یا اشعار اور اقوال وغیرہ مماثلات ضرب المثل کی جس طرح یہ فیصلہ شدہ ہے کہ اول اول نثر ہی کا دور دوران ہوا۔ اس طرح یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ضرب الامثال اور اشعار وغیرہ کی ابتدا ہی میں بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ چونکہ واقعات اور حادثات اور ضروریات کا شروع بھی شروع ہی سے ہوا ہے۔ اور مختلف واقعات مختلف ضرب الامثال کے مقدمات واقعہ ہوئے ہیں۔ اس واسطے اشعار۔ اقوال۔ اور ضرب الامثال کا شروع بھی ساتھ ہی ساتھ ہوا ہوگا۔ جس طرح اصل شاعری ایک وہبی خاصہ ہے۔ اور وہی لوگ اس میں گوئے سبقت لے جاتے ہیں جو وہبی مادہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح واقعات کی تلخیص اور مقدمات ضروریہ کا انتخاب اُنہیں لوگوں سے زیادہ تر تعلق ہے۔ جو معاشرتی۔ تمدنی کاموں میں تجربہ کار ثابت ہوئے ہیں۔ ضرب المثلیں مختلف مقدمات کا نتیجہ ہیں اور مقدمات سے وہی لوگ ماہر اور شناسا ہوتے ہیں۔ جو مختلف رنگوں میں مختلف واقعات کا تجربہ کرتے اور اُن سے نتائج نکالتے ہیں۔

اس اعتبار سے البتہ اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ پہلے سب سے اسباب کی تکوین ہوئی - پھر اُن سے واقعات بنتے گئے - پھر اُن واقعات سے مقدمات تفریحی کی بنیاد قائم ہوتی گئی - پھر اُن کا اقوال - تماثیل - نظایر - اصول تسقفہ کے رنگوں میں اختصار ہوتا گیا - جو طبیعتیں موزون واقعہ ہوئی تھیں - اُن کی بدولت اس سرمایہ سے شعر شاعری اور راگ و تصویر کشی کی نیو رکھی گئی - اور منطق و فلسفہ کی بنیادیں پڑیں - پھر ان میں اختصار کی ضرورت محسوس ہوئی تو رفتہ رفتہ ضرب الامثال بنتی گئیں - روزمرہ بول چال - روزمرہ گفتگو - دادوستد معاملات اور مقاصد میں انہیں جگہ ملتی گئی اور ساتھ ہی ہر ایک طرف سے اُن میں اضافہ بھی ہوتا گیا - گو اس اضافہ کی ترتیب شروع سے ہی کسی خاص اصول پر مدون نہ تھی - لیکن پھر بھی مختلف لوگوں کے قوائے حافظہ نے یہ مشکل ڈیوٹی ذمے بہت پر لی - جس طرح اصول اور کام کی اور باتیں یاد رکھی جاتی تھیں اسی طرح پر ضرب الامثال کا بھی کامل احفاظ کیا گیا - کہتے ہیں یورپ میں تقسیم ضرب المثالیں ہونگی - اس قدر ذخیرہ کا حفظ کرنا ایک حافظہ کا کام نہیں تھا - صدہا حافظوں نے یہ ذخیرہ بہم پہنچایا ہے - اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ گو اقلام اور کواغذ وسیاہی نے بھی سینکڑوں واقعات کا احفاظ کیا ہے - لیکن اصل میں اس کی بنا حافظہ نے ہی ڈالی ہے - اگر حافظہ واقعات کا احفاظ نہ کرتا تو قلم - کاغذ اور سیاہی یہ ذخیرہ کہاں سے لیتی - چشم دید تو ایک شخص لکھ لیتا - آنکھ سے اوجھل اشیاء کا نہیتہ کس طرح ہو سکتا تھا - اب تک کل ملکوں اور کل قوموں کی ضرب المثلوں کا چونکہ قرار واقعی احصار نہیں ہو سکا ہے - اس واسطے بالاستعیاب نہیں کہا جا سکتا کہ کل دنیا میں ان جواہرات تجربہ کا کس قدر ذخیرہ ہے -

امثال اور محاورات

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ضرب الامثال اور محاورات میں بھی کوئی لفظی یا معنوی نسبت ہے۔ یہ درست نہیں۔ محاورات کچھ اور ہیں اور ضرب المثلیں کچھ اور۔ محاورات کی سلک میں کہاوتوں کا پرونا ایک بے جوڑ سا جوڑ لگانا ہے۔ کجا محاورات اور کجا کہاوتیں ضرب المثل یا کہاوت کسی نہ کسی واقعہ یا کم سے کم کسی تجربہ اور قول سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اُس سے ایک واقعہ یا ایک تجربہ کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ خلاف اس کے محاورہ سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک جملہ یا ایک لفظ اہل زبان کس طرح اور کس کس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جیسے

(۱) آہنگ حصار۔ فارسی

مقامات موسیقی میں سے ایک مقام یا ایک مرحلہ کا نام ہے۔

گل بگو تا ثیر زاں عارض حصاری گشتہ است   تاثیر
نغمہ سنجی مے کند بلبل در آہنگِ حصار

(۲) از نفس انداختن۔ فارسی

مراد ست خاموش و بے صدا کردن۔

شکوہ دانہ و دام از نفس انداخت مرا   طغرا
شور بیہودہ زچشم قفس انداخت مرا

(۳) از سر وا کردن۔ فارسی

دور کردن چیزے مطلقاً۔

مانند آن ورق کہ سرو اکند کسے | آصف
حسنت بہ چرخ گنجفۂ آفتاب را

(۴) بے حضور شدن۔ | فارسی

بیمار شدن سے مراد ہے۔

یار عاشق شدست درماں چیست | شفائی
عیسیٰ آنچنا کہ بے حضور شود

(۵) پا از شادی بزمیں نرسیدن۔ | فارسی

کنایہ ہے فرط خوشی اور فرط شادمانی سے۔

ز دیدہ تر من آب خوردہ بند داری | تاثیر
کہ پائے ابر ز شادی نمے رود بزمیں

(۶) بادشاہ و بادشاہ وقت خود۔ | فارسی

کنایہ ہے نہایت آزادی اور فارغ البالی سے

سر م ترمے چہ شود گرم بادشاہ خودم | سلیم
چو شمع افسر من ہست بر کلاہ شب پوشم

(۷) پا چنار سے۔ | فارسی

مراد از مردم بے اعتبار و اجلاف۔

بہار بر صفت سبزہ و پا چنار سے باش | سلیم
سلیم سیر دی از باغ دیپو آب کجا

(۸) سی و دو جماعت۔ | فارسی

کنایہ از تمام جماعت مذاہب۔

امام زادہ کہ کارش بغیر طاعت نیست — سیفی

پری رخست کہ درستی و دوجماعت نیست

(۹) سیاہی زدن۔ — فارسی

خود نمائی کردن۔

گل ز بوے در گلستان لاف شاہی مے زند — سلیم

لالہ از داغ تو بر گلہا سیاہی مے زند

(۱۰) شکستن چشم و گوش۔ — فارسی

کنایہ از نابینا شدن۔

ترسم ز گریہ چشم گہر بار بشکند — صائب

این کاسۂ گدائی گہر بار بشکند

(۱۱) شکستن خواب — فارسی

بے وقت بیدار کرنا۔ اور وہ شور جو ایسی بیداری کے وقت احیاناً خوابیدہ کرتا ہے۔

دل مرا اگر آن شوخ از عتاب شکست — وحید

بچشم او دل من ہم ز نالہ خواب شکست

(۱۲) طرح کش — فارسی

مظلوم بے کس فرمان بردار و محکوم۔

سالک ہمیشہ طرح کش عشق ظالم است — سالک

این جان و دل کہ مے دہم امروز باج نیست

(۱۴) کوچک ابدال۔ — فارسی

باصطلاح قلندران مرید خورد سال سے مراد ہے۔

به خورشید تابان زروئے نکو — وحید

بزرگی کند کوچک ابدال او

(۱) آب خجلت۔ — اُردو

وہ پسینہ جو شرم سے آئے۔

میں سیہ رو اپنے خالق سے جو نعمت مانگتا — بحر

اپنا مونہہ دہونے کو آبِ خجلت مانگتا

(۲) آب و دانہ اُٹھا لینا۔ — اُردو

وطن یا مقام قیام کا چھوڑ دینا۔

خداوندا اُٹھا لے آب و دانہ — بحر

قفس سے پھر سوئے گلشن سفر ہو۔

(۳) آب دانے کے اختیار ہے۔ — اُردو

کہاں تو کہاں ہم یہ جو ساتھ — میرحسن

یہ تھی بات سب آب و دانے کے ساتھ

(۴) آستین کا سانپ۔ — اُردو

چھپا دشمن وہ شخص جو پردہ دوستی میں دشمنی کرے۔

عبث چھوا تیرے گیسوئے عنبریں کا سانپ — وزیر

ہوا ہے ہاتھ میرا میری آستیں کا سانپ

(۵) آگ کا ہنسنا۔ — اُردو

آگ کا تیز ہونا۔

غم سے کسی کے تندمزاجوں کو کام کیا — اسیر
ہنستی ہے گریۂ چشم کباب پر

(۶) آنکھ کا کاجل چرانا۔ — اُردو

انتہا کی چالاکی اور عیاری

یہ قفلِ اشک ہیں وہ بال باندھے چور مژگاں پر — ظفر
کہ آنکھوں میں سے کاجل دیکھ تو ہم چرا لیتے ہیں

(۷) آنسوؤں سے مُنہ دھونا۔ — اُردو

زار زار رونا۔

صبح کو روز اُٹھ کے روتے ہیں۔ — مصحفی
ہم تو مُنہ آنسوؤں سے دھوتے ہیں۔

(۸) آگ لینے آنا۔ — اُردو

آتے ہی پلٹ جانا۔ کھڑی سواری یا کھڑے کھڑے آنا۔

لیتے ہی دل عاشق دل سوز کا چلے — ذوق
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

(۹) آشنائی کٹ کرنا۔ — اُردو

محبت اور یارانہ قطع کرنا۔

پھر دانت نیلے کھٹکے ناخن یہ کہا — انشاء
بس چل لے اب آشنائی تجھ سے کٹ گئی

(۱۰) آج کدھر بھول پڑے۔ اُردو

شکایتاً اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص باوجود ہمسایہ ہونے کے مدت کے بعد آئے۔

روز گھر غیر کے جانا تیرا معمول پڑا ظفر
یاں جو آنکلا ہے تو آج کدھر بھول پڑا

(۱۱) آج کدھر سے چاند نکلا۔ اُردو

بشرح صدر۔

رُخ جو پردے سے میرے اشک قمر کا نکلا جرأت
نہیں معلوم کہ یہ چاند کدھر کا نکلا

(۱۲) آج کس کا مُنہ دیکھا ہے۔ اُردو

یہ محاورہ وہاں بولتے ہیں کہ کوئی مکروہ امر پیش آئے اور دن بھر بُری باتوں کا ہی سامنا رہے۔

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اُٹھے ہیں ذوق
آج کس شخص کا مُنہ دیکھ کے ہم اُٹھے ہیں

(۱۳) آنکھیں کیا چرنے گئی ہیں۔ اُردو

کیا سوجھتا نہیں ہے۔

آنکھ اُن آنکھوں سے چار کرتا ہے مضطر
آنکھیں چرنے گئی ہیں آہو کی۔

فارسی اور اُردو دونوں محاورات سے بہ امثلہ شعری ناظرین معلوم کر سکتے ہیں کہ محاورات سے

وہ معانی مراد ہوتے ہیں جو مرادی ہیں۔ جنہیں اہل زبان نے کثرت استعمال سے مان لیا ہے اور جو فصاحت کی حد میں شمار ہو کر اطلاق پاتے ہیں۔ محاورات میں محض مسلمہ یا اصطلاحی معانی لیئے جاتے ہیں۔ اور ضرب الامثال میں واقعات مسلمہ کی بحث ہوتی ہے۔ فتدبر۔

البتہ بعض محاورات کا رنگ بھی ضرب الامثال سے کچھ کچھ ملتا ہے۔ گو اُنہیں بطور ضرب المثلوں کے عموماً استعمال نہیں کیا جاتا۔ مگر اُن میں ضرب المثلوں کا سماں پایا ضرور جاتا ہے۔ جیسے۔

(۱) آبے لونڈے جابے لونڈے۔ اُردو

جب کوئی خادمہ وقت گزاری کرتی اور حیلے حوالے میں دن تمام کرتی ہے۔ تو دلی کی عورتیں کہتی ہیں تو تو ہمیشہ آبے لونڈے جابے لونڈے کرکے دن گزار دیتی ہے۔

(۲) آپ نے اُٹھائیں ہم نے بھولی ہو لی کھائیں۔ اُردو

(۳) آپ سے چار برساتیں میں نے زیادہ دیکھی ہیں۔ "

یہ جملے وہاں بولے جاتے ہیں جہاں یہ کہنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ میں آپ سے زیادہ ان چالوں کو سمجھتا ہوں۔ آپ سے زیادہ تجربہ کار ہوں۔

(۴) آپ سے دور یا آپ کی جان سے دور۔ اُردو

اُس جگہ بولتے ہیں جہاں مخاطب کی طرف کسی بُری بات کی نسبت دینے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ بہ قول حضرت داغ۔

داغ کہتے ہیں نہیں دیکھو وہ بیٹھے ہیں اُردو
آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے

(۵) آپ کے لڑکے بھی کبھی گھٹنوں کے بل چلیں گے۔ "

یعنی آپ بھی کبھی راہ پر آئیں گے۔ آپ کو بھی کبھی عقل آئے گی۔

(۶) آپ گیلے میں سوئی مجھ سوکھے میں سُلایا۔

عورتیں اپنے ساتھ اپنی ماں یا اور کسی عزیز کی کمال محبت اور دل سوزی ظاہر کرنے کے وقت بولتی ہیں کہ اُس نے آپ تکلیف اُٹھائی اور مجھی ہمیشہ راحت پہنچائی۔

(۷) آٹھوں گانٹھ کمیت۔

وہ کمیت گھوڑا جس کے آٹھ جوڑ مضبوط ہوں مجازاً شہرۂ عیوب کا پُتلا۔

(۸) آج سے کل نزدیک ہے۔

یعنی موجودہ دن سے آنیوالا دن قریب ہے۔ اس کا استعمال وہاں کرتے ہیں جہاں کوئی آیندہ زمانہ کو دور سمجھ کر اچھے کاموں میں تساہل اور غفلت کرتا ہے۔

(۹) آج کے آج اور آج کے سو برس ہیں۔

یہ جملہ عورتیں وہاں بولتی ہیں جہاں یہ جتانا ہوتا ہے کہ جو بات ہونیوالی ہے وہ ہو کے رہیگی۔ آج نہ ہو سو برس میں ہو مگر ہوگی ضرور۔

(۱۰) آج نصیبوں سے ہاتھ لگے ہو۔

اتفاق یا خوبیٔ قسمت سے ملاقات ہوئی ہے۔

(۱۱) آسمان پھاڑ کے تھگلی لگانا۔ اردو

دشوار یا محال کام کرنا۔

رند۔

کیا آسمان پھاڑ کے تھگلی لگائے گی
صاحب ابھر چلی ہے بہت گات آپ کی

(۱۳۱) آسمان دور ہے زمین سخت ہے۔

بے بسی کے مقام پر بولتے ہیں۔

نواب میرزا شوق۔

پر میں اب اُس کو کیا کروں کم بخت

آسماں دور ہے زمیں ہے سخت

امثال باعتبار مفہوم عامہ ومفہوم خاصہ

ضرب الامثال ادبی دنیا کی ایک صنف ہیں۔ جس طرح دیگر اصناف ادبی میں بعض مسلمات اور بعض بیانات وقیاسات درست اور صحیح ہوتے ہیں۔ اور بعض غلط اور نادرست۔ یا بعض باموقعہ اور بعض بے موقعہ۔ اسی طرح ضرب الامثال کی بھی کیفیت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ضرب المثل ضرور ٹکسالی ہی ہو۔ اور اُس کا مفہوم درست ہی ہو۔ یا اُس کی بنیاد صحیح قیاسات پر رکھی گئی ہو۔

بہ قول حکیم ارسطو ضرب المثل کے واسطے ایک عام شہرت کی ضرورت ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ عامہ صداقت بھی رکھتی ہو۔ ممکن ہے کہ ایک ضرب المثل ایسے حالات میں یا ایسے واقعات کی بنیاد پر موضوع ہو کہ وہ واقعات اب نہیں رہے ہیں۔ یا ایسے واقعات کی بنیاد ہی غلط ہو جیسے کہ ملتانیوں کی بابت یہ ایک پرانی ضرب المثل ہے۔

سفر ملتان تا بہ عید گاہ۔

شاید کسی وقت یا اپنی تدوین کے زمانہ میں یہ صادق ہو۔ مگر اب تو چونکہ اہل ملتان بھی دور دور کا سفر کرتے اور باہر جاتے ہیں۔ اس واسطے اب اس کا اطلاق سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ

کوئی شخص پست ہمتی سے باوجود عزم کے تھوڑی سی کوشش کے بعد رہ جائے۔ اور اُس وقت مجازاً یہ کہا جائے کہ

" سفر ملتان تا بہ عید گاہ۔

(۲) زن ۔ زمین ۔ زر ۔ تینوں جھگڑے کا گھر۔

بے شک ان اسباب سے بھی اکثر جھگڑے اُٹھے۔ اور یہ اسباب بھی صدہا نہیں بلکہ ہزاروں بکھیڑوں کے موجب ہیں۔ مگر ان کے سوائے اور بھی باتیں مناقشت اور منافرت کی ہیں مذہبی باتوں کا ان اسباب ثلاثہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر مذہبی جھگڑوں کی کثرت بعض وقت ان سے بھی کہیں بازی لے جاتی ہے۔ حالانکہ مذاہب میں نہ زن کا جھگڑا ہوتا ہے نہ زمین اور زر کا۔ روحانی باتوں کی نسبت ہی حد درجہ کی مخاصمت ہو جاتی ہے۔

(۳) چوری یاری چاکری باجھ وسیلے ناں۔

اکثر معاملات میں یہ درست اترتی ہے۔ اور بعض اوقات اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی چور ۔ یار ۔ نوکر بغیر وسیلہ کے بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہاں عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا۔ خاص حالات اگر مستثنیات میں لیئے جائیں تو ہو سکتا ہے۔

(۴) رات چور دی دن ساہد دا۔

بے شک چور رات کو ہی زیادہ تر چوریاں کرتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں ہے۔ دن کے وقت بھی چوریاں ہوتی ہیں۔ بہ مفہوم اکثریت یہ قیاس درست اور صحیح اُترتا ہے۔ کلیہ قاعدہ نہیں قرار پا سکتا۔

(۵) ملک اٹلی کی ایک ضرب المثل ہے۔

" اچھا سوار کبھی نیزہ سے خالی نہیں ہوتا۔

گو سواروں یا سواری کا لازمہ یا زیور نیزہ بھی ہے۔ لیکن ہمیشہ سوار نیزہ نہیں رکھتے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بے نیزہ کوئی سوار ہو ہی نہیں سکتا۔ صدہا سوار بے نیزہ ہیں اور پھر چابک دست سواروں میں شمار ہوتے ہیں۔ جس ملک میں نیزہ نہیں اُس میں بھی اچھے اچھے سوار ہوتے ہیں۔

اور بعض لوگ سوار تو غضب کے ہوتے ہیں لیکن نیزہ بازی میں مشق نہیں رکھتے اُنہیں تیر و تفنگ اور بندوق تلوار کی مشق ہوتی ہے۔

(۶) سپین۔

سب سے اچھا بیاہ اُس کا ہے کہ جس کی نہ ساس ہو نہ نند

شاید سپین میں یہ درست ہو ہندوستان میں منگائی کے وقت دونوں طرف سے دیکھتے ہیں کہ لڑکے لڑکی کے ماں باپ اور رشتہ دار بھی ہیں یا نہیں۔ لڑکی والے شوہر کی تلاش پیچھے کرتے ہیں پہلے اُس کا کنبہ دیکھتے ہیں۔ اور سپین کی ضرب المثل کے مطابق ہندوستان میں شادی کرنا بُرا منایا جاتا ہے۔

(۷) فرینچ۔

دزدیدہ شی معلوم ہو جاتی ہے۔

یہ کوئی کلیہ نہیں۔ بیسوں دزدیدہ شئیں دزدیدہ نہیں معلوم ہوتیں۔ بیسوں آدمی چوری کی شئیں رکھتے اور دن دہاڑے بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ لیکن خریداروں کو اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ بعض وقت جوڈیشل عدالتیں بھی چوری کی شئیں چور ہی کو واپس دیتی ہیں۔ حالانکہ وہ شئیں فی الحقیقت چوری کی ہوتی ہیں۔ ہاں کبھی کبھی اس جہت سے بعض دزدیدہ شئیں معلوم ہو جاتی ہیں کہ شئیں قیمتی یا عجائبات سے ہوتی ہیں اور چور کی حیثیت

اُن کے شایان شان نہیں ہوتی۔ لوگ اس واسطے قیاساً تاڑ جاتے ہیں۔

(۸) پرتگیز۔

چور کو تم دیانت دار بنانا چاہو تو اُس پر اعتبار کرو۔

اس کے مقابلہ میں بالفاظ دیگر سعدی بلبل شیراز نے کہا ہے۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود

گرچہ با آدمی بزرگ شود ٭٭

سعدی کی ضرب المثل بمقابلہ پرتگیزی ضرب المثل کے صداقت آمیز اور عامہ ہے۔ چور پر اعتماد شاید کبھی ہی راس آئے۔ کیونکہ چور ہمیشہ اپنی عادت کی وجہ سے بددیانت ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۹) فارسی۔

دزد باش و مرد باش۔

ان معنوں میں تو درست ہے کہ انسان جو کام کرے حوصلہ اور ہمت سے کرے۔ لیکن ان معانی میں درست نہیں کہ مرد بنو خواہ چوری ہی کرو۔

(۱۰) عرب۔

کانٹے دار درخت سے گوند پیدا ہوتا ہے۔

یہ کلیہ قیاسی ہے۔ گلاب کانٹے دار ہوتا ہے۔ اُس سے پھول پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک خوشنما شگوفہ لاتا ہے۔ گوند نہیں رکھتا۔

بیری کانٹے دار ہے۔ اُسے بیر لگتے ہیں گوند نہیں نکلتا۔

رنگترہ بھی کانٹے دار ہوتا ہے۔ اُس سے بھی گوند نہیں نکلتا بلکہ ایک خوش نما پھل دیتا ہے۔

(۱۱) تامل۔

دوا کا اثر اعتقاد سے ہوتا ہے۔

یہ بالکل درست ہے کہ عقیدہ اور خیال بھی طبیعت پر بہت کچھ اثر کرتا ہے۔ لیکن اسے بطور ایک کلیہ کے ماننا تجربات کے خلاف ہے۔ ادویہ محض اعتقاد کے ہی تابع نہیں ہیں۔ اُن کی خاصیت بطور خود بھی باوجود خلاف یا موافق خیال کے موثر ہوتی ہے۔

(۱۲) ڈچ۔

اگر ایک نہ چاہے گا تو دوسرا چاہے گا۔

اس کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ میں یہ ہے۔

" تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔

یہ کلیہ نہیں کہ اگر ایک نہ چاہے تو دوسرا چاہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ بمصداق

دل را بدل رہے ست درین گنبد سپہر

جب تک دونوں دل نہ چاہیں ایک دوسرے کو چاہ نہیں سکتے۔

(۱۳) ہندی۔

سب چیزوں میں افراط منع ہے۔

بے شک اکثر اشیاء میں باعتبار حالات کے افراط منع ہے۔ لیکن کیا نفس سعادت میں بھی افراط منع ہے۔ لفظ سب نے اس کی جامعیت معرض خطر میں ڈال دی ہے۔

ایسی سب ضرب الامثال سے پتہ لگ جائے گا کہ ان کی جامعیت فرضاً قیاس کرلیگئی ہے۔ اُن کے جزی اطلاق میں تو کلام نہیں۔ لیکن کلی اطلاق میں کلام ہے۔

ہاں ایسی بھی ضرب المثلیں ہیں جو اپنے مفہوم میں جامع واقع ہوئی ہیں۔ جیسے

(۱) ڈنمارک

حسن بغیر نیکی کے ایسا ہے جیسا پھول بغیر خوش بو کے۔
یہ ایک مسلمہ ہے۔ اس میں فرق ہی نہیں آسکتا۔ ایک حسین عورت اگر باعصمت باعفت نہ ہو چاہے اُس میں حُسن کے علاوہ اور بھی انواع در انواع خوبیاں ہوں۔ اُس کی کوئی عزت اور کوئی احترام ہی نہیں۔ اُس کے مقابلہ میں ایک غریب باعصمت عورت ہمیشہ فخر کرتی ہے۔

(۲) ڈنمارک۔

اگر داڑھی پر سب باتوں کا مدار ہوتا تو بکرا جیت میں رہتا۔
یہ ایک سچی فلسفی ہے۔ مدار اعمال پر اور انحصار نیات پر ہے۔ نہ کہ داڑھی اور مونچھوں پر۔

(۳) فارسی

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد۔

یہ بالکل درست ہر موقعہ اور ہر زمانہ میں چسپاں صادق۔

(۴) روسی۔

مٹی کا برتن پیتل کے برتن سے نہیں لڑ سکتا۔

یہ بالکل درست اور سچا قیاس ہے۔

(۵) ملتانی۔

کاں بٹھایا پنجرے پڑھیا چار ے دید ؛
عقل نہ مولے آئی ہے رہیا ڈیڈ کا ڈیڈ ؛

یہ بالکل درست ہے اور ہر زمانہ میں اور ہر کوے پر چسپاں ہے۔ چاہے کوّا کتنا ہی عرصہ قفس میں رہ کر تعلیم پائے پھر بھی اُس کے اطوار حالات میں فرق نہیں آسکتا۔
ڈیڈ ملتانی زبان میں محض لایعقل حیوان کو کہتے ہیں۔

(۶) افغانی

ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔

یہ بالکل درست ہے۔ ایک ہاتھ سے تالی بجانا ناممکنات سے ہے۔

(۷) ڈچ۔

ہاتھ میں ایک پرند ہوا کے دس پرندوں سے بہتر ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں۔

(۸) عرب۔

بڑھاپے کی متانت جوانی کی نزاکت سے اچھی ہوتی ہے۔

یہ بالکل درست اور مطابق واقعہ ہے۔

(۹) جاپان۔

دن جو ساٹھ برس کی عمر میں ہوتا ہے وہی تیس برس میں۔

اس میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

(۱۰) انگلستان۔

سیاہ مرغی سفید انڈا دیتی ہے۔

لا شک فیہ۔

(۱۱) ترک۔

توبہ کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

یہ بالکل درست ہے۔ ندامت اور خجالت کی حالت میں گرم جوشی محض کافور ہوتی ہے۔ سچے دل سے ٹھنڈے آنسو چشم تپاں کی راہ سے نکلتے گرتے اور آتش عصیان بجھاتے ہیں۔

(۱۲) بال بودھ۔

جھوٹ کے پانوں نہیں۔

یہ بالکل سچ ہے۔ جھوٹ آخر جھوٹ ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ جھوٹ بعض دفعہ کام لے نکلتا ہے، مگر اخیر پر اُس کی کسباد بازاری ہوکر راز کھل جاتا ہے۔

(۱۳) سنسکرت۔

قطرے قطرے پانی سے مٹکا بھر جاتا ہے۔

یہ ایک سچی بات ہے۔ لگاتار کوشش سے آخر کامیابی ہوتی ہے۔ ان امثلہ یا ان اقوال سے آشکارا و عیاں ہے کہ ان میں جو جو باتیں کہی گئی ہیں۔ وہ بالکل درست اور ہر وقت وقوع میں آنے والی ہیں۔ اُن کے سب اجزا اور سب استدلالات صحیح پایہ پر کئے گئے ہیں۔ ان میں کبھی بھی تخلّف او ر تشتّت واقعہ ہونے کا احتمال نہیں ہو سکتا۔

ان میں باعتبار مسلّمہ واقعات اور عامہ صداقتوں کے صداقت اور راستی بھری گئی ہے ان میں وہ عملی طاقت مودعہ ہے کہ جو کبھی اور کسی حالت میں ضائع ہو ہی نہیں سکتی۔

ایسی ہی ضرب المثالیں صداقت عامہ کے پیرایہ میں جواہرات کے ریزے اور یواقیت کے دانے شمار ہوتی ہیں۔ ایسی ہی کہاوتیں ہیں۔ جنہیں باعتبار مفہوم عامہ کے مسلّمہ کہاوتیں کہا جاتا ہے۔ یہ تنوع اور یہ صنفیت کچھ کہاوتوں سے ہی مخصوص نہیں۔ اشعار اور اقوال میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ صدہا بیتیں ہزاروں اشعار اور اقوال بھی من وجہ اطلاق پذیر ہیں۔ اور صدہا بطور ایک صداقت عامہ کے اطلاق پاتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ شاعری میں بذریعۂ انتخابات کثیرہ ایسے اشعار اور اقوال مہرہ پر انتخاب کے نمبر لگا دیئے گئے ہیں۔ اور علمی دنیا میں اُن کی شہرت ہو چکی ہے۔ خلاف اُس کے

ضرب الامثال ابھی اس احترام یا اعزاز اور انتخابی شرف سے محروم ہیں۔
ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

شہرتِ امثال

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی شے کوئی مضمون کوئی فقرہ کوئی مقولہ کوئی شعر۔ کوئی کہاوت یاد نہ کی جائے کیونکر یاد آ سکتی ہے۔ اُن کے خیال میں قوت حافظہ بذاتہ سوائے تحریک خارجی کے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ یہ تھیوری غلط ہے۔ قوت حافظہ تحریک میں بھی آ کر کام دیتی ہے۔ اور خود بخود بھی کام میں لگی رہتی ہے۔ ہم اپنی زندگی میں ہمیشہ ساری شئیں ساری حکایتیں سارے اقوال سارے اشعار سارے فقرات دماغ کو تکلیف دے کر ہی یاد نہیں کرتے۔ اُن میں سے اکثر مضامین کی یاد دماغ اور حافظہ خود بہ خود بھی کرتا ہے۔

اکثر لوگ ایسے ہی ہیں۔ جنہیں مختلف اشعار۔ مختلف ابیات۔ مختلف فقرات اور مختلف کہاوتیں یاد ہیں۔ لیکن وہ یہ کبھی نہیں کہہ سکیں گے کہ اُن میں سے اُنہوں نے کتنے مضامین ارادتاً یاد کئے تھے۔ یہ تفصیل تو عموماً طالب علم ہی دے سکیں گے۔ اور لوگ سوائے چند کے مکمل تفصیل کبھی نہیں دے سکتے۔ دراصل قدرت نے دماغ اور حافظہ میں ایک ایسی جاذبہ طاقت ودیعت کر رکھی ہے جو با مذاق بھی واقعہ ہوئی ہے۔ انسان جب کوئی اچھا مضمون سنتا۔ اچھا شعر پڑھتا اور اچھا سمان دیکھتا ہے۔ اُس کا حافظہ اُس کی قوت جاذبہ خود بہ خود اُس کا عکس لے لیتی ہے۔ بالیقین سے کا عکس از خود پلیٹ دماغ پر آ جاتا ہے۔ ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی اور دماغ اُسے جذب کر لیتا ہے۔ ہم اگر مخلّٰی بالطبع ہو کر سوچیں

ہمارے دماغ میں کس قدر خیالات اور کس قدر مضامین معکوس ہیں۔ تو شاید بہت کم مواد ملے گا۔ لیکن ہم روز دیکھتے ہیں کہ جب وقت یا کوئی موقعہ اور محل آتا ہے تو خود بخود دماغ کے خزینہ میں سے اندوختہ یا معکوسہ منظر روشن ہوتا آتا ہے۔ ہم جب کوئی مضمون لکھتے ہیں تو قلم اُٹھاتے ہی جوف دماغ میں سے مضامین کی آمد آمد شروع ہوتی ہے لیکن اس سے اول ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ جوف دماغ میں کیا کچھ بھرا ہے۔

جس قدر ہمیں مقولے۔ اشعار اور کہاوتیں یاد ہوتی ہیں اُن کا اکثر حصہ اسی رنگ سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہم عموماً ارادتاً ایسے مضامین ازبر کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اسی اصول پر از خود ہمارے دماغوں میں کہاوتیں بھی منتقل ہوتی گئیں۔ اور دماغ اُنہیں قبول کرتا گیا۔ موقعہ بموقعہ وقت بوقت اُن کا اطلاق مختلف لوگوں کی جانب سے ہوتا رہا۔ جس طرح ہم نے کسی اور کے ذریعہ سے اُن کا خیر مقدم کیا تھا۔ اور ہمارے دماغوں نے خوشی سے اُنہیں قبولا تھا۔ اسی طرح اوروں نے بھی پیش قدمی کی۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی شہرت عالمگیر ہوتی گئی۔ کوئی اصل ہی لے گیا۔ اور کسی نے ترجمہ کیا۔

یہاں تک کہ ساری دنیا میں اُن کی شہرت ہوتی گئی۔ یہ کچھ امثال پر ہی موقوف نہیں ہر ایک قسم کے مضمون کی شہرت کا یہی ذریعہ رہا ہے۔ اشعار۔ راگ۔ کہاوتیں۔ اور مقولات بالخصوص اسی طریق عمل سے ملکوں اور قوموں میں رفتہ رفتہ شہرت یاب ہوئے ہیں۔ اگر ارادتاً انہیں یاد کیا جاتا تو شاید اس کا عشر عشیر بھی ذخیرہ جمع نہ ہو سکتا۔ سبحان اللہ قدرت کیسی فیاضی سے کام دے رہی ہے۔ اگر ہمارے دماغوں میں یہ قوت گرانی طاقت نہ رکھی جاتی تو ہمیں مختلف مضامین کی یاد کے واسطے بمقابلہ موجودہ حالت کے صد گنا محنت اور تکلیف اُٹھانی پڑتی اور پھر کامیابی پھر بھی نہ ہوتی۔

(واقف)

از اشک مپرس یدکہ در دل چہ خروش ست
این قطرہ ز دریا چہ خبر داشتہ باشد

استعمال امثال

استعمال امثال کی فلسفی اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی۔ جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے۔ کہ ضرب المثلیں۔

" ترکیب کیوں پاتی۔

" یاد کی جاتی ہیں۔

" اور ان کی ضرورت کیا ہے۔

میری رائے میں تمام ضرب المثلیں محض ارادتاً ہی ترتیب نہیں دیگئی ہیں۔ اور نہ ان کی ترتیب کسی خاص تعلیم یا تربیت کی محتاج ہے۔ جس طرح راگ اور راگنیاں فرط یاس یا فرط محبت اور لے میں تربیت پاتی رہتی ہیں۔ اور یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کس وقت ان کی ترتیب عمل میں آئی۔ اُسی طرح یہ بھی مشکل سے پتہ لگتا ہے کہ امثال کی تدوین اور ترتیب کن کن وجوہ سے ہوئی یا ہوتی ہے۔ جیسے راگ اور راگنیاں بے ساختہ ترتیب پاتی ہیں۔ ایسے ہی ضرب المثلیں بھی عموماً بے ساختہ تدوین پاتی ہیں جب ایک واقعہ یا انوکھا تجربہ معرض ظہور یا معرض بحث میں آیا۔ اُسی وقت کسی شخص نے خاص الفاظ میں اُس کا خلاصہ کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ وہی خلاصہ ضرب المثل یا کہاوت کے نام سے شہرت پا گیا۔

جس ضرب المثل یا جس کہاوت کی تدوینی وجہ کی جستجو کرو۔ اخیر پر یہی نتیجہ نکلے گا کہ ایک ناگہانی واقعہ یا ناگہانی قول یا فعل کے وقوع پر ایک ضرب المثل کا وجود پیدا ہوگیا۔ اور اس کی رفتہ رفتہ شہرت ہوتی گئی۔ فی صدی شاید پانچ ضرب المثلیں بھی ایسی نہیں پائی جاتی ہوں گی۔ جن کی تدوین اور ترکیب میں کسی کا خاص ارادہ شامل ہو۔

ضرب المثلوں یا کہاوتوں کی ترتیب اور مفہوم ہی شاہد ہیں کہ وہ بالبدیہہ کہی گئی ہیں۔ اُن کی ترتیب اور اُن کی تدوین نہ تو کسی خاص فن کے تابع ہے۔ اور نہ کسی خاص اصول کے۔ ہم اس کے اثبات میں اُردو۔ فارسی۔ پنجابی کی چند ضرب المثلیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) موئے بابے دے وڈے وند۔ پنجابی

ترجمہ۔ متوفی باپ کے بڑے بڑے دانت

مطلب اس کا یہ ہے کہ

زندگی یا موجودگی میں تو ایک شخص یا ایک شے یا ایک واقعہ کی کوئی قدرومنزلت نہیں ہوتی محض کس مپرسی میں ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ شخص یا شے یا وقت گزر جاتا ہے تو اُسے ایک عظیم الشان واقعہ بیان کرکے ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب ایک واقعہ کے انقضاء کے بعد اُس کی تعریف یا عظمت کا اظہار کیا جائے۔

(۲) گھروں آواں ہیں تے سنیہے دے ایہہ۔ پنجابی

ترجمہ۔ گھر سے تو میں آؤں اور پیغام یہ دے۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب ایک شخص باوجود ایک واقعہ یا ایک کیفیت کی ناواقفی کے واقف شخص کے سامنے خواہ مخواہ دخل در معقولات دے۔

(۳) آلڑائی میرے ویڑھے وچوں جا۔ پنجابی

ترجمہ۔ آلڑائی میرے گھر میں سے ہو کر جا۔

یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص خواہ مخواہ دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرے۔

(۴) جدہی کوٹھی وچہ اوندے کملے بھی سیانے۔ پنجابی

ترجمہ۔ جس گھر میں دانے ہوں اُس کے بے عقل آدمی بھی دانا سمجھے جاتے ہیں۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کسی دولت مند با اقبال شخص کی بات باوجود خلاف عقل یا عام بات ہونے کے تسلیم کیجاتی یا عزت دی جاتی ہے۔

(۵) گنڈھ نہ پلے آکڑ آکڑ چلے۔ پنجابی

ترجمہ۔ پاس نہ پیسہ نہ روپیہ یوں ہی اکڑ اکڑ چلتا ہے۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جب کوئی شخص باوجود کوئی وصف نہ ہونے کے خواہ مخواہ اترائے اور شیخی بگھارے۔

(۶) آجکل تمارے نام کمان چڑھتی ہے۔ اُردو

کسی کی ترقی دولت اور منصب کے دور میں بولتے ہیں۔

(۷) آج کے بنئیے کل کے سیٹھ۔ "

یہ مثل اُس جگہ بولتے ہیں جہاں یہ کہنا مقصود ہوتا ہے کہ زمانہ کا انقلاب ہوتا ہی رہتا ہے جو کل امیر تھا آج فقیر ہے۔ اور جو آج فقیر ہے ممکن ہے کہ وہ کل امیر ہو جائے۔

(۸) آج کے تھپے آج ہی نہیں جلتے۔ اُردو

یہ مثل اُس جگہ بولتے ہیں جہاں یہ کہنا مقصود ہوتا ہے کہ جس کام میں تدریج ضروری ہے وہ فوراً نہیں ہو سکتا۔ آہستہ آہستہ ہی ہوگا۔

(۹) آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ اُردو

آدمی کا بہکانے والا آدمی ہے۔ نیک آدمی کو بد آدمی کی صحبت خراب کر دیتی ہے۔

(۱۰) آدمی کچھ کھو کے سیکھتا ہے۔ اُردو

کچھ نقصان اُٹھانے کے بعد تجربہ حاصل ہوتا ہے۔

(۱۱) کے آدمی و کے پیر شدی۔ فارسی

حسب نمبر ۸۔

(۱۲) کہ کرد نہ یافت "

کس نے کیا اور نہ پایا۔

جب کوئی بُرا کرتا اور پھر اُس کا نتیجہ اُٹھاتا ہے۔ تو اُس وقت یہ کہتے ہیں۔

(۱۳) شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ فارسی

یہ اُس وقت بولتے ہیں۔ جب بغیر تجربہ بغیر دیکھے بغیر واقفیت اس طرح رائے دی جاتی ہے کہ گویا چشم دیدہ یا متجرب ہے۔

(۱۴) حلوا خوردن را روئے باید۔ فارسی

جب کوئی آدمی ایسی آرزو رکھے جو اُس کے درجہ ہستی سے بالا ہو تو اُس حالت میں یہ بولتے ہیں

(۱۵) داشتہ آید بکار گرچہ بود زہر مار۔ فارسی

یہ کفایت شعاری۔ اور حفظ ماتقدم اور ما قبل حزم احتیاط کے موقعہ پر بولتے ہیں۔

اوپر کی سب ضرب المثلوں سے ظاہر ہے کہ ان میں کوئی تکلف اور کوئی آورد نہیں ہے۔ ان کے مفہوم اُن کی ترتیب سے بے ساختہ پن پایا جاتا ہے۔ سر مو تکلف نہیں۔ ان کی ترکیب ہی زبان حال کہہ رہی ہے کہ جس طرح کسی واقعہ کے وقوع پر یا کسی ناگہانی مشاہدہ کے وقت فی البدیہہ

کچھ کہا سنا جاتا ہے۔ وہی کیفیت ان میں بھی موجود ہے۔

پہلے دو سوالوں کا جواب آگیا۔

اب تیسرا سوال رہا یہ کہ

ان کی ضرورت کیا ہے۔

سب سے پہلے یہ کلیہ ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ۔

الضرورت ام الایجاد۔

کوئی ایجاد اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک ضرورت محسوس نہ ہو۔ بہ اقتدائے کلیہ ہذا یہ ماننا پڑے گا کہ ضرورتاً ان کی تدوین عمل میں آئی۔ رہی یہ بات کہ کیسی ضرورت۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی ضرورتیں حسب ذیل ہو سکتی ہیں۔

(الف) تجربی ضرورت۔

(ب) اصلاحی ضرورت۔

(ج) علمی ضرورت۔

(د) ادبی ضرورت۔

ضرب المثل ان ہر چہار ضرورتوں کا مجموعہ ہے۔ اس سے تجربہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اصلاح بھی ہوتی ہے۔ علم بھی بڑھتا ہے۔ اور ذخائر ادبیہ میں بھی افزونی ہوتی ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ

ضرب الامثال کا استعمال کن اصول کے تابع ہے۔

ضرب الامثال کے الفاظ اور ظاہری ترکیب گو ایک یا کسی خاص معاملہ سے نسبت رکھتی ہو۔ لیکن در اصل اس کا اطلاق ہمچو قسم پر ایک وسعت سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔

(۱) موئے بابے دے وڈے وند۔ پنجابی

الفاظ سے تو صرف موت کے واقعہ پر ہی اطلاق ہوگا۔ لیکن صرف یہی نہیں، بلکہ ہر واقعہ اور ہر بات پر جو ازین قبیل ہوگی۔ اس مثل کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

مثلاً ایک شخص جوانی یا شباب کے واقعات کا اس طرح ذکر یا اعادہ کرے کہ در اصل عہدِ شباب میں اُس کا عشرِ عشیر بھی نہیں تھا۔ تو اُس موقعہ پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے گا۔

(۲) آغا میر کی وائی سب سیکھی سکھائی۔ اُردو

جو عورت سب گنوں پوری نہایت عیار چالاک ہو۔ اُس کی نسبت ایسا کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مرد بھی ایسے گنوں کا ہو تو اُس کی نسبت بھی مجازاً اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

(۳) آدمی کو ڈھائی گز زمین کافی ہے۔ اُردو۔

جب کوئی عمارت وسیع بنانے کا ارادہ کرتا ہے اور یہ مزید ہوس ہوتی ہے کہ جہاں تک زمین ملے گھیرتے چلے جائیں۔ تو نصیحتاً یہ جملہ کہتے ہیں۔ کہ جہاں قیامت تک رہنا ہے۔ وہ صرف ڈھائی گز زمین ہے۔ یعنی قبر کی زمین اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر اس حرص و ہوا سے کیا حاصل۔

گو یہ محض عمارت کے واسطے ہے۔ مگر جہاں حرص و ہوس انتہا کی ہوگی۔ وہاں بھی اس کا اطلاق کیا جاسکے گا۔

(۴) ہلو نہ ہلاؤ مجھے بیٹھے ہی کھلاؤ۔ اُردو

جہاں سستی اور کاہلی کسی میں پائی جائے گی وہاں اس کا اطلاق ہوگا۔

(۵) کہاں راجہ بھوج اور کہاں گانگی تیلن۔ اُردو

یہ ہر ایسے موقعہ پر بولی جاسکتی ہے۔ جہاں دو انسانوں، دو اشیاء، دو واقعات میں

مساوات نہ ہو اور یہ ثابت کرنا ہو کہ ان میں کوئی نسبت نہیں

(۶) یہ ناؤ کس نے ڈبوئی۔ خواجہ خضر نے — اُردو

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جب کوئی مربی۔ کفیل۔ ضامن اور ذمہ وار ہو کر خود ہی ایک شی کی تخریب اور تذلیل کا باعث ہو۔

(۷) واہ واہ رے اسّی برس کی عمر اور میاں معصوم نام۔ — اُردو

یہ ہر ایک ایسے موقعہ پر اطلاق پا سکتی ہے۔ جہاں کوئی شخص ایک خلاف واقعہ ادعا کرے۔

(۸) مانگتے تانگتے کام چلے تو بیاہ کرے مُلّا۔ — اُردو

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جب کوئی شخص سوائے محنت اور جائز صورت کے ادھر اُدھر پھیر پھیرا کام چلاتا اور زندگی بسر کرتا ہے۔

(۹) برسویں سنی شوم برابر ہوتا ہے — اُردو

مطلب تو اس کا یہ ہے کہ سالانہ تہواروں یا عید شب برات۔ ہولی۔ دسہرہ۔ بڑے دن وغیرہ پر جن لوگوں نے کبھی کچھ خرچ نہیں کیا ہوتا۔ وہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے سوائے اور مواقعہ میں بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

(۱۰) ماں ایلی باپ تیلی بیٹا سید علی۔ — اُردو

جہاں حسب نسب کا اختلاط۔ یا واقعات میں نامناسب التباس ہو وہاں اطلاق پاتی ہے

(۱۱) نئی فوجداری اور مرغی پر نقارہ — اُردو

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں کوئی شخص چھچھورپن سے خواہ مخواہ ناک بھوں چڑھاتا اور شیخی بگھارتا اور فوں فوں کرتا ہو ہر ایک شخص سے اونچ کی لیتا پھرے۔

(۱۲) باہر کے کھا جائیں اور گھر کے گیت گائیں۔ — اُردو۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں حقدار تو رہ جائیں اور ایرے غیرے نتھو کھیرے فائدہ اٹھا جائیں۔

(۱۳) آنکھیں ہوئیں چار دل میں آیا پیار۔ اُردو۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب بالمقابل آثار کا اظہار مقصود ہو۔

ان امثال سے یہ واضح ہو جائے گا کہ

ضرب الامثال کا استعمال ہر ایک موقعہ مناسب اور متعلقہ پر مفہوم کے اعتبار سے ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اُن کی اصل کیسا ہی رنگ رکھتی ہو۔

امثال اور توارد

اگرچہ کل انسانوں یا کل آدمیوں کی فطرت ایک ہی حقیقت اور ایک ہی کیفیت نہیں رکھتی تاہم اُن میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور ہے۔ جیسے انسانوں میں فرق اور امتیاز ہے ایسے ہی فطرتوں میں بھی باعتبار جذبات و تصرفات و رجحانات کے گونہ فرق ہے۔ اور گونہ مناسبت بھی۔ نفس انسانیت اور نفس فطرت میں اگرچہ سب انسان یکساں ہیں لیکن مقادیر اور تصرفات انسانیت اور فطرت میں ایک نہیں ہیں۔ اس سے یہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کہ بعض انسان یا بعض آدمی ودیعت فطرت سے خالی ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی یا کوئی انسان نعمت فطرت سے خالی نہیں۔ ہر انسان ایک فطرت رکھتا ہے۔ اور وہی اُس میں کام کر رہی ہے۔ لیکن ہر فطرت کے کام اور تصرفات جدا گانہ ہیں۔ جذبات کا واسطہ زیادہ تر فطرت سے ہی ہوتا ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ ایک انسان کے جذبات دوسرے انسان کے جذبات سے کچھ نہ کچھ فرق رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا میں مختلف جذبات کے مختلف اثر پائے

جاتے ہیں۔ کوئی انسان کسی طرف جاتا ہے اور کوئی کسی طرف۔ کسی کی کوئی خواہش ہوتی ہے اور کسی کی کوئی۔ کوئی کسی پر مرتا ہے اور کوئی کسی پر۔ اعتباری طور پر دنیا میں سب چیزیں اچھی نہیں اور سب بری نہیں۔ اپنے اپنے جذبات کے ماتحت لوگ اس بڑے مجموعہ میں سے انتخاب کرنے کے عادی ہیں۔ نہ تو سب لوگ اچھی چیز کے گرویدہ ہوتے ہیں اور نہ بری سے نفرت کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک شخص ایک برا انتخاب کرتا ہے۔ اور اسی پر صابر اور خوش رہتا ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگ اس کے بھدے انتخاب پر گونہ معترض ہوتے ہیں لیکن اس کی نظر میں وہی انتخاب ایک قیمت رکھتا ہے۔ بعض دفعہ ایک شخص ایک اچھا انتخاب کرتا ہے۔ لیکن اور لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ ایک شخص ایک حسین پر دل سے فدا اور عاشق ہوتا ہے۔ اور اس کے جذبات اسے اس کی طرف کشاں کشاں لئے جاتے ہیں۔ اور اس سے موجودہ حالات میں انفراق اس کے واسطے ایک مہلک سزا ہوتی ہے دوسروں میں سے بھی اکثر اسی حسین کو دیکھتے ہیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی مفتون اور گرویدہ نہیں ہوتا۔ حسین کے حسن اور جوبن میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مگر بمصداق اپنا اپنا مذاق اور اپنی اپنی پسند اپنے اپنے جذبات کے ماتحت اور لوگ اس حسن کے گرویدہ نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں پر اس جوبن اور اس کشش کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک شخص دل کی تڑپ اور دل کی جلن سے نالاں و تپاں ہے۔ اور ایک شخص خبرے ندارد۔

گو ایسے لوگ بھی جن پر حسن کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حسن کی زد اور اثر سے محفوظ نہیں رہتے ان کے دل دماغ پر بھی حسن حملہ کرتا ہے مگر وہ اس سے حسین کے لیے فدائی نہیں ہوتے کہ بالکل اسی کے ہو رہیں۔ اور دل و دماغ اس کی نذر کر بیٹھیں۔ فطرتی تماشا گر کے

دو تماشے ہیں۔

" اقتضائے اصولی۔

" اقتضائے فروعی۔

چونکہ سب کی فطرت من جہت الفطرت یا باعتبار نفس فطرت ایک ہی مرحلہ پر واقعہ ہوئی ہے۔ اس واسطے اقتضائے اصولی ہیں۔ تو سب پر یکساں ہی اثر ہوتا ہے۔ اور سب اقبال تاثیر اصولی میں برابر ہیں۔ ہر ایک انسان اشتہا رکھتا ہے۔ نفس اشتہا میں کوئی تفریق نہیں۔ لیکن مقدار وقت نوع اشتہا میں فرق ہے۔ یہی حال فطرت کا بھی ہے۔ فروعی اقتضا میں فرق ہے۔

اصولی اقتضا کی وجہ سے ہر ملک اور ہر قوم میں کہاوتوں کی پیدائش یکساں حقیقت رکھتی ہے۔ جیسے نفس اشتہا سے کوئی ملک اور کوئی قوم خالی نہیں۔ ایسے ہی نفس مثل میں کوئی قوم اور کوئی ملک پیچھے نہیں رہا۔ فروعی اقتضا کی وجہ سے ترکیب۔ تالیف۔ تاویل اجتہاد تیقن کہاوت میں فرق ہے۔

با اقتضائے شوق اولےٰ۔

مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کی کہاوتیں اس قدر مرادف یا ہم شکل اور ہم معنے واقعہ ہوئی ہیں کہ بعض وقت اُن کے متحد المضمون ہونے سے یہ شبہ گذرتا ہے کہ وہ یا تو ایک ہی زمانہ میں ایک ہی موقعہ پر وضع کی گئی اور کہی گئی ہیں۔ اور یا اُن کا کسی وقت نہایت خوبی اور متانت سے دوسرے زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں جو کتابیں کہاوتوں کی اس وقت تک معرض تدوین میں آچکی ہیں اُن میں سے کتاب فلسفہ امثال میں خان بہادر شمس العلماء مولانا مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب

مرحوم دہلوی نے اس مبحث پر بالبسط بحث کی ہے۔

یہ ایک حیرت دلانے والی بات ہے کہ اس قدر توارد یا ترادف بالخصوص کہاوتوں میں کیوں پایا جاتا ہے۔ گو اشعار میں بھی اکثر توارد ہوتا ہے۔ لیکن نہ اس خوبی اور اس وسعت سے جو ضرب الامثال میں دیکھتے ہیں۔ ایک دو مختلف ممالک اور مختلف اقوام کی چند مترادف اور متحد المضمون مثلیں فیصلہ کے لئے پیش کی جائیں تو مشکل سے کہا جائے گا کہ کس طرح اس قدر توارد ہوگیا۔ رسم و رواج عموماً منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ان کی نسبت تاریخیں کچھ کچھ پتہ دیتی ہیں کہ فلاں زمانہ میں تجارت یا سیاحت یا جنگ وجدل کی وجہ اور آمد و رفت سے ان کا تبادلہ ہوتا رہا ہے۔ لیکن وثوق کے ساتھ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک ملک کی ضرب المثلیں بھی ساتھ ہی لگی گئیں اور اگر مان بھی لیں کہ یہ بھی ساتھ ہی منتقل ہوتی رہیں تو جن ملکوں اور جن قوموں میں کبھی ایک قوم آئی گئی ہی نہیں اُن کا تبادلہ کیونکر ہوگیا۔

اور اگر اُن کا ترجمہ بھی کیا گیا تو اس قدر خوبصورتی سے ترجمہ کرنے والا کون اور کس زمانہ میں تھا۔

خان بہادر شمس العلماء مولانا مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے اپنی کتاب فلسفہ امثال میں مختصر بحث کرکے یہ مان لیا ہے کہ اس بات کا بالاستیعاب پتہ لگانا بہت مشکل ہے۔ مولوی صاحب ممدوح کی یہ رائے واقعی موجہ اور درست ہے۔ موجودہ مواد جس پر یہ بحث مکمل کی جا سکتی ہے اس قدر نامکمل ہے۔ کہ اس کے بعد مدت اور زور پر کبھی بھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ کسی زمانہ میں یہ تحقیقات بھی کسی محقق کے زور معلومات اور زور قلم سے مکمل ہو کر رہے گی۔

اس وجہ اقتضائے شق دوم یعنے فروعی اجتہادات اور تصرفات سے بھی جو ضرب المثلیں معرض بحث میں آتی ہیں اُن میں بھی بعض وجوہ اس قدر توارد ہوا ہے کہ بالخصوص کسی حقیقت کا انکشاف مشکل ہے۔ ہم امثال متواردہ کی نسبت بعد میں بحث کریں گے۔ اور بعد میں ہی یہ جتلانے کی

کوشش کریں گے کہ توارد ہوتا کیونکر ہے۔ پہلے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ
نفقرات جمل اور معانی میں الحاق یا اتحاد کیونکر اور کن اسباب کے ماتحت ہوا کرتا ہے۔ مندرجہ
ذیل صورتوں میں۔

" لفظی۔

" معنوی میں

بعض وقت ایک زبان اور ایک قوم کے لفظ ہی دوسرے ملک بدوسری قوم۔ دوسری زبان میں
منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

" بہ جنسہٖ۔

" بادنےٰ تغیّر۔

پہلی صورت میں کوئی ایرپھیر یا غصب یا تصرف نہیں کیا جاتا۔ جیسے اُردو میں فقرات کے فقرات
اور بہت سے الفاظ اور جملے عربی۔ فارسی اور ہندی کے منتقل ہو چکے ہیں۔ اور انگریزی۔ یونانی
اور اٹالی فقرات اور جملے و الفاظ اب منتقل ہو رہے ہیں۔

دوسری صورت میں الفاظ اور جملے یا فقرات تو قریباً اپنی ہی وضع اور شکل پر قائم رہتے ہیں
لیکن اُن میں کسی قدر باعتبار وقت یا سہولت طلاقت کے تصرف کر کے کسی حد تک اُن کی
ترکیب میں فرق کر دیا جاتا ہے۔ جس زبان میں ایسا انتقال ہوتا ہے۔ اُس کے لحاظ سے اُسی
تعریب یا تفریس سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ عمل زبانوں کی دست برد اور تصرفی طاقت کے مطابق ہوتا ہے
انگریزی زبان میں یہ عمل بہت کچھ ہے۔ انگریزی زبان میں غیر زبان کے فقرات۔ جملے اور
الفاظ ایسے توڑے مروڑے جاتے ہیں کہ اُن کی وہ ہیئت کذائی اور ترکیب یا تلفظ ہی
باقی نہیں رہتا۔ معنی ہی معنی رہتے ہیں۔ ہیئت۔ شکل سب بگڑ جاتی ہے۔ ایسی زبانیں

غاصب زبانیں کہلاتی ہیں - ان میں ذاتی طاقت اور ذاتی وسعت باعتبار تلفظ اور طلاقت کی اس قدر نہیں ہوتی کہ

وہ غیر زبانوں کے جملوں - فقرات اور الفاظ کا بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے خیر مقدم کر سکیں - یہ شرف اُردو زبان ہی کو حاصل ہے کہ بغیر توڑ مروڑ کے اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ فقرات اور جملوں کے جملے کھپ جاتے ہیں -

ایک زبان کا کوئی فقرہ یا کوئی ضرب المثل مندرجہ ذیل طریقوں سے دوسری زبان کے فقرات یا ضرب الامثال سے متحد المضمون یا منتقل ہوتی یا ہو سکتی ہے -

(الف) اصلاً -

(ب) ترجمتاً -

(ج) ترادفاً

(د) تواردا ً

یا تو ایک زبان کا کوئی فقرہ - جملہ یا کوئی ضرب المثل بجنسہٖ دوسری زبان میں لیجاتی ہے - جیسے کہ فارسی میں عربی کے فقرات اور ضرب الامثال - اور اسی طرح اُردو میں ہندی اور فارسی عربی کے جملے - الفاظ اور ضرب الامثال اس صورت میں بعینہٖ ایک زبان کے الفاظ ہی لئے جاتے ہیں -

دوسرا طریقہ ایک زبان کے فقرات جملوں - اقوال اور ضرب الامثال کے انتقال کا ترجمہ ہے اس طریق سے صرف معانی اور مفہوم یا مطلب کا انتقال ہوتا ہے - الفاظ سے کوئی غرض نہیں ہوتی - گو ترجمہ کے ذریعہ سے وہ لطف اور وہ دلچسپی اور فصاحت اور بلاغت و خوبی و اسلوب کا انتقال نہیں ہوتا - جو اصل زبان کے حصہ میں آچکا ہوتا ہے - لیکن بہ جہت معانی

اصلی مفہوم کا انتقال ہو جاتا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہوتا ہے کہ اصلی زبان کے الفاظ اور جملوں کی بندش خوش اسلوبی کا فوری اثر باقی نہیں رہتا۔ لیکن مطالب میں کوئی کسر نہیں رہتی۔

ایک زبان کے معلومات اور ذخائر علمی کا جس قدر تراجم کے ذریعہ سے انتقال اور تبادلہ ہوا ہے۔ اس قدر کسی اور صورت سے نہیں ہوا۔ ایک زبان نے بشرطیکہ اس میں علمی مذاق کا احساس موجود ہو۔ دوسری زبان سے بے شمار ذخیرے لئے ہیں۔ اصلی زبانیں ایسے انتقالات سے مفلس نہیں ہوئیں۔ لیکن دوسری زبانیں مالا مال ہو گئی ہیں۔

تیسری صورت ترادف کی ہے۔

ترادف کے لفظی معنی کسی کے پیچھے جانے یا بیٹھنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے باعتبار معانی کے اشتراک رکھنا۔

ہر ایک زبان میں چند کیا بہت سے مرادف الفاظ ہوتے ہیں۔ جن کے حروف یا ترکیب تو جداگانہ ہوتی ہے۔ لیکن باعتبار مفہوم اور معانی کے ایک ہی ہوتے ہیں۔ اس تمام سلسلہ کو مرادفات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صرف لفظ ہی مرادف نہیں ہوتے۔ جملے اور فقرات بھی مرادف ہوتے ہیں۔

بعض کے خیال میں ترادف ہوتا ہی نہیں۔ اس دلیل سے کہ واضع نے ہر ایک لفظ کی وضع اور ترکیب خاص صورت میں رکھی اور کی ہے۔ اس خصوصیت سے ایک لفظ دوسرے لفظ سے مرادف نہیں ہو سکتا۔ ہاں دوسری زبان کے الفاظ میں باعتبار معانی ترادف ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔ آمد ویں لفظ میں۔ فارسی میں من۔ عربی میں انا۔ اور انگریزی میں آئی (I) معنوی مرادفات سے ہیں۔ ان کے مرادف ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔

لیکن ایک ہی زبان میں مرادفات کا سلسلہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہے بھی تو شاذ و نادر کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ تحقیق۔ تفتیش۔ تقسیم۔ تفریق۔ تفرید۔ صیانت۔ حفاظت۔ حقیقت۔ اصلیت۔ ماہیت۔ بغض۔ عناد۔ برہان۔ دلیل۔ حجت۔ یقین۔ اور اعتماد وغیرہ وغیرہ الفاظ بعض دفعہ مرادفات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ ان سب الفاظ میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ تحقیق اور تفتیش میں یہ فرق ہے۔ کہ تحقیق درجہ اخیر کی باضابطہ دریافت کا نام ہے۔ اور تفتیش ابتدائی صورت پر حاوی ہے۔ چنانچہ قانون انگریزی میں بھی تحقیق تو وہ حالت ہے جو ایک با اختیار جج یا مجسٹریٹ کرتا ہے اور تفتیش وہ ہے جو پولیس کی جانب سے بمراحل ابتدائیہ وقوع میں آتی ہے۔

اسی طرح تقسیم۔ تفریق اور تفرید میں بھی فرق ہے۔

تقسیم کے معنی ہیں بخشنا۔ پراگندہ کرنا۔ حصص رسدی کا جدا کرنا۔ تفریق کے معنی ہیں دو شیئوں و دو ہندسوں میں سے ایک شئی کا دفع کرنا یا فرق کر دینا۔ تفرید کے معنی ہیں فرد فرد کر دینا۔ ان ہر سہ معانی میں فرق ہے۔ برہان اور دلیل و حجت کے معانی میں بھی اختلاف ہے۔ معمولی ہی نہیں بلکہ علمی رنگ میں برہان کچھ اور ہے۔ اور دلیل و حجت کچھ اور اسی طرح اور ایسے الفاظ میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ عرف عام میں جنہیں مرادف کہا جاتا ہے۔

توارد کے لغوی معنے یکجا فرود آمدن کے ہیں۔ اور اصطلاح میں دو شاعروں کے شعر یا فرد کا بغیر ایک دوسری کی اطلاع کے ایک ہی رنگ اور ایک ہی مفہوم میں واقعہ ہونا۔

اصطلاحی توارد دو قسم کا ہوتا ہے۔

" لفظی و معنوی۔

معنوی۔
لفظی توارد بالالفاظ والمعانی ہوتا ہے۔ اور معنوی صرف معانی کے اعتبار سے توارد کیوں ہوتا ہے۔ اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ اس کی بابت مختلف رائیں ہیں۔
بعض کے خیال میں چونکہ فطرت ایک ہی مصالحے رکھتی ہے۔ اند فطرتوں میں اصولی توحد ہے اس واسطے کبھی کبھی اس توحد عامہ کی وجہ سے ایسا توارد ہو جاتا ہے۔
بعض کے خیال میں متحدہ واقعات کے خیال یا کاوش کی وجہ سے توارد ہو جاتا ہے۔
بعض کے خیال میں دو شاعروں یا دو شخصوں کی بعض اوقات طبائع ایک ہی قسم کے اسباب اور مواد کی صحبت پر جمی ہوتی ہیں۔ اس واسطے مضامین متواردہ دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض وقت خاص فیضان قدرت سے دو اشخاص کے دل میں ایک ہی قسم کے مضامین اور الفاظ کا القاء ہوتا ہے۔ اس واسطے طرز بیان بھی ایک ہی نمط کا ہوتا ہے۔ لوگ خیال نہیں کرتے ورنہ دنیا میں ہزاروں مضامین اور ہزاروں اجتہادات کا توارد ہوتا اور ہوتا ہے۔ بہت سے علوم اور فنون اس قسم کے ہیں کہ جن کی تکوین اکثر کرکے تواردی اعتبارات پر ہی ہوئی ہے۔ موسیقی۔ شاعری وغیرہ فنون تواردًا ہی ایک دوسرے کے مشابہ معرض تکوین میں آئے ہیں۔ بعض نے اس بحث میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ چونکہ ضروریات کا سلسلہ باعتبار معاشرت کے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ اور قدرت نے تقریبًا ایک ہی قانون کے ماتحت یہ سلسلہ رکھا ہے۔ اس واسطے بعض علوم اور بعض فنون میں توارد ہوتا رہتا ہے۔ ایک حکیم کے خیال میں ہندسہ میں بھی توارد ہوا ہے۔ اکائی کا علم ہر ایک خطہ اور ہر ایک قوم میں متواردہ ہے۔ صانع کا خیال بھی متواردہ ہے۔ اس کی ضد دہریت کا خیال متواردہ نہیں ہے۔ اس واسطے کہ وہ خاصہ فطرت کے خلاف ہے۔

توارد مندرجہ ذیل صورتوں میں ہو سکتا ہے۔

(۱) طبعی اصولی۔

(۲) واقعاتی۔

(۳) کیفیتی۔

(۴) عنصری۔

(۵) اجتہادی

جو جو امور فطرت کے اعتبار سے متحد واقعہ ہوئے ہیں وہ ہمیشہ متحد المضامین کے ذریعہ سے معرض اشاعت میں آتے ہیں۔ مغرب میں بھی وہی خیال مرکوز خاطر ہو کر اشاعت پاتا ہے۔ اور مشرق میں بھی اُسی کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اصولی امور میں طبیعتیں اور فطرتیں وہی اجتہادات کرتی ہیں جو ایک ہی استدلال کے تابع ہوتے ہیں۔

راست بازی اور راستی ایک طبعی جذبہ ہے۔ اس کے متعلق جو جو اقوال اور ضرب الامثال ہوں گی وہ قریباً ایک ہی طرز رکھیں گی۔ الحق مرٌ۔ راستی تلخ ہست۔ سچ مرچاں جھوٹ میٹھا۔ کہ کردنہ یافت۔

یہ ایک طبعی جذبہ کا اقتضا ہیں۔ ہر زبان میں ان کا توارد ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کے اقوال اور اجتہادات کا تعلق ہر ایک فطرت سے براہ راست ہے۔ اور ہر ایک فطرت خواہ کسی آب و ہوا کی نشو و نما یافتہ ہو ویسے استدلالات میں انہیں مرحلوں پر پہنچے گی۔

ہم ذیل میں چند زبانوں کی مختصراً چند ضرب المثلیں نمونہ کے طور پر درج کرتے ہیں۔ جن سے توارد طبعی کا مزید ثبوت ملے گا۔

نمبر	پنجابی	اردو	فارسی	عربی
۱	ہاسا و نا سا	لڑائی کا گھر ہنسی	ظرافت آتش افروز جدائی ست	المزاح اوله فرح وآخره ترح
۲	سپ دا وڈھیا رسی توں پیا ڈردا ہے۔	دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک پھونک پیتا ہے	مار گزیدہ از ریسمان میترسد۔	
۳	نیت صاف تے کینہ پُر	سب لاگ سے پاک	آن راکه حساب پاک است از محاسبه چه باک۔	من لا ذنبہ لا یخاف علیہ۔
۴	تھوڑی تے تھوک کرنا بڑی امیری آہے	قناعت بڑی دولت ہے۔	قناعت توانگر کند مرد را	القناعت مفتاح الراحت
۵	جہی ماں تہی ماسی کندہ ایرے اوتے جاسی	بانکی لکڑی کا بانکا ساتھ	تیغ کج را نیام کج باید	نخل الاعوج اعوج
۶	مورکھ ڈھونڈے لکھشمی ودھیا بدھی ان	مرد مرے نام کو نامرد مرے نان کو	احمق ریش راست کند و عاقل مجالس	الجاہل یطلب المال والعاقل یطلب الکمال
۷	چور دی داہڑی وچ تنکا	پاک رہو بے باک رہو	آن راکه حساب پاک است از محاسبه چه باک۔	الامین آمن - والخائن خائف۔

ناظرین ان تمام محولہ بالا ضرب الامثال سے معلوم کر سکتے ہیں کہ گو ان کے الفاظ جداگانہ ہیں۔ اور گو اِن کی ترکیب جدی جدی ہے۔ لیکن مطلب عموماً ایک ہی ہے۔ اور یہ ضرب المثلیں اُن امور اور اُن واقعات کے متعلق ہیں جو فطرتاً ہر ایک شخص کے پیش آتے یا آسکتے ہیں۔ کسی ملک اور کسی قوم کی خاص پابندی اور قید نہیں۔

واقعاتی توارد سے وہ توارد مراد ہے جو باعتبار واقعات کے ہوتا ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ

اکثر واقعات میں بھی با تمیز ملک اور قوم کے عموماً اتحاد ہوتا ہے - جو واقعات مغرب میں واقعہ ہوتے ہیں - اُسی قسم کے عموماً مشرق میں بھی باعتبار ضروریات انسانیت اور تقاضائے بشریت وقوع میں آتے ہیں - قدرتی واقعات میں بھی اتحاد ہوتا ہے - اور کسبی میں بھی -
گرمی - سردی - دن رات - مینہ بارش - خشک سالی - محبت دوستی - بغض و حسد غیظ و غضب - یاس و امید - راحت و رنج - لطف و کرم - عدل و ظلم وغیرہ وغیرہ واقعات کا حدوث اور ظہور ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں ہوتا ہے - ان کے اعتبار سے جو اقوال جو ضرب المثلیں ترکیب پاتی ہیں - اُن میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں ایک قسم کا توارد ہوتا ہے مثلاً -

نمبر	پنجابی	اردو	فارسی	عربی
۱	رکایاں موبخہ دیاں تے	اونچی دُکان پھیکا	نامش کلان و دیہش	.
	کھر کھڑ بہتی	پکوان	ویران	
۲	تاوڑی وچوں اکو دانا	ہانڈی میں سے ایک	مشت نمونہ از خروارے	القلیل یدل علی الکثیر
	ٹوہیدا اے -	ہی چاول دیکھتے ہیں		
۳	جو بکھا سو رکھا	بھوکا سو رکھا	تہیدست روسیاہ	الفقر سواد الوجہ
۴	جھوٹ دے پیر نہیں	جھوٹ کے پاؤں نہیں	دروغ را فروغ نیست	لا اصل للباطل
۵	لوہے نوں لوہا وڈھدے	آگ کو آگ مارتی ہے	سنگ را سنگ مے شکند	الحدید یفلح بالحدید
۶	ہتھ کھوہندے دیں	ہاتھ میں کا نسا تو	ملک خدا تنگ نیست	.
	موکلا -	پیٹ کا کیا سانا	پائے گدا لنگ نیست	.
۷	من حرامی تے حجتاں ڈھیر	نہ کرنے کے سو بہانے	خوئے بدرا بہانہ بسیار	.

اوپر کی ضرب المثلوں سے ثابت ہوگا کہ باعتبار واقعات کے اُن کے مضامین اور استخراج نتائج میں ایک ایسی لاینفک اتحاد اور اتصال ہے کہ وہ کسی ملک اور قوم کی آب وہوا کا بالخصوص پابند نہیں ہے۔ چونکہ ہر آب وہوا میں ایسے واقعات کا وقوع ہوتا رہتا ہے۔ اس واسطے ایسی واقعات کی نسبت جب فطرتیں نتائج کا استدلال کرتی ہیں تو اُن کی صورت اور وسعت معانی ہمیشہ ایک ہی پیمانہ پر اور یکساں ہوتی ہے۔ اور ایسا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ واقعات کے وقوع کے اسباب گو جداگانہ ہوں۔ لیکن نتیجہ اُن کا ہمیشہ ایک ہی قسم کا نکلنا لازمی ہے۔ جب کبھی یہ بحث ہوگی کہ ایک شخص باوجود بہت سی تعلیات اور تجربات کے کام کی ایک بات بھی نہیں کرتا تو اُس کی بابت ہر ایک طبیعت اور ہر ایک فطرت، خواہ کسی آب وہوا کی نشو ونما یافتہ ہو ایک ہی قسم کا نتیجہ نکالے گی۔ اور خلاصۃً تمثیلاً طرز بیان بھی ایک ہی قسم سے ہوگا۔ اور استدلال بھی ایک ہی۔

کیفیتی وہ توارد ہے۔

جبکہ ایک ہی قسم کی طبیعتیں یا فطرتیں ایک ہی قسم کی کیفیت کا ادراک اور احساس کرتی ہیں اور اُس سے استدلال کر کے ایک کلیہ قائم کرتی۔ اور دوسرے لوگ باعتبار اصول عامہ اُس سے کام لیتے ہیں۔

واقعات اور کیفیات میں فرق ہے۔ واقعات دراصل کیفیات کا مقدمہ ہیں۔ کیفیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ ایک واقعہ ہو چکتا ہے۔ کیفیت سے مطلب چکاچوندگی اشیاء اور دفع اشیاء ہے۔ نزول صاعقہ ایک واقعہ ہے۔ اور دفع نزول یا چکاچوندگی نزول ایک کیفیت ہے۔ بعض وقت واقعہ اور کیفیت واقعہ میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ کیفیت ہی عین واقعہ سمجھی جاتی ہے یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ دراصل صاعقہ بحالت نزول و بلا نزول دونوں صورتوں میں بجائے خود

ایک واقعہ ہے - کیونکہ اُس کا وقوع درحقیقت ہوچکا ہوتا ہے - اُس کا نزول اور دیگر افعال جو اُس سے مختلف صورتوں میں سرزد ہوتے ہیں - اُس کی کیفیت ہیں - دراصل ان دونوں میں ایک باریک فرق ہے - جسے بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں - اس کی مثالیں حسب ذیل ہوسکتی ہیں -

۱	بھٹ پیا اوہ سونا جیڑھا تروڑے کن -	آنکھ پھوٹی پیڑ گئی	دندانے کہ درد کند بایدش کند -
۲	قرض قیامت تے بکھ نعمت	اُدھار کھانے سے بھوکا رہنا اچھا	بہ تمنائے گوشت مُردن بہ
۳	دین گویا دنی سے دنی نہ چلی ساتھ	دو بدھا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام	از یار شد و بدوست نرسید
۴	ڈاڈے دے داستیں وہیں	جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس	دست زور بالا
۵	کھنب دی ڈار ہوندی آے	آگ بن دھواں کہاں	تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا
۶	کوٹھا اُسریا دکھاں وسریا	دکھ بھاگا رام بسریا	چون مصیبت رسد بحق آیند
۷	آدر تیری چادر نوں -	اک نور ہزار کپڑا -	الناس باللباس -

ان سب مثلوں سے بادنی غور ظاہر ہوگا کہ ان سب میں ہر ایک واقعہ کی کیفیت یعنی اس کی چگونگی اور وضع کا اظہار کیا گیا ہے - اس قسم کے واقعات اور اس قسم کی کیفیتیں خواہ کسی ملک اور کسی قوم میں وقوع پذیر ہوں اُن کا اظہار ہمیشہ صور متوارد ہی میں ہوگا - اور وہ ہمیشہ متحد المضمون ہی ہوں گی -

عنصری وہ ضرب المثلیں ہیں جو موسموں اور عناصر کے متعلق ہوتی ہیں - چونکہ موسمی اور عنصری

کیفیات کا سماں ہر ایک ملک اور ہر ایک خطہ میں قریباً اور اصولاً ایک ہی نمط پر ہوتا ہے - اس واسطے اس کے متعلق جس قدر ضرب الامثال ہوتی ہیں - ان میں لزوماً توارد ہو جاتا ہے - جیسے کہ

نمبر	پنجابی	اردو	فارسی
۱	دن ساہد وا رات چوردی	رات اندھی ہوتی ہے -	ہر شبے را روز در پے ست
۲	بھجے دی بھجوں مول نہ بھجیں کلر بیج نہ ناریں -	بیج کا بونا فرور ہے -	کہ تا دانہ نہ افشانی نہ روید -
۳	جوانی جھگڑیاں دی نانی	الشباب جنون (عربی)	جوان جواری بوڑھا فقیر (انگریزی)
۴	مینگلا وسے بھگن چیت - ان نہ ماوے کھیت		
۵	عشق مشک کتائیں نہیں چھپدا	عشق ومشک پوشیدہ نماند	
۶	اکھ من ہامن بھادیں لگے کالے مول نہ تھیون بگے -		
۷	زور تھوڑا تے شور دھیر		

اس قسم کی ضرب المثلوں میں باعتبار موسم - عادات اور کیفیات عنصری کے مضامین کی بھرتی ہوتی ہے - چونکہ یہ ہر ایک فطرت اور طبیعت سے کچھ نہ کچھ باعتبار ضروریات تعلق رکھتی ہیں - اس واسطے ان میں توارد ہو جاتا ہے -

اجتہادی -

اجتہادی وہ ضرب المثلیں ہیں کہ جو ہر ایک ملک اور قوم میں خاص خاص اجتہادات سے کہی جاتی ہیں - چونکہ اکثر اجتہادات کی بنیاد چند واقعات پر ہی ہوتی ہے - اس واسطے بعض دفعہ ان میں بھی ایک قسم کا توارد ہو جاتا ہے -

اجتہادی توارد صرف ضرب الامثال میں ہی نہیں ہوتا۔ اکثر دیگر علوم اور فنون میں بھی ایسا توارد ہوتا رہتا ہے ہر ایک ملک و قوم میں اکثر واقعات کی افتاد ایک ہی قسم سے ہوتی ہے اور ان کے اسباب بھی متحدہ ہوتے ہیں۔ ان حالات میں توارد کا ہونا مشکل نہیں۔

مثلاً۔

نمبر	پنجابی	اردو	فارسی
۱	کولیاں دی دلالی وچوں منہ کالا	کوئلوں کی دلالی سے مونہہ کالا۔	عوان عود بوزد وکندہ دوزخ شود۔
۲	اُتر کھٹن تے ہیجڑے کھاون	پاپی کا مال اکارت جائے۔	مال مفت دل بے رحم
۳	جاندے چور دی لنگوٹی ہی سہی۔	آگ لگتی جھونپڑی جو نکسے سو لابھ۔	از خرس موئے بس ست
۴	آپ بھلے تے جگ بھلا	آپ بھلے تو جگ بھلا۔	من زندم جہان زندہ
۵	کھلی اگے ٹوٹے	جلدی کام شیطانی	کہ تعجیل کار شیاطین بود
۶	انت بھلے کا بھلا	بھلے کا بھلا	راستی موجب رضائی خداست
۷	ایہ مونہہ تے مسر دی دال	یہ مونہہ اور گاجریں۔	حلوا خوردن را روئے باید

ان ضرب الامثال میں چند واقعات کے پیش آنے سے بذریعہ اجتہادات کے نتائج نکالے گئے ہیں۔ تینوں زبانوں کی ضرب المثلوں سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ہر ایک زبان کے اجتہاد کی بنیاد ایک ہی مفہوم پر رکھی گئی ہے۔ صرف الفاظ یا طریق استدلال میں فرق ہے۔

ممکن ہے کہ ان پانچ اقسام کے توارد کے سوائے کسی اور قسم کا توارد بھی ہو لیکن یہ خمسہ توارد قریباً جامع ہے۔ توارد صرف اشعار۔ اقوال۔ امثال میں ہی نہیں ہوتا۔ دنیا کی اور صدہا باتوں کو

رسم و رواج میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ان پانچوں صورتوں میں سے کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے۔ قوانین سیاسی اور قوانین اخلاقی اور مذاہب میں بھی اکثر توارد ہوا ہے۔ قوانین اخلاق اور مذاہب کے اعلیٰ اجزا اور اعلیٰ مواد میں سے ہمیشہ جو اتحادی صورتیں نکلتی ہیں درحقیقت وہ توارد ہی ہے۔ اسی سے بعض روشن ضمیر۔ روشن دماغ فلاسفروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذاہب میں اعلیٰ مسائل کے اندر یک سوئی کا پایا جانا ایک مسلّمہ توارد ہے۔ اور یہ توارد قدرت کی جانب سے ہے۔ جو ایک الٰہی فیضان ہے۔ کیونکہ مبداء کل یک سوئی کا خدائے لایزال ہے اس دلیل سے۔

" مذہب کی ضرورت فطرتی ہے۔

" اور فطرتاً اُس کی ہر خطہ اور ہر شعبہ میں تعلیم ہوتی ہے۔

" اور ہر قوم کے برگزیدہ اشخاص اور ممتاز روحوں نے اُسے ایک ہی رنگ میں محسوس کیا اور ایک ہی رنگ میں اُنہیں اُس کا انفاد ہوا۔

اثبات ضرورت مذہب کے لئے واقعی یہ ایک بڑی مضبوط دلیل ہے۔ اگر یہ فطرتی جذبہ نہ ہوتا تو تمام مذاہب اعلیٰ اصولوں میں کبھی متحد نہ ہوتے۔

دہریت بھی ایک مذہب ہے۔ چونکہ وہ فطرتی جذبات کے تابع نہیں ہے۔ اس واسطے عالمگیر یک سوئی اُس میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ چند ملکوں یا چند قوموں کے چند لوگوں کا دہریہ ہونا بجائے خود ایک یک سوئی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا میلان بھی فطرتی ہے۔

تو یہ استدلال درست نہیں کیونکہ

" دہریوں کے دہریہ پن کے اجتہادات ہمیشہ ایک دوسرے سے مختلف فیہ ہوتے ہیں۔ اور

" اُن کے اعلیٰ مقاصد میں بھی اتفاق اور اتحاد نہیں ہوتا۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اُن کے اجتہادات فطرتی نہیں ہوتے بلکہ نفوس امارہ کے ماتحت

مسٹر رالف والڈو ٹرائینی

اپنی کتاب

انٹیون وِدی انفنٹ مین

کہتے ہیں کہ

" تمام مذہبوں کے بڑے بڑے بنیادی اصول ایک ہی ہیں مختلف لوگوں پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کے باعث اُن کی جزویات میں فرق آگیا ہے۔ مذہب صرف ایک ہے۔ مذاہب کی تفریق مختلف لوگوں کی جداگانہ تعبیر اور تفسیر کا نتیجہ ہے۔

ایسے ہی اور فلاسفروں کے اقوال اس بارہ میں ہیں۔ اعلیٰ اصولوں یا کلیات اور اولیات میں جو تمام مذاہب کے اندر اتفاق اور یک سوئی پائی جاتی ہے۔ اُس کی صرف یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ ایک ہی اعلیٰ اور مقدس فیضان سب قلوب پر بغیر اختلاف کسی ملک اور قوم کے ہوتا رہا ہے۔

" وہ فیضان کیا ہے۔

" وہ القا کیا ہے۔

" وہ اشارہ کیا ہے۔

" یہ کس طرح ہوتا ہے۔

صرف توارد سے۔

اس سے دوسرے درجہ پر علمی اور اخلاقی صورتوں میں توارد ہوتا ہے۔ فہو المقصود۔

امثال کا اضافی نتیجہ

ضرب الامثال سے جو اثر اخلاق - چال چلن - عادات - معاملات - رفتار زندگی اور معاشرتی امور پر پڑتا ہے - اس کے علاوہ تاریخی رنگ میں یہ بھی پتہ لگتا ہے - کہ

" جس قوم کی وہ ضرب المثلیں یا کہاوتیں ہیں اُس قوم میں اخلاقی بنیادیں معاشرتی و تمدنی ماخذ کس رنگ اور کس قسم و کس پایہ کے تھے - اور اُن کا استدلالی یا تنبیہی طریقہ اُن میں کیا کچھ تھا - جس طرح کسی ملک اور قوم کی پرانی عمارتوں - آثار - صنادید او کھنڈرات سے اُس ملک کے تاریخی حالات اور حادثات یا واقعات پر روشنی پڑتی ہے - اسی طرح ایک ملک یا قوم کے قصے کہانیوں - نظم و نثر - ضرب الامثال اور کہاوتوں سے سوشل اور معاشرتی یا معادی وسعت کا پتہ لگتا ہے - جیسے نقادان زمن صنادید - کہنہ نقوش اور تصاویر - اصنام اور کتبوں سے گزشتہ قوموں کے معادی اور معاشرتی تمدنی - امور کا استناد اور استدلال کرتے ہیں - ایسے ہی ضرب الامثال سے بھی حقیقی یا عملی رنگ میں استدلال ہوتا ہے -

ہر قوم اور ہر ملک میں معاشرتی قوانین اور معادی ضوابط پائے جاتے ہیں - اور لوگ اُن پر کسی نہ کسی رنگ میں عمل کرتے ہیں - صرف طرز عمل اور طرز استدلال یا بعض وقت اسباب کا فرق ہوتا ہے - اور اُن کا مستند یا معقول ہونا انہیں مختلف اسباب کے ماتحت سمجھا جاتا ہے -

اگر ساری دنیا کی کلیہ اخلاقی اور معادی نصیحتیں اور اصول جمع کئے جائیں تو اُن میں اصول کے اعتبار سے بہت تھوڑا فرق نکلے گا - ہمیشہ فرق اُن باتوں میں ہوتا ہے جو فروعی طور عقائد زائد اور رسومات مقامی سے متعلق ہوتی ہیں - یا کسی قدر طریق عمل میں فرق پایا جاتا ہے - ورنہ ہر ملک کے کلیات میں بمقابلہ دوسرے ملک کے کلیات کے ایک نسبت وحدت موجود ہوتی ہے

جہاں اور باتوں اور دیگر آثار سے اس مجموعی نسبت وحدت کا کسی حد تک صراحت سے پتہ لگتا ہے
ضرب الامثال سے بھی یہ پتہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب چند قوموں اور چند ملکوں کی ضرب المثلیں بالمقابل
جمع کر کے دیکھی جاتی ہیں تو باعتبار استدلال طریق عمل اور مضامین کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
سب انسانی جماعتوں میں کہاں تک اور کس جامعیت سے کلیات میں اتحاد اور یک سوئی واقعہ
ہوئی ہے۔ جو بحثیں علمی رنگ میں کی جاتی اور جن رموز کی حقیقت عالمانہ ثابت کی جاتی ہے وہ
باتیں ایک عام پیرایہ اور عام رنگ میں واضح کر دیگئی ہیں۔ جیسے اُنہیں علمی رنگ میں ایک عالم
اور ماہر اصول اخلاق سمجھ سکتا ہے۔ ایسے ہی ایک جاہل ہی اپنے رنگ میں سمجھتا ہے۔
مندرجہ ذیل کہاوتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں کس قسم کی گہری فلاسفی مرعی رکھی
گئی ہے۔ اور کیسی شستہ تعلیم اُن استدلالی نتیجوں اور روزمرہ کے مسلمہ تجربوں سے دیجاتی
ہے کہ جو اُن لوگوں کا حصہ ہیں جو علمی رنگ میں استدلال کرنے کے عادی ہیں۔

(۱) تھکّے دا کوئی نہ سکّا۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص مفلوک زمانہ اور مقہور دہر اور ادبار زدہ ہو اُس کے ساتھ نہ تو
سکّے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اور نہ احباب و مخلص وہ نظروں سے اُتر جاتا اور پایۂ عزت سے گر جاتا ہے
درماندگی میں وہ اپنا آپ ہی مددگار ہوتا ہے۔ یا خدا پر سہارا رکھتا ہے۔

(۲) خربوزے دے چور کوں لت مکّی کافی۔

تشریح۔

اس ضرب المثل میں قانون سیاسی کے ایک فروعی مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔ تشخیص جرائم
اور سزائے جرائم اور مقدار سزا یا قسم سزا میں مقننوں نے لمبی لمبی بحثیں کی ہیں۔ ہر ملک

اور ہر قوم کے قوانین سیاسیہ میں باعتبار جرائم ۔ تعاریف جرائم اور سزاؤں کے ایک قسم کا مقامی
یا اجتہادی اختلاف پایا جاتا ہے ۔ اس زمانہ میں بھی ہمیشہ جرائم اور سزا ہائے جرائم زیر بحث
رہتی ہیں ۔ کبھی سزا باعتبار ضروریات مقامی کے تجویز ہوتی ہے ۔ اور کبھی اُس میں سیاسی
اغراض بھی بہ جہت اصول نظم و نسق ۔ لحاظ و اشتمال ہوتا ہے ۔ اور کبھی انسداد جرائم کی خاطر تجویز
ہوتی ہے ۔ کبھی ثقالت جرم اور کبھی خفت جرم کے اعتبار سے سزائیں دی جاتی ہیں ۔ اس ضرب المثل
میں یہ جتلایا گیا ہے کہ خربوزے کے چور کو صرف ہفت ہشت ہی کافی سزا ہے ۔ عدالتوں میں ایسے
مقدمات کا لے جانا موجب تکلیف مزید ہے ۔ اس سے مُلک کی اُس رائے سیاسی یا انتظامی کا پتہ
لگتا ہے جو رواج اور ضرورت کے اعتبار سے اُس مُلک میں مُروج ہے ۔

(۳) چوراں پت نہ کائی توڑے ہودن سکے بھائی ۔

تشریح ۔

چوروں کی کوئی عزت اور کوئی اعتبار نہیں ۔ اگرچہ وہ کسی کے سگے بھائی ہی ہوں ۔ اس ضرب المثل
سے یہ استدلالی نتیجہ نکالا گیا ہے کہ چوری کرنے والا کسی حالت میں بھی قابل عزت نہیں ۔ یہاں تک
کہ بھائی ہونے کی حالت میں بھی برادری میں اُس کی کوئی وقعت کوئی عزت نہیں ہوتی ۔ اس سے
یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ جس ملک یا جس قوم کی یہ کہاوت ہے اُس میں چوری اور چور کو کن نگاہوں سے
دیکھا جاتا ہے ۔

(۴) جو بیجے سو ہی کٹے ۔

تشریح ۔

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ جو بوئے گا وہی کاٹے گا بھی یعنے جو محنت اور تردد کرے گا وہی پھل بھی
پائے گا ۔ اس ضرب المثل میں اقتصادی اصول اور افراد کاسبیہ کا وہ عملی رنگ دکھایا گیا ہے جس کی

انسان کی معاشرت اور زندگی کا انحصار ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بغیر عمل کرنے کے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۵) گھروں جائیے کھا کے اگوں ملن پکا کے۔

تشریح۔

اس ضرب المثل میں یہ جتایا گیا ہے کہ

۱۔ کسی پرائے گھر میں صرف اس نیت سے جانا کہ وہاں کوئی شے مل رہے گی ہمت اور غیرت سے بعید ہے۔

۔ جب تک طبیعت میں سیری اور استغنا نہ ہو تب تک دوسرے بھی قدر نہیں کرتے۔

۔ لالچی کی کوئی عزت نہیں۔

۔ جب تک اپنی مدد آپ نہ کی جائے تب تک دوسرے بھی مدد نہیں کرتے۔

۔ پہلے خود کوشش کرو پھر دوسروں سے کوئی امید رکھو۔

یہ ضرب المثل ایک صحیح ماخذ اور صحیح مذاق کا پتہ دیتی ہے۔

(۶) دھن صدقہ سر دا سر صدقہ عزت دا۔

تشریح۔

جب سر پر اپنے اور مصیبت منہ دکھائے تو خرچ اور دولت سے کام لینا چاہئے۔ اس وقت کی کنجوسی اور کفایت شعاری غیرت اور ضرورت کے خلاف ہے۔ اور جب عزت پر آبنے تو اس حالت میں سر بھی دیدینا لازمی ہے۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ جن قوموں میں یہ ضرب المثل مروج ہے۔ ان کے اصلی خیالات رفع تکالیف اور ثبات عزت اور غیرت کے بارہ میں کہاں تک اور کیسے وسیع اور عالی پایہ ہیں۔

(۷) نیت صاف کیسہ پُر۔

تشریح۔

جس کی نیت صاف ہے، وہ محتاج نہیں۔ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ اس ضرب المثل میں وہ فلسفی اور وہ حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔ جس پر بڑے بڑے فلاسفروں نے ایک وسعت کے ساتھ جامع قلم فرسائی کی ہے۔ اور جس پر علمی رنگوں میں بڑی بڑی دلچسپ بحثیں ہو چکی ہیں۔
مسٹر کانٹ ایک فرنچ فلاسفر نے نیت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور جس کا خلاصہ مختصر الفاظ میں صرف یہی ہے۔

"نیت صاف کیسہ پُر۔"

اس سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ اصول اخلاق کا ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں کہاں تک اتحاد ہے اور کلیات میں لوگوں کے خیالات اور استدلالات کس قدر متحد الاغراض واقع ہوئے ہیں۔

(۸) جو کرے گھیو نہ کرے ماں نہ کرے پیو۔

تشریح۔

لفظی مطلب تو اس کا یہ ہے۔

جو گھی سے قوت پیدا ہوتی ہے وہ ماں باپ کی مہربانی اور لطف سے بھی نہیں ہو سکتی۔
دراصل مطلب اس کا یہ ہے۔ جو اصلی قوت کام دیتی ہے وہ بات عارضی قوتوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر کامیابی اور ہر فتوح کے واسطے اصلی قوت اور اصلی محنت کا ہونا ضروری ہے۔ کوئی انسان صرف ماں کے دودھ پر ساری زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اپنی قوتیں بھی کام میں لانی چاہئیں۔ اپنی مدد آپ بھی کرنی چاہئے۔

(۹) گھر میں گھی نہیں چھلکے تر پکا۔

تشریح -

اس ضرب المثل میں یہ بحث کی گئی ہے کہ -

"اسی قدر خرچ کرنا زیبا ہے جس قدر توفیق ہو -

" آمدن سے زیادہ خرچ کرنا بے وقوفی ہے -

" آمدن سے زیادہ ارادہ کرنا ایک شیخی ہے -

" آمدن سے زیادہ قدم مارنا جگ ہنسائی ہے -

" جو گھر کا اثاثہ دیکھ کر کام نہیں کرتا وہ اپنی ذلت آپ کرتا اور خود کو ایک ہلاکت میں ڈالتا ہے "

(۱۰) اک نے منگتاں دو جا سیبر الینا -

تشریح -

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حاجت اور زیردستی کی حالت میں رعونت اور تکبر کرنا اور اپنی ہٹ پر ہی قائم رہنا ایک سخت درجہ کی حماقت اور کمینہ پن ہے - جیسے کہ ایک شخص گداگری بھی کرے اور پھر اس پر بھی مصر ہو کہ اسے حلوا ہی دیا جائے -

(۱۱) بھٹھ پیا بے شرمی دا سیرا - چو ساگ شرما چنگا -

تشریح -

مطلب اس کا یہ ہے کہ شرم اور تنگی سے گزر اوقات بہ نسبت بے شرمی کی نصیحتوں اور خوش حالی کے ہزار درجہ بہتر ہے - جو شخص بے شرمی سے حلوا مانگ کر یا چرا کر یا جھگڑ کر لیتا ہے وہ اس ساگ سے کہیں اچھا ہے - جو حیا اور شرم سے اپنے گھر میں قناعت اور اطمینان کے ساتھ کھایا جاتا ہے -

(۱۲) ہٹ دو چہ ٹکرتے نا ٹکر -

تشریح۔

فارغ البالی کی حالت میں لجاجت کرنا اور امر حق سے احتراز ایک شرم ناک عمل ہے۔ اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان بعض دفعہ ادبار اور فلاکت کی حالت میں کمینہ خصلت ہو جاتا ہے۔ اور عسرتیں اُسے بعض نامناسب حرکات پر آمادہ کرتی ہیں۔ اگرچہ اُس حالت میں بھی صداقت یا صداقت پسندی لازمی ہے۔ لیکن اس سے وہ شخص زیادہ تر قابل نفرت ہے جو باوجود استطاعت اور فراغت کے بھی کمینہ حرکات کا عادی اور کمینہ اشغال کا مرتکب ہوتا اور اظہار حق سے باز رہتا ہے۔

(۱۳) گھلی وا سارے جہان نوں لگے۔

تشریح۔

جب ہوا چلتی ہے تو سب لوگ کو لگتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ہی سب چیزیں اور سب رنگ بدل جاتے ہیں۔ تبدیل زمانہ کے اثر سے کوئی ملک اور کوئی قوم اپنی پہلی حالت پر قائم نہیں رہتی۔

(۱۴) گھیو کھاوے شکّر سے دنیا پچاوے مکّر سے۔

تشریح۔

شکر میں گھی کا استعمال ثقالت معدہ نہیں کرتا۔ اور دنیا کا حکمت عملی سے کمانا موجب رسوائی نہیں ہوتا۔ اس میں حکمت عملی اور پالیسی پر بحث کی گئی ہے۔ یہ اُن تمام بحثوں کا خلاصہ ہے جو امور دنیا داری میں کی جاتی ہیں۔ اور جن کی طرف آج تمام دنیا کا رُخ ہے۔ جو شخص اس زمانہ میں بڑی حکمت عملیاں کرتا ہے۔ وہی دنیا میں شہرت اور نام پاتا ہے۔ یہ وہ اصول بتایا گیا ہے۔ جس پر یورپ میں صدہا مبسوط کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور جس پر چلنے والے بڑے

بڑے ریفارمر ہیں۔

(۱۵) نک نہ ناساں پلنگ چڑھ باہساں۔

تشریح۔

نہ صورت اور نہ شکل نہ مُونہہ نہ ناک۔ اور ادعا یہ کہ پلنگ کے سوائے بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ اسمیں "ایاز حد خود بشناس" کا مسئلہ بتایا گیا ہے۔ اور اخلاقی جہت سے یہ بحث کی گئی ہے کہ ہمیشہ اپنی حد اور درجہ میں رہ کر کام اور کام کی خواہش کرنا زیبا ہے۔

(۱۶) تھوم کھاسی تاں بوآسی۔

تشریح۔

اس میں عملیات اور خیالات کے نتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جب کوئی بُرا کام کرے گا۔ تو اُس کا نتیجہ بُرا ہی ہوگا۔ اور اُسے اُس کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔

(۱۷) ککھیں بھاہ غلاماں دوستی۔

تشریح۔

خشک سرکنڈہ یا تنکوں میں آگ بہت جلد لگتی ہے۔ اور غلاموں یعنی کمینوں کی دوستی اور محبت بھی بہت جلد خرابی لاتی ہے۔ جس سے احتراز لازم ہے۔

(۱۸) ڈھگی نہ ڈھور کیا کرسی چور۔

تشریح۔

جس گھر میں اسباب مال مویشی نہ ہو۔ اُس میں چور آکر کیا کرے گا۔

مطلب یہ کہ آزادی اور بے تعلقی میں جبکہ عمل اور نیت صاف ہو کسی کے مواخذہ کا کیا خوف ہے۔

آن را کہ حساب پاک از محاسبہ چہ باک۔

(۱۹) لگی نہ ویائی کیا جانے پیڑ پرائی۔

تشریح۔

نہ حاملہ ہوئی اور نہ جنی۔ اس حالت میں بانجھ عورت زچہ کی تکلیف اور درد کیا محسوس کرسکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک کوئی کسی مصیبت اور تکلیف میں خود نہیں مبتلا ہوتا۔ دوسرے کی مصیبت اور تکلیف سے متالم نہیں ہوسکتا۔ واقعی رحم اُسی شخص کے دل میں ہوگا۔ اور وہی شخص ایک مصیبت زدہ کی مصیبت سے دل سوزی ظاہر کرسکتا ہے۔ جو خود بھی کسی مصیبت میں گرفتار رہ چکا ہو۔

(۲۰) لکھ مرے لکھ پال نہ مرے۔

تشریح۔

لاکھ آدمی مرجائے تو افسوس نہیں لیکن فیاض جو صدہا لوگوں کی پرورش کرتا ہے اور جس سے غریب مستفیض ہوتے ہیں۔ اُس کے مرنے کا افسوس ہے۔ بعض یوں "اویل کرتے ہیں کہ لاکھ روپیہ کے نقصان سے کوئی ہرج نہیں لیکن اُس فیاض کی مصیبت ایک سخت حرج ہے۔ جو لاکھوں کی پرورش کرتا ہے۔ اس سے اُس خیال کا پتہ لگتا ہے۔ جس سے جود وسخا اور عام ہمدردی اور دل سوزی کی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ اور جو اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ لوگوں میں ایسے لوگوں کو کس احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

(۲۱) ماں ماسی کندھ ایرے تے آسی۔

تشریح۔

اِس میں اُس بحث پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ہر ایک مُلک و قوم کے بڑے بڑے حکیموں اور فلاسفروں کا تختہ مشق رہی ہے۔ یہ بحث ایک پرانی بحث ہے کہ

" طبعی یا خلقی جذبات کا کہاں تک اثر مسلسل چلا جاتا ہے۔

" نسلی جذبات یا خواص کہاں تک سا ساتھ رہتے ہیں۔

" پورانی تعلیمات جو بمنزلہ ایک عادت کے ہو جاتی ہیں۔ اُن کا کہاں تک اثر باقی رہتا ہے۔

" موروثی خواص کہاں تک نسلاً بعد نسلاً چلے جاتے ہیں۔

" موروثی صفات اور جذبات کی اُفتاد کیسے ہوتی ہے۔ اس ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ ماں اور ماسی ہمیشہ قریباً ایک ہی طبیعت کی ہوتی ہیں۔ جیسے کہ دیوار ہمیشہ نیو کے اوپر ہی رکھی جاتی اور آتی ہے۔

(۲۲) مونہہ وچ گُڑ اندر وچ اُڑ۔

تشریح۔

یہ ضرب المثل اس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب زبان کچھ ہو اور دل میں کچھ ہو۔ زبان سے تو میٹھا ہو اور دل سے کڑوا۔ یعنی فریب دِہ۔

(۲۳) کُج نال کُج۔

تشریح۔

ہمیشہ جھگڑے سے جھگڑا ہوتا ہے۔ جب کوئی دوسرا حجت بازی کرتا ہے تو اور لوگ بھی حجت کرتے ہیں صفائی ہمیشہ صفائی کا موجب ہوئی ہے۔ اس میں معاشرت اور معاشرت کے بےغل و غش اور آزادانہ گذارنے کا طریق مامون بتلایا گیا ہے۔

اوپر کی تمام ضرب المثلوں سے یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ جس ملک اور جس قوم کی یہ ضرب المثلیں ہیں اور جن میں ان کا چرچا ہے۔ اس میں قطع نظر اس کے کہ اُس کی موجودہ حالت کیسی ہی ہو۔ اور اُس کے موجودہ اعمال کیسی ہی شہادت دیتے ہوں لیکن

اُس کی وہ تعلیم جو تجربہ سے حاصل کیگئی ہے ۔ کیسی صاف اور کیسی بے لاگ ہے ۔
جس سے ہم یہ استدلال کرنے کے مجاز ہیں کہ ہر ملک اور ہر قوم کی تعلیمات میں صداقت اور عام پسندیدگی کے جواہر پائے جاتے ہیں ۔ اور کوئی قوم اخلاقی حدود سے خالی نہیں ۔ تہذیب خاص قوموں کا ہی حق نہیں رہا ہے ۔ بلکہ عام قومیں بھی اپنے قومی خزانوں میں تہذیب کے بے بہا اصول اور قیمتی ریزے رکھتی ہیں ۔ اگرچہ ایسے اصول اور ایسے ریزے پراگندہ اور بے سلک ہیں ۔ لیکن اگر اُنہیں احتیاط سے جمع کیا جائے تو اُنکی کیفیت اور قیمت کا پتہ لگ سکتا ہے ۔ اور اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ قدرتی فیضان نے کسی قوم کے ساتھ کنجوسی نہیں کی ہر قومی دائرہ میں قدرتی فیضان کا آفتاب طلوع ہوتا رہا ۔ یا کسی وقت میں ہو چکا ہے ۔ اور اُس کی کرنیں اب تک ذرات کی صورت میں کہیں کہیں درخشاں ہیں ۔

تنقیدِ امثال

جس طرح دنیا میں بُرے بھلے کامل ۔ ناکامل پورے ادھورے سینکڑوں اقوال ۔ تماثیل ۔ نظائر اشعار پائے جاتے ہیں ۔ اسی طرح ضرب الامثال کی بھی حالت ہے ۔ ان میں بھی صدہا ضرب المثلیں ناکامل ہیں ۔ اُن کی ترکیب غلط نتائج پر لے جاتی ہے ۔ یا اُن کے مضامین پایۂ صداقت اور اخلاق سے گرے ہوئے ہیں ۔ گو یہ کہا جائے گا کہ ایسی مثلیں اس ذخیرہ میں بہت کم ہیں ۔ کہ جن کی بنیاد غلط ہو ۔ لیکن یہ ضرور کہا جائے گا کہ اُن کا طرز استدلال یا ماخذ درست نہیں ۔
بہت سی ایسی ضرب المثلیں ہیں کہ جن کا ماخذ اور نتیجہ تو درست اور واقعی ہوتا ہے ۔ لیکن جن الفاظ سے اُنہیں ترکیب دیا گیا ہے ۔ وہ بجائے خود متانت کے پایہ سے گرے ہوئے ہیں ۔ جیسے ۔
نہ داڑھی نہ موچھ بھڑوا لچہ دا لُچہ ۔

اس میں اُس شخص کی مذمت کی گئی ہے ۔جو داڑھی اور موچھ نہ رکھتا ہو یا تو یہ اُن اشخاص کے حق میں کہی گئی ہے ۔جو ابھی تک نوعمر اور ناتجربہ کار ہوں ۔ اور یا اُن لوگوں کے حق میں جو داڑھی اور مونچھیں منڈاتے ہوں دونوں حالتوں میں اس کا جو یہ نتیجہ نکالا گیا ہے ۔کہ ایسے لوگ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ درست نہیں ۔ یا تو ملکی رسم و رواج کے اعتبار سے ایسا کہا گیا ہے اور یا فی الحقیقت ایسا ہی اصول قرار دیا گیا ہے ۔ اس کے خلاف بھی ظاہر ہوتا ہے ۔ کیونکہ بہت سے ڈاڑھی موچھ والے بھی ناقابل اعتبار ثابت ہوتے ہیں ۔ اور بہت سے نوعمر بھی لائق ملتے ہیں۔اور پرانی عمر والوں میں سے بعض ناقابل بھی ہوتے ہیں اس واسطے یہ کہا جائے گا کہ اس کا استدلالی نتیجہ درست نہیں ۔اور ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس نتیجہ سے یہ مثل وضع کی ہے ۔ وہ اپنے تجربہ میں خود ناکامل تھا

تسبیح پھیرے تے جھگی ہیرے ۔

بظاہر تسبیح خواں اور اندر سے لوگوں کے گھر تاڑتے پھرنا ۔

یہ بھی کلیہ نہیں ایک دو تسبیح خوانوں کے بُرے افعال سے یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ کل تسبیح خوان ہی ایسے ہوتے ہیں ۔جہاں ایسی صورت ہو وہاں تو اس کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔لیکن عام طور پر باعتبار ایک کلیہ کے اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ بایں حالات یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک اصولی استدلال ہے ۔

تنقید الامثال سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرب الامثال باعتبار تنقیدی اصولوں کے مندرجہ ذیل مراتب رکھتی ہیں ۔

" عامہ ۔

" موقتہ ۔

" تجربی ۔

عامہ وہ ہیں جو ہرایک موقعہ پر اطلاق پاسکتی ہیں۔ اور ہر جگہ پر چسپاں ثابت ہوتی ہیں۔
جیسے۔

(۱) انب نہ لگدے ٹالیاں توت نہ لگن شرینہ۔
باز دانہ نہ چگدا درب نہ چردا شینہ۔

تشریح۔
شیشم کو آم۔ اور پھرواہاں کو توت نہیں لگتے۔ باز دانے نہیں چگتا۔ اور شیروں کی غذا درب نہیں ہوتی۔

(۲) بھیڈ دی پوچھ لگیاں نہ اُروار نہ پار۔
ترجمہ۔ دریا میں بھیڈی کی دُم پکڑ کر پار ہونا مشکل ہے۔

تشریح۔
مطلب اس کا یہ ہے کہ بے اعتبار بے وفا۔ خود غرض بے وقعت اور بے وقر انسان کی نسبت سے کامیابی کی امید رکھنا فضول اور ایک حمق ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی شخص بھیڑی کی دُم پکڑ کر دریا سے گذرنا چاہے نہ واپس آسکے گا اور نہ پرلے کنارہ جاسکے گا۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

(۳) بھیڈ دا بھڈورا سو کھواؤ سو ٹکہ پورے دا پورا۔

تشریح۔
مفہوم اس کا یہ ہے کہ ہر چیز اور ہر شے اپنی طاقت کے موافق بڑھتی اور نشو و نما پاتی ہے۔ گھوڑے اور گدھے یا بھیڑی اور بکری کی کیسی ہی پرورش کی جائے۔ ممکن نہیں کہ وہ اونٹ یا ہاتھی کے قدو قامت کی ہوسکیں۔

(۴) انباں دی بُکھ دنبا کھڑیں نہیں جاندی۔

تشریح۔

آموں کی خواہش آموں کی گٹھلیوں اور چھلکوں سے پوری نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ جو شے جس خواہش کے مناسب واقعہ ہوئی ہے۔ وہی اُس کے لئے موزون شے ہے۔ دوسری شے ہر حالت میں نامناسب ہے۔

(۵) اُٹھ جے کنکے چھوڑیئے وت جواہاں کھا۔
کُتا راج بٹھائیے چکی چیٹن جا۔

تشریح۔

اگر کنک اونٹ چھوڑا جائے تو باوجود اس کے کہ کنک ایک لطیف چارہ ہے۔ لیکن اونٹ اپنے طبعی اقتضا سے کنک چھوڑ جواہاں ہی کھائے گا۔ کُتا اگرچہ کیسے ہی مخملی گدیلوں پر بٹھایا جائے پھر بھی چکی چاٹے گا۔ اور اِدھر اُدھر مُنہ مارے گا۔ اس میں اصلی میلان طبائع پر بحث کی گئی ہے۔ اور ایک لطیف پیرایہ میں استدلال تمثیلی کیا گیا ہے۔

(۶) بُکھ نہ لاون پُچھیا۔ عشق نہ پُچھی ذات۔
نیند نہ پُچھیا لستر ا کتھے وہانی رات۔

تشریح۔

اس میں ضرورت اور میلان کامل کی بابت بحث کی گئی ہے۔ کامل اشتہا میں این و آں کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور جہاں محبت ہو وہاں درجہ اور ذات سب خارج از بحث ہو جاتی ہے۔ فرط نیند میں لستر ا اور نرم گدیلوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پڑتے ہی خواب گراں میں رات گذر جاتی ہے۔ اس میں کمال لطافت سے تمثیلی رنگ میں مجبوری کی ضروریات پر بحث

کی گئی ہے۔

(۷) کندھی تے وسناں خواجہ نال ویر۔

تشریح۔

دریا کے کنارے پر رہنا اور خواجہ سے بیر رکھنا عقل مندی کی دلیل نہیں ہے۔ چونکہ خواجہ خضر علیہ السلام کا مسکن لوگوں کی نظروں میں دریا ہے۔ اور اُنہیں دریائی دنیا کا مالک سمجھا جاتا ہے اس واسطے اُن کا نام لایا گیا ہے۔ اصل مراد یہ ہے کہ جب زندگی ایک طاقت کی حفاظت میں دیگئی ہو اور وہی مختار اور مددگار رہو تو ان حالات میں ایسے شخص سے عداوت رکھنا اور اُس پر اعتبار نہ کرنا اپنے تئیں خود خوار کرنا اور ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس میں ایک عمدہ پیرایہ میں معاشرت کا اصول بتایا گیا ہے۔ اس طرز سے کسی اور اچھے پیرایہ میں اصول معاشرت نہیں تبلایا جاسکتا۔

(۸) وسواسی دی دال کچی۔

تشریح۔

اس ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اپنے کام کاج میں استقلال نہیں دکھلاتا اور ہمیشہ رائیں تبدیل کرنے کا عادی ہے۔ اُس کا کام کبھی مکمل نہیں ہوتا۔ اور نہ اُسے کسی عمدہ نتیجہ پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ جیسے ایک وسواسی۔ باورچی یا پکانے والی کی دال ہمیشہ کچی رہتی ہے۔

(۹) ہوئے ہوئے چھگے۔ سُنج کرنیدے جھگے۔

تشریح۔

تھوڑی تھوڑی فضول خرچی سے بھی گھرانے لُٹ جاتے اور بے مال و زر ہو جاتے ہیں۔ اس میں یہ اصول ظاہر کیا گیا ہے کہ فضول خرچی اور اسراف رفتہ رفتہ وبال لاتا ہے۔

(۱۰) لکھ من صابن بھادیں لگے مول نہ ہوندے کالے بگّے۔

تشریح۔

اس میں قلب ماہیت اور قلب نیچر پر بحث کی گئی ہے۔ یہ نظیر لائی گئی ہے کہ اگرچہ لاکھوں من صابون خرچ کیا جائے۔ لیکن پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ کوئی قدرتی سیاہی سفیدی سے تبدیل ہو سکے۔ یہ تمثیل اس پر روشنی ڈالتی ہے کہ جو کام غیر ممکن ہو۔ اُس میں سعی کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا اور شرمندہ کرنا ہے۔

(۱۱) تپ سے راج راج سے نرک۔

تشریح۔

محنت۔ حکمت عملی۔ لیاقت۔ تردد عزم اور احتیاط سے راج یا بادشاہی ملتی ہے۔ اور کبھی راج سے نرک یعنے دوزخ بھی مل جاتا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جب ایک راجہ۔ نواب۔ بادشاہ رعایا پر ظلم وستم کرتا اور انصاف کی نعمت سے محروم رکھتا ہے۔ تو پھر وہ اپنے واسطے گویا دوزخ مول لیتا ہے۔ اس میں انصاف اور رحم دلی کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حاکم جب ظلم وستم کرتے ہیں تو اُس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

(۱۲) جیون جُنیاں چکیاں موت جُتا جندراہ۔

تشریح

یہ ضرب المثل دنیا کی بے ثباتی حیات مستعارہ کا اظہار کرتی اور زندگی کی حقیقت وادی گریہ کے پُردرد سماں میں دکھاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ زندگی تو صرف چکی ہی چلاتی ہے اور موت نے اُس کے مقابلہ میں جندراہ چلا رکھا ہے۔ ایک چکی جندراہ کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے آخر وہ رہ جائے گی۔ اور جندراہ سب مایۂ زندگی پیس ڈالے گا۔

مرا ز تجربہ کاری شد این سخن معلوم
کہ ہیچو عشق بہ عالم بلائے دیگر نیست

(۱۳) اوٹھاں نال گڑیدے کھیلے کملی پاولی۔

تشریح۔

اونٹوں کے ساتھ دیوانی جولاہی کلکلی کھیلتی ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اونٹ اور انسان کی کھیل جیسے ناموزون ہے۔ ویسے ہی کم حیثیت اور کم طاقت انسان کا زور آور انسان سے مخاصمت یا با اقبال سے ہمسری کی دوستی کا ٹھنا ایک ناموزون عمل اور نامناسب وتیرہ ہے۔ جو بات نبھ سکے وہ کرنی چاہئیے۔ جو نبھ نہ سکے وہ درست نہیں۔

ان تمام امثلہ سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب اصول عامہ کے اعتبار سے کہی گئی ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر وقت اور ہر ملک اور ہر قوم ان کا مصداق ہے۔ ان سے کوئی زمانہ اور کوئی وقت کوئی ملک اور کوئی قوم باہر نہیں جا سکتی۔ خلاف اس کے جو امثلہ خاص خاص وقت یا صورتوں سے متعلق ہیں وہ اُسی وقت اور اُسی صورت سے متعلق اور وابستہ ہوتی ہیں۔ جو اُن کے موزون ہیں جیسے۔

(۱) انجان ودیا بڈاں دا کھو۔

تشریح۔

نیم حکیم خطرہ جان۔ یہ اُسی موقعہ پر اطلاق پائے گی جہاں کوئی ایسی صورت پیش ہو۔ ہر موقعہ پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکے گا۔ بے شک ہر ملک اور ہر قوم اور ہر زمانہ میں اس قسم کے لوگ پائے جا سکتے ہیں۔ کہ جن پر کسی نہ کسی رنگ میں یہ اطلاق پا سکے۔ مگر با این ہمہ یہ مؤنثہ ضرب المثل کے احکام میں ہے۔

(۲) ایہو حال مہنیواں دا اللہ بیلی مال دا

تشریح۔

اس میں ایک شخص کو بالخصوص مخاطب کرکے کہا جاتا ہے کہ اگر بھینسیں چرانے والے کا یہی حال اور یہی وتیرہ ہے تو پھر مویشی کا خدا حافظ۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنا کام اپنا فرض احتیاط اور محنت سے ادا نہیں کرتا۔ جو کام اُس کے تفویض کیا گیا ہے۔ وہ کسی حالت میں بالاطمینان پورا نہیں ہو سکتا۔

(۳) انھی انھا رلیا ہکو جھگا گلیا۔

تشریح۔

جس گھر میں خاوند بھی اندھا اور بیوی بھی اندھی ہو اُس گھر کا خدا حافظ وہ گھر ضرور برباد ہوگا یہ بھی خاص موقعہ میں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں کہ ایسی صورت ہو کہ دونوں طرف ایک ہی صفت اور ایک ہی گن کے ہوں۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں
جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

(۴) اندر بیٹھی لکھ دی۔ باہر گئی ککھ دی۔

تشریح۔

یہ عورت کے واسطے ہے۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جو عورت تنگی۔ ترشی۔ خوشحالی میں اپنے ہی گھر میں رہ کر شکر و صبر اور قناعت سے گذارہ کرتی ہے۔ وہ ہر ایک کی نظر میں ایک وقعت اور ایک عزت رکھتی ہے۔ اور اُس کا وقر اور احترام لاکھوں سے بھی زیادہ کا ہے۔ جو عورت بے صبر ہو کر چکر لگاتی پھرتی اور ہر ایک سے یہ ذلت ملتجی اور دو چار ہوتی ہے وہ خود اپنا وقر اور

اور احترام گنواتی ہے۔ اُس کی قیمت ایک تنکا یا ایک کوڑی بھی نہیں۔ اس ضرب المثل سے ایک ملک اور ایک قوم کے وہ رسم و رواج معلوم ہوتے ہیں جو عورتوں کی نسبت اُن میں مروج ہیں۔ اور اُس سے عورتوں کے واسطے ایک قسم کی پابندی کا سبق ملتا ہے۔ خواہ اُسے پردہ کہ لو۔ اور خواہ ناجائز آزادی سے انحراف اور نفرت۔ جن ملکوں کی عورتیں آزادی سے باہر آتی جاتی ہیں۔ اُن میں یہ ضرب المثل اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھی جا سکتی۔ ہاں اگر اس کے یہ معانی لئے جائیں کہ بے قدر اور بے وقعت ہو کر کسی کے ہاں عورات کا جانا اور اپنی قیمت کم کرنا اس سے مراد ہے تو پھر یہ اور ممالک یا اقوام میں بھی لی جا سکتی ہے۔

(۵) ترے کم کو راہ مرد نوں چکی سنڈھو نوں گاہ رن نوں راہ۔

تشریح۔

تین کام بُرے ہیں مرد کا چکی پیسنا۔ جاموشس کا غلہ نکالنے پر لگانا۔ عورت کو سفر۔

جس ملک میں چکی اور جاموشس نہیں اور جہاں کی عورتیں ہمیشہ سفر کی عادی ہیں۔ وہاں یہ ضرب المثل صادق نہیں آسکتی۔ (رن نوں راہ) کا مطلب بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ یہ پنجابی کا ایک محاورہ ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو عورت ہمیشہ گھر سے غیر حاضر رہ کر اِدھر اُدھر چکر لگاتی رہتی ہے۔ وہ گھر کے قابل نہیں رہتی۔ کیونکہ اُس کی عادت اوباشانہ ہو جاتی ہے۔ جس سے نظم و نسق گھر اور پرورش عیال اطفال میں نقص واقعہ ہوتا ہے۔

(۶) گلز نال الفت تے گِٹے پلیت۔

تشریح۔

کُتے کے بچہ سے پیار کرنا اپنے تئیں پلید کرنا ہے۔ یا ٹخنے پلید کرنے ہیں۔ جہاں کتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا وہاں کی رسم و رواج کے مطابق ٹخنے کیا مونہہ بھی چوم لیں تو کوئی برائی نہیں

ایسے ملکوں اور ایسے قوموں میں بایں مفہوم یہ ضرب المثل چسپاں نہ ہوگی۔ اگر یہ معنی کئے جائیں کہ بُری شے کی صحبت سے ہمیشہ بُرا ہی نتیجہ نکلتا ہے تو پھر ہر ایک حالت میں اس کا اطلاق ہو سکتا ہے

(۷) کُکّڑ کُٹھی گوانڈن روٹھی۔

تشریح۔

مرغی ذبح کی اور ہمسایہ عورت خفا ہوگئی۔ مطلب یہ کہ چونکہ مرغی کا گوشت یا شوربا کم تھا۔ ہمسایہ عورت نے بھی مانگا اُسے نہ ملا تو وہ خفا ہوگئی۔ اصل مطلب اس کا یہ ہے کہ تھوڑی شے یا کم سرمایہ کی حالت میں ہمیشہ لوگ ناراض رہتے ہیں اور ہر ایک کو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں بعض وقت کمی کی حالت میں بھی کوئی شکایت نہیں ہوتی۔

ان امثلہ بالا سے ثابت ہے کہ یہ ضرب الامثال موقتہ ہیں۔ گو بعض حالات میں عام مفہوم میں بھی نہیں لیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی ان میں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ امثلہ بھی ہیں جو تجربہ کی بنیاد پر کہی گئی ہیں۔ گو ان کا اطلاق عامہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمیشہ تجربے جداگانہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے ممکن ہے کہ کبھی اُن کے خلاف بھی ہو جائے۔

جیسے۔

(۱) تتر کھنبی بدلی رن ملائی کھا ۔

اوہ وسّے اوہ اُدھلے اینہہ بچن نہ بر تھا جا

تشریح۔

رنگ برنگ کی بدلیاں ہمیشہ برستی ہیں۔ جو عورت بالائی کھاتی ہے وہ گھر سے نکل جاتی ہے۔ یہ مقولہ ایک تجربہ کی بنیاد پر ہے۔ گو اکثر ایسی بدلیاں برستی ہی ہوں۔ لیکن یہ کلیہ نہیں کہ ہمیشہ ہی برسیں اسی طرح جو عورت بالائی کھاتی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ گھر سے نکل ہی جائے۔ بالائی کھانا پنجابی کا

ایک محاورہ ہے۔ جس کے معنی چھکے بازی اور آوارگی کے ہیں۔ بے شک اس مزاج کی عورتیں قابل اعتبار ثابت نہیں ہوتیں مگر یہ کوئی کلیہ نہیں ہے۔

(۲) دکھن ساہنیاں بدلیاں جے رنڈ دھووے پیر
اوہ بھی دسنوں ناٹن اوہ پرنیسی پھیر

تشریح۔
وہ بدلیاں جو دکھن سے اُٹھیں ہمیشہ برستی ہیں جو بیوہ پیر صاف کرکے رکھے وہ جانو کہ پھر شادی کرے گی۔ یہ بھی ایک تجربہ پرکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو۔ چونکہ بیوہ عورت اس ملک میں اپنے تئیں سہاگن عورتوں کے مقابلہ میں بعض قوموں میں ہمیشہ میلی کچیلی حالت میں رکھنے کی عادی ہوتی ہے اس واسطے اُس کی نسبت ایسا خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اکثر یہ درست نہیں اُترتا۔ بعضوں نے اس کے یہ معنے لئے ہیں کہ پاؤں دھونے سے مراد فواحش پرستی ہے۔ ان معنوں میں استدلال کلی اور عامہ ہو جائے گا۔

(۳) مار نہ کٹ تے آندر چا گھُٹ۔

تشریح۔
زدوکوب نہ کر خاموش رہ۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ تنبیہہ کے لئے زدوکوب کی کوئی ضرورت نہیں صرف قطع تعلق ہی کافی ہے۔ مُنہ نہ لگانا بھی ایک تنبیہہ ہے۔ یہ سچ ہے لیکن ہر جگہ پر یہ اصول کام نہیں دے سکتا کبھی سزا کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ گو بے تعلقی اور مُنہ نہ لگانا بھی ایک سخت سزا ہے۔ لیکن کن کے لئے جو اسے محسوس کرتے ہیں اُن کے لئے نہیں۔ جو نرم سزاؤں کی حد سے گذر چکے ہیں۔ ہر جُرم دہر سزا ہے۔

(۴) شہری یار تے لئی دا انگار برابر۔

تشریح۔

شہری دوست کی دوستی اور لئی لکڑی کی آگ یکساں بے اعتبار اور نکمی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض کے تجربوں میں یہ استدلالی نتیجے درست ہوں۔ لیکن انہیں اصول عامہ قرار دینا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ شہر کے تمام لوگ ہی دوستی میں نرم یا دوستی کے کچے نہیں ہوتے۔ شہریوں میں سے بھی صدہا لوگ دوستی کے پورے اور وعدہ کے پکے نکلتے ہیں۔ بعض وقت لئی کی لکڑی کی آگ بھی کام دے ہی جاتی ہے۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

(۵) جو کرے تمیسر نہ پیر کرے نہ پرمیسر

تشریح۔

تانبہ کے کشتہ میں جو طاقت ہے وہ نہ تو پیر میں ہے اور نہ (نعوذ باللہ) خدا میں۔ یہ ایک مبالغہ کے رنگ میں مثل کہی گئی ہے۔ شاید کسی کا یہ تجربہ ہو کہ ہر مرض پر تانبہ کا کشتہ اکسیر ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ یہ کسی حالت میں نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ہر مرض اور ہر عارضہ کے مقابلہ میں ہمیشہ تانبہ کا کشتہ اکسیر ہی ثابت ہوتا ہے۔ بعضوں نے خلاف اس کے یہ بھی کہا ہے کہ تانبہ کا کشتہ اکثر حالات میں سخت مضر پڑتا ہے۔

(۶) رن گئی سیاپے گھر آوے تاں جاپے۔

تشریح۔

عورت کسی دوسرے گھر میں ماتم پرسی یا سیاپا کرنے کے لئے گئی ہے۔ پھر مڑ کر واپس گھر میں آوے تو

کہیں۔

چونکہ ایسے مواقعہ میں خراب چلن کی عورتیں بھی جمع ہوتی ہیں۔ اس واسطے اگر عورت گھر میں واپس آجائے یا ٹھیک خیالات لیکر آئے تو ٹھیک ہے یہ بھی ایک مبالغہ کی صورت میں خاص خاص تجربوں کی بنیاد پر کہی گئی ہے۔ ضرور نہیں کہ کلی طور پر یہ ہمیشہ ہی صادق آتی رہے۔

(۷) جو گرجے وہ برسے نہیں۔

تشریح۔

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔

یہ بھی ایک عام تجربہ یا غلب رائے پر کہی گئی ہے۔ ورنہ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اکثر گرجتے بادل بھی برس گئے ہیں۔ گو اکثر ایسا نہ ہوتا ہو۔ لیکن پھر بھی اس استدلال کا نتیجہ اغلباً ہی ہوگا۔ نہ کہ حکماً۔

ان تمام امثلہ بالا سے یہ ثابت ہوگا کہ ان کی بنیاد اکثراً تجربوں اور مشاہدات پر موقوف ہے جن کی بابت کسی وقت تخلف کا بھی قیاس ہو سکتا ہے۔ اور بطور کلیہ کے انہیں قطعی نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔

اسی طرح بعض وقت ضرب الامثلیں طنزیہ رنگ میں بھی کہی جاتی ہیں۔ مراد اُن سے صرف تنبیہ یا طنز ہوتی ہے۔ یا یہ کہ جس پر اُن کا اطلاق ہوتا ہے وہ ہوش میں آکر اپنے اعمال اور نیات کا ریویو کرے اور خفیف حرکات سے باز آئے۔

(۱) چڑھیا سوتے لٹا بھو

تشریح۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جبکہ کوئی شخص باوجود قرض دار ہونے کے بھی فضول خرچی سے باز نہیں رہتا۔

(۲) سونا روڑی تے سُفنے شیش محلاں دے۔

تشریح۔

اپنی حیثیت سے زیادہ چاہنا گو یا کوڑہ کرکٹ ہیں سونا اور خواب آنے شیش محلوں کے یہ مثلہ اُن لوگوں کے مقابل میں اطلاق پاتی ہیں جو اپنی حیثیت اپنے درجہ سے بڑھ کر خیالات رکھتی ہیں

(۳) ڈھڈھوں بُھکی دولت بی بی ناں۔

تشریح۔

روٹی کھانے کو نہیں ملتی اور نام دولت بی بی۔ یہ بھی طنزیہ رنگ میں اُن لوگوں پر اطلاق پاتی ہے۔ جو خواہ نخواہ اپنی حالت سے بڑھکر بزرگی جتانے کے عادی ہیں۔

(۴) کاٹھ دی بلّی تے کرے میاؤں۔

تشریح۔

کوئی سکت کوئی طاقت کوئی حوصلہ نہ ہو۔ اور پھر مُنہ سے ایسی باتیں کرنا۔ جن سے یہ معلوم کرایا جائے۔ کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کا بھی طنزیہ یا تعجباً اطلاق ہوتا ہے۔

(۵) جم نہ لگی تے نک نانکیاں تے۔

تشریح۔

ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ اس کی ناک ننہال پر ہے۔ یہ بھی اُس حالت میں اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی تعلّی کی لیتا ہے۔

(۶) ٹنڈاں پتہ نہ جانے تے لکھیاں دا اُستاد۔

تشریح۔

ٹنڈ تو بنانا جانتا نہیں اور مشکیں بنانے کا ادعا کرتا ہے۔

یہ بھی اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص جانتا تو ایک عام چیز یا عام ہنر بھی نہ ہو اور لاف یہ مارے کہ وہ بڑے بڑے ہنر بھی جانتا ہے۔ اور بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔

(۷) ماں بٹھاری پتر فتح خاں۔

تشریح۔

یہ ضرب المثل بھی ایک طنزیہ رنگ میں کہی گئی ہے۔ ایسی موقعہ پر اس کا استعمال ہوتا ہے کہ جہاں ایک شخص اپنی اصلیت اور حیثیت سے بڑھکر دعوے کرتا ہے۔

ان تمام امثلہ سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی ضرب الامثلیں طنزیہ رنگ میں کہی گئی ہیں۔ گویا ایک قسم کی ہجو ہیں۔ لیکن اسے ہجو ملیح نہیں کہا جا سکتا۔ یہ پتہ کی باتیں ہیں۔

اسی طرح بعض ضرب الامثلیں کبھی بطور عبرت کے بھی کہی جاتی ہیں۔

جیسے

(۱) اپنے کیتے کرلے آپے بیٹھ وچار۔

تشریح۔

خود کردہ را چہ چارہ

(۲) اُجڑگیاں دا گھر کیویں دُھا سیر پنجایا ترے پا کُھٹا۔

تشریح۔

فلاکت زدگان کا گھر کس طرح برباد ہُوا۔ ایک سیر روٹی پکوائی۔ جس میں سے تین پاؤ گھٹ گئی اس کہاوت میں عبرت کے رنگ میں ایسے لوگوں اور ایسے خاندانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو بے احتیاطی فضول خرچی اور عدم کفایت شعاری سے تباہ ہو چکے ہیں یا ہوتے ہیں۔

(۳) بُھڑ پیا سونا جیڑھا کناں نوں توڑے۔

تشریح۔

حیف ہے اُس سونے کا پہننا جس سے کان ٹوٹیں۔ یہ وہاں پر اطلاق پاتی ہے جہاں کوئی شخص نمائش کے لئے کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ جو در اصل نقصان اور تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔

(۴) پنج دینے دو لہنے۔ رن گھڑاوے گہنے۔

تشریح۔

آمد دو کی ہو اور خرچ پانچ کا اور اِدھر بیوی زیورات بنوانا چاہے۔ یہ بھی عبرتی رنگ میں کہی گئی ہے۔ اور تعجباً کہا گیا ہے کہ ایسی صورت میں بیوی کو زیور کی سوجھی ہے۔

(۵) بکرے دی ماں کدوں تک خیر مناوے۔

تشریح۔

بکرے کی ماں کب تک اُس کی خیر منائے گی۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص افعال ذمیمہ اور اعمال کریہہ کا مرتکب ہو وہ دوسروں کی زد سے کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ آخر قابو آئے گا۔ جیسے بکرا کبھی نہ کبھی ذبح کے لئے قابو آ ہی جاتا ہے۔

(۶) گنڈا گھڑاون گئی تے گھنڈی کھنا آئی۔

تشریح۔

گنڈا بنوانے کے لئے گئی اور شاہ رگ کٹوا آئی۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے کہ جب کوئی شخص کم فہمی سے ایسے موقعہ پر اور ایسے حالات میں کسی خاص غرض سے اور کسی خاص کام کو جائے کہ بجائے فائدہ مزعومہ کے اُلٹے نقصان ہو۔

(۷) رو رو موئی تے سوہرے بھی نہ گئی۔

تشریح۔

روتی بھی رہی اور سسرال کے ہاں بھی نہ جا سکی۔

یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ جب ایک شخص سخت تردد اور فکر کر کے بھی منزل مقصود نہ پائے اور محروم رہے۔

ناصحانہ بھی اشلہ ہوتی ہیں۔ جیسے۔

(۱) اندھے اگوں رونا اکھیاں دا زیان۔

تشریح۔

جو شخص دل سوزی۔ ہمدردی۔ دل جوئی ہی نہ رکھتا ہو اُس کے آگے حالات کا اظہار سوائے مایوسی کے اور کیا فائدہ رکھتا ہے۔

(۲) آپ ونلی تے ویڑھے ڈوہ۔

تشریح۔

آپ نکمی اور صحن خانہ پر یہ الزام کہ وہ خراب یا تنگ ہے۔ یعنی خود تو کچھ نہیں کر سکتی اور الزام دوسرے پر۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص خود تو ناکارہ ہو اور عدم کامیابی کا الزام دوسروں کے سر تھوپے۔

(۳) اٹے نال مطلب ناں خرخسے نال

تشریح۔

آٹا لینا مطلب ہے۔ جھگڑے اور دوبدو سے کیا غرض۔

یہ اُس وقت کہا جاتا ہے جبکہ بعض اشخاص کا مطلب تو کچھ اور ہوتا ہے اور خواہ مخواہ پرخاش کچھ اور کرتے ہیں۔

(۴) انھے اگے رونا بولے اگے گل ۔ گونگے اگے سنہیوڑا تینوں لل بلل۔

تشریح۔

اندھے کے آگے رونا بہرہ سے بات کرنا۔ گونگے کو پیغام دینا۔ تینوں بے حاصل اور فضول حرکات ہیں۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جو کام کسی سے نکل سکتا ہو اور جو کسی کے قابل ہو وہی موزون ہوتا ہے۔ بیجا کوشش کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔

(۵) بیڑی ڈبی دم بہاول حق۔

تشریح۔

بیڑی ڈوبنے پر دم بہاول حق کہنا کوئی اثر نہیں رکھتا ملتان کے ضلع میں مشکل کے موقعہ پر دم بہاول حق کہنے کا رواج ہے۔ حضرت شاہ بہاول حقؒ کو ایسی حالت میں یاد کرتے ہیں جو ایک بزرگ رسیدہ گذر چکے ہیں۔ اس مثل میں یہ دکھایا گیا ہے کہ جب بیڑی ہی ڈوب گئی تو دم بہاول حق کہنے سے کیا فائدہ ہے کام ہو چکنے یا کام کے بگڑ جانے پر استمداد فضول فعل ہے۔

(۶) پیسہ پلے نہیں سودا چیتی دے۔

تشریح۔

دام تو پاس نہیں اور جلدبازی یہ کہ جلدی سودا دو یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص استطاعت تو رکھتا نہیں اور خواہ مخواہ ہی ایک نتیجہ کا امیدوار رہتا ہے۔

(۷) گھر آٹا نہیں پھلکے شوخ پکاوے۔

تشریح۔

گھر میں تو آٹا نہیں اور کہا جاتا ہے کہ روٹیاں اچھی پکانا۔ یہ بھی ایسے موقعہ پر بولتے ہیں۔ جبکہ کوئی شخص باوجود اپنی حالت اور وسعت جاننے کے بھی نمائشی طور پر وہ فعل اور وہ عمل کرتا ہے۔ جس کا سامان خود اُس کے پاس موجود نہیں ہوتا۔

(۸) چنگی کر بھائی نے پیڑے چوراون آئی۔

تشریح۔

معتبر کر کے گھر میں جگہ دی اور لٹے آٹے کے پیڑے چورانے لگی۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب کسی دوسرے شخص پر اعتبار کیا جاے اور وہ بجائے اس کے کہ اعتبار قائم رکھے۔ اپنا ذاتی فائدہ اُٹھانے کی ناجائز طور پر کوشش کرے۔

(۹) آیاں ہرک نہ گیاں سوگ۔

تشریح۔

نہ آنے سے فایدہ اور نہ جانے سے نقصان۔

اس ضرب المثل میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا عدم وجود برابر ہے۔ جن کی زندگی اپنے ابنائے جنس کے حق میں کسی رنگ اور کسی صورت میں بھی سود مند ثابت نہیں ہوتی۔ اس میں یہ تحریک کی گئی ہے کہ انسان اُسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ جب اُسکی ذات سے کسی کو کوئی فائدہ ہو۔

(۱۰) گلاں مفت دیاں تے ٹکے دے موٹھ۔

تشریح۔

باتیں مفت کی اور دو پیسے کے موٹھ خریدے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ فائدہ تو کم پہنچانا اور کہنا سننا بہت یا یہ کہ خرچ تو بہت کرنا اور کام کی باتیں بہت تھوڑی کرنا۔ یا کوشش بہت اور فائدہ کم۔

(۱۱) دھوبی دے گھروں لگے چور اوہ نہ لٹھے لٹھے ہور

تشریح۔

دھوبیوں کے گھر میں چوری ہوئی۔ اُن کا کیا گیا نقصان تو اوروں کا ہوا۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جو لوگ صرف عارضی طور پر کسی کام کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اُن کی کاہلی سستی اُن کے لئے چنداں نقصان رساں نہیں ہوتی۔ نقصان تو اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو اُس کے بانی اور مالک ہیں۔

(۱۲) مونہہ کھاوے تاں، اکھ لجاوے۔

تشریح۔

مونہہ سے کھایا جاتا ہے اور شرماتی آنکھ ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ بعض اشخاص بعض وقت معمولی طمع سے غلطی تو کر بیٹھتے ہیں لیکن اخیر پر اُنہیں رسوائی اور شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔

(۱۳) کندھی نال لے دے۔ تے بڈھا نال لٹے دے۔

تشریح۔

دیوار کی جب تک لپائی نہ ہوتی رہے تب تک وہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح بڈھا بغیر عصا اور چھڑی کے چل نہیں سکتا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ کمزور آدمی بغیر سہارے کے خوبی سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ فارغ البال لوگوں کا فرض ہے کہ اُنہیں مدد دیں اور اُن کی کم زور زندگی کے ہمدردانہ کفیل ہوں۔

ان سب ضرب المثلوں میں ناصحانہ رنگ میں واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور یہ جتلایا گیا ہے کہ ان حالات میں ان امور اور اس پیش بندی کی ضرورت ہے۔

تعجب اور حیرت کے رنگ میں بھی کہاوتیں کہی گئی ہیں۔

جیسے۔

(۱) اِن من مینوں بھی وچ گن۔

تشریح۔

اِن من کلمہ زائد ہے یعنی نہ واسطہ نہ غرض مجھے بھی شریک حال سمجھو۔
یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے کہ جب کوئی شخص خواہ مخواہ بغیر کسی دعوے کے شرکت ظاہر کرے۔

(۲) اگ نوں آئی گھر والی بن بیٹھی۔

تشریح۔

عارضی تعلقات میں محکم تعلقات کا اظہار تعجب خیز اور سخت بے وقوفی ہے۔

(۳) اُٹھیں پُج نہ آوے تے بوریں لتاں مارے۔

تشریح۔

شتروں کو تو قابو نہ کر سکے اور بوروں کو لاتیں مارے۔ یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے۔ جب زور آور سے تو بس نہ چلے اور کم زور کو دبائے۔

(۴) اوہ نال نہ کھڑے تے اوہ آکھے ہیں ٹلی والے تے چڑھساں۔

تشریح۔

وہ ساتھ نہیں لے جاتا اور وہ کہتی ہے کہ میں اُس اونٹ یا بیل پہ چڑھوں گی جس کے گلے میں گھنٹی ہے۔
یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے۔ جب باوجود کس مپرسی کے کوئی شخص خواہ مخواہ دخل درمعقولات دے۔

(۵) اُلٹا چور کوتوال نوں مارے۔

تشریح۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص باوجود نقص کے اتراتا اور فوں فاں کرتا ہو۔

(۶) چور کو لوں پنڈ کاہلی۔

تشریح۔ چور اُٹھاتا اور چلتا نہیں اور مسروقہ بقچی زور دیتی ہے کہ جلدی لے چلو۔ مطلب یہ کہ جس کا مطلب ہے اور جسے ضرورت ہے وہ تو خاموش ہے اور جس کا کوئی مطلب نہیں وہ زور دے رہا ہے۔

(۷) مدعی سست گواہ چست۔

تشریح لشرح صدر۔

(۸) نہ تین وچہ نہ تیراں وچہ۔

تشریح نہ تینوں میں نہ تیروں میں۔

خواہ مخواہ دخل درمعقولات۔

(۹) دھی نا بہن کھاگئی بھکی ڈین۔

تشریح ۔ نہ لڑکی نہ بہن خود ہی سب کچھ صفا چٹ کرگئی۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ نہ کوئی کنبہ نہ کوئی شادی کی نہ بیاہ کیا۔ چسکوں میں ہی گھر اُجاڑ دیا۔

(۱۰) بڈھی گھوڑی تے لال لگام۔

تشریح۔ عمر رسیدہ گھوڑی اور سرخ لگام۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ ہر چیز اور ہر عمل وقت پر ہی سجتا ہے۔ بے وقت ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے عمر رسیدہ از کار رفتہ گھوڑی سنگاری جائے۔

(۱۱) کھادے گلہ مرتیجے کلہ۔

تشریح۔ سب خاندان کھائے اور کمائے ایک۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ کمائی تو خاندان میں سے ایک ہی کرے اور دیگر سب لوگ اپاہجوں کی طرح اُس کی کمائی کھائیں۔ اس سے اُس مشکل پر استدلال کیا گیا ہے جو ہندوستان میں مشترکہ خاندان کی حالت میں عائد ہوتی ہے۔ مشترکہ خاندانوں میں ہمیشہ ایک یا دو کماتے ہیں اور باقی سب اُنہیں کے سر پر گزر اوقات کرتے ہیں۔

(۱۲) اندھا کتا تے ہرناں دا شکار۔

تشریح۔ اندھا کتا اور شکار ہرنوں کا۔

جب ایک خاص وصف ذات میں نہ ہو تو اُس کام کی آرزو کرنا اور اُس میں ساعی ہونا حیرت خیز ہے۔

(۱۳) آپ نہ جوگی تے گوانڈھ لا دے۔

تشریح۔

خود اپنی ذات کے واسطے بھی کچھ نہیں اور ہمسایوں کی ضامن ہوتی ہے۔ یا اُن کی کفیل بنتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ بعض اشخاص بذاتہ تو کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ لیکن دوسروں کے سامنے اس قدر بڑھ نکلتے ہیں کہ جس سے ایک حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔

اس قسم کی اور بھی چند تنقیدی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر کسی مجموعہ امثال میں واقعی ترتیب کے اعتبار سے ضرب المثلوں کی ترتیب دی جائے تو جس طرح اقوال۔ اشعار کی جداگانہ یا مضمون وار ترتیبیں ادبی رنگ میں مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتی ہیں۔

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم کا پبلک پر شکریہ واجب ہے کہ اُنہوں نے فلسفہ امثال میں اس ترتیب کا لحاظ کیا ہے۔ اور ایک متلاشی کے لئے اُس میں سے ۔ وار ضرب المثلیں پانا ایک سہولت رکھتا ہے۔ اگر اپنے ملک کی ضرب الامثال کی ترتیب جداگانہ میں بلاشمول دوسری زبانوں یا دوسری قوموں کی ضرب المثلوں کے ایسا التزام کیا جائے تو بالخصوص

سود مند ہے - کیونکہ اب وقت آگیا ہے کہ صرف اپنے ملک ہی کی ضرب الامثال کا مکمل طور پر خوش اسلوبی سے ایک جداگانہ ذخیرہ جمع کیا جائے - اور دیکھا جائے کہ دوسری قوموں اور دوسرے ممالک کے مقابلہ میں ہماری اپنی ضرب المثلوں کی شان اور علو اخلاقی کیسا اور کس حد تک ہے -
اس طریق عمل سے ہم اپنی زبان میں اپنی ضرب المثلوں اور دوسرے ملکوں کی ضرب الامثال کا بالمقابل سرمایہ بڑھانے میں ادبی دنیا کے واسطے ایک لازوال اور قیمتی علمی بنیاد رکھنے کے قابل ہوں گے -

ضرب المثلیں علمی رنگ میں

یہ ایک بڑا نقص ہے کہ علمی رنگ میں ضرب المثلوں کی قیمت بہت کم پڑتی ہے - اگرچہ وہ جواہرات کے ریزے ہیں اور سونے کے تول انہیں لیا جا سکتا ہے - لیکن چونکہ علمی مجلسوں اور علمی تذکروں میں انہیں چنداں بار اور دسترس نہیں ہے - اس واسطے ہمیشہ ان کی قیمت کم لگائی جاتی ہے -
لازمی ہے کہ اب کہاوتیں علمی سٹیج پر لائی جائیں اور ان سے کوئی علمی کام لیا جائے - اگر قسم وار کہاوتوں کی ان کے مضامین کے مطابق تشریح اور تفسیر کی جائے اور انہیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کیا جائے اور ان میں سے کچھ حصہ نصاب تعلیم میں بھی داخل کیا جائے تو ایک بلیغ فائدہ کی امید کی جا سکتی ہے - کہاوتوں میں سے اکثر کہاوتیں اس قسم کی نکلتی ہیں کہ جن پر علمی رنگ میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور چونکہ وہ ایک تجربہ کی بنیاد پر تدوین پاتی ہیں - اس واسطے ان کا اثر اور نتیجہ ناظرین کے لئے اخلاقی اور سوشل رنگ میں بہت ہی اعلیٰ نکل سکتا ہے جب ذیل کی علمی رنگ میں تفسیر کی جائے - کہ

(۱) سچ مرچاں تے جھوٹ گڑ -

(۲) آلڑائی میرے ویڑھے وچوں جا۔

(۳) نہ بلائی نہ چلائی سوکن بن آئی۔

(۴) چوردی ماں کوٹھی وچہ موہنہ۔

(۵) بغل میں چھری ناؤں ہر بھج۔

(۶) اکھلی وچہ سر موہلیاں دا کی ڈر۔

(۷) موری دی اٹ چوبارے لگی۔

(۸) نو کوہ دریا کپڑے اگوں لاہ۔

(۹) کدجمی کد سرگ نوں گئی

یہ عام کہاوتیں خیال کی جاتی ہیں۔ لیکن سوشل۔ اور اخلاقی رنگ میں ان پر بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ان کی موجودہ شکل ایک کھردرا اور سیاہ لوہا یا ناہموار تا نبہ نظر آتا ہے۔ لیکن جب انہیں علمی رنگ میں تبدیل اور تفسیر کیا جائے گا۔ تو یہی کندن ہو جائیں گی اور لوگ ان کی تفسیر دیکھ دیکھ وارفتہ اُن کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

جیسے بعض اشعار میں اُس قدر لطف نہیں ہوتا جیسے اُن کی تشریح اور تفسیر میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی کہاوتوں کی بھی حقیقت ہے۔ اگر ایک صوبہ یا ایک مُلک کی کل کہاوتوں پر قسم وار حاشیہ چڑھایا جائے تو اُس صوبہ یا اُس قوم کے ذخائر علمی میں ایک قیمتی اضافہ ہو سکتا ہے۔

رہی یہ بحث کہ انہیں سلسلہ وار جمع کون کرے اور پھر قسم وار کیونکر ہوں یہ کوئی مشکل نہیں۔ بہت کچھ مصالحہ تو جمع شدہ ہی مل سکتا ہے۔ اور باقی کا تھوڑی سی توجہ پر مہیا ہو سکتا ہے۔ جب یہ ذخیرہ جمع ہو جائے تو اُس وقت علم دوست اصحاب اُنہیں قسم وار کرکے اُن کی مناسب

رنگ میں تفسیریں کریں - اور اخیر پر اُن کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے -
لڑکوں اور لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں انہیں داخل کیا جائے - خصوص شروع کی جماعتوں
میں انہیں رواج دیا جائے - اس اضافہ سے اپنے ہی ملک کے ذخیرہ سے لڑکوں اور لڑکیوں کے
اخلاق میں بہت کچھ اضافہ کیا جا سکتا ہے - اور یہ اضافہ ایک ایسا جامع اضافہ ہوگا کہ اسے کسی
وقت بنیادی ستون کہا جائے گا -

کچھ ضرب المثلیں

اگر کل پنجاب کی کہاوتیں اکٹھی کی جائیں تو میری اپنی رائے کے مطابق ۱۵ یا ۲۰ ہزار سے کم نہ
ہوں گی - پنجاب کے جن جن ضلعوں میں گورنمنٹ بندوبست کرتی ہے وہاں خاتمہ بندوبست پر
صاحبان بندوبست ضرب المثلیں جمع کرایا کرتے ہیں - اگرچہ ہر ایک بندوبست میں ایک اچھا ذخیرہ
کہاوتوں کا جمع ہو جاتا ہے - لیکن اُن میں سے بہت تھوڑی کہاوتیں گزیٹر میں لی جاتی ہیں عموماً
جو زراعتی ہوتی ہیں -

پنجاب میں جس قدر اضلاع مختلف حدود میں سرکاری اغراض کے واسطے اس وقت پائے جاتے ہیں
اُن سب ضلعوں کی کہاوتیں بہت کچھ آپس میں اگرچہ باعتبار مضامین - نتائج اور بندش کے مناسبت
رکھتی ہیں - مگر پھر بھی اُن میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے - میں اپنے تجربہ اور تحقیق کے مطابق مندرجۂ ذیل
ضلع بندی کے اعتبار سے ضرب المثلوں کی درجہ بندی ایک موزوں درجہ بندی خیال کرتا ہوں -

(الف) ملتان - مظفر گڑھ - ڈیرہ جات - میانوالی - منٹگمری - بہاول پور -

(ب) پشاور - ہزارہ - ایبٹ آباد - کیمبل پور -

(ج) راولپنڈی - شاہ پور - جہلم -

(د) گجرات - گوجرانوالہ - سیالکوٹ -

(ھ) گورداسپور - امرتسر - لاہور - فیروزپور - ممدوٹ -

(و) ہوشیارپور - جالندھر - لودیانہ - کپورتھلہ - مالیرکوٹلہ - پٹیالہ -

(ز) انبالہ - رہتک - حصار - گرگائوں -

(ح) دہلی - کرنال -

(ط) شملہ - کانگڑہ - معہ پہاڑی ریاستوں کے -

(ی) لائل پور -

لائل پور اور شاہ پور کی جدید آبادی ایک ایسا حصہ ہے کہ جہاں تقریباً پنجاب کے ہرایک حصہ کی ضرب المثلیں مخلوط صورت میں پائی جاتی ہیں - چونکہ ان جدید آبادیوں میں مختلف علاقوں اور ضلعوں کے باشندے آکر آباد ہوئے ہیں اس واسطے ہرایک علاقہ کی ضرب المثلوں کا مجموعہ ان آبادیوں میں پایا جاتا ہے -

اگر کل ضلعوں کی ضرب المثلیں ضلع وار جمع کی جائیں - تو بآسانی یہ پتہ لگ جائے گا کہ پنجاب میں بولیوں کا کہاں تک فرق ہے - اور ہرایک علاقہ کے لوگوں کی زبان میں الفاظ اور طرز بیان میں کہاں تک اختلاف ہے - ملتان اور ڈیرہ جات یا بہاول پور اور پشاور وغیرہ سرحدی علاقوں کی ضرب المثلیں لاہور امرتسر - گورداسپور اور سیالکوٹ سے زبان کے اعتبار سے اس قدر فرق رکھتی ہیں کہ ایک علاقہ کا آدمی دوسرے علاقہ کی ضرب المثل آسانی سے سمجھ نہیں سکتا ہے -

مجھو ملتان اور جالندھر و میاں والی کی ضرب المثلیں خصوصیت سے جمع کرنے کا موقعہ ملا ہے جنہیں میں یہاں درج کرتا ہوں - ناظرین ان امثلہ کے مقابلہ سے یہ سمجھ جائیں گے کہ پنجاب کی زبانیں کہاں تک

مختلف فیہ ہیں اور اُن کے ایک کرنے میں کس قدر مدت اور کس قدر دماغ سوزی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔
میں نے کوشش کی ہے کہ
جس قدر ضرب المثلیں اس کتاب کے اخیر پر درج کی گئی ہیں اُن کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے ملتانی زبان کے بعض الفاظ کا ترجمہ میں شاید ٹھیک ٹھیک کرنے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ اگرچہ میں سات سال تک ملتان میں رہا ہوں لیکن چونکہ میں ایک عرصہ سے اُس ضلع میں نہیں گیا اس واسطے بعض الفاظ کی صحیح استعمال یا صحیح مفہوم کے بیان کرنے میں ممکن ہے کہ کوئی غلطی ہو جائے۔
بعض بعض ضرب المثلوں کے ترجمہ کرنے میں میں نے اسی دقت کی وجہ سے مطلب ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے یہ دقت اس نتیجہ پر لے گئی ہے کہ اگر پنجابی کی مکمل ڈکشنری کبھی تیار کی جائے تو مختلف زبانوں کے مختلف طریق استعمال اور معانی کے تطابق اور توافق میں ایسی دقت اور ایسی مشکل پڑنے کا اندیشہ ہے کہ جو ایک مکمل ڈکشنری کی تیاری کے واسطے ایک ایسی عملی مشکل ثابت ہوگی کہ جو ایک صدی تک بھی بسہولت رفع نہ ہو سکے گی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف علاقوں کی ڈکشنریاں جداگانہ تیار کی جائیں اور پھر انہیں اردو ترجموں کی امداد سے ایک کر دیا جائے۔
جس قدر ضرب المثلیں یہاں لکھی جاتی ہیں یہ اُس ذخیرہ منتشر کا ایک جزو قلیل ہیں جو اس وقت پنجاب کے ہر ایک علاقہ میں پایا جاتا ہے اور جن کا استعمال مختلف صورتوں میں ہو رہا ہے۔
شاید تعلیم عام ہونے پر کوئی ایسا وقت آجائے کہ مختلف علاقوں پنجاب کی خصوصیت سے مختلف السنہ پنجابی کی ضرب المثلیں جداگانہ جلدوں میں جمع اور تالیف ہو کر علمی ذخائر کی افزونی اور رونق کا باعث ہوں۔

ضرب الامثال بقید تہجی

(۱) بقید تہجی ضرب المثلیں معہ ترجمہ کے درج کی جاتی ہیں پہلے میرا یہ خیال تھا کہ ہر ضرب المثل کی مختصری تشریح بھی ساتھ کے ساتھ ہی کر دی جائے۔ لیکن چونکہ اس میں طوالت تھی اس واسطے جہاں جہاں ضرورت دیکھی گئی ہے وہاں مختصراً کچھ کچھ اشارہ کیا گیا ہے۔

(۲) بعض جگہ لفظی ترجمہ سے احتراز کیا گیا ہے۔ مطلب ہی لکھا گیا ہے۔ لفظی ترجمہ میں بھی بعض جگہ طوالت اور انغلاق تھا۔

(۳) بہت سی کہاوتیں کتاب کے پہلے حصوں یا فصلوں میں گو کہ آگئی ہیں۔ لیکن انہیں پھر بھی اس سلسلہ میں لایا گیا ہے تاکہ حروف ابجد کی قید سے بھی وہ اپنے اپنے نمبروں پر آجائیں۔

(۴) ان امثلہ کا نمبروار پڑھنا اور سمجھنا اہل پنجاب اور اہل ہندوستان کے واسطے تو کچھ مشکل نہیں البتہ یورپین صاحبان کے واسطے ایک خفیف سی تکلیف ہے۔ لیکن بہت آسانی سے وہ بھی حل کر سکتے ہیں۔

(۵) البتہ ان کہاوتوں کے پڑھنے اور سمجھنے میں کسی قدر احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ پنجابی دراصل ایک زبان نہیں ہے۔ پہاڑی۔ ملتانی۔ جٹکی۔ لاہوری۔ دوآبی۔ باری وغیرہ وغیرہ الفاظ سے ترکیب پائی ہے۔

(۶) یہ پنجاب کی ساری ضرب المثلیں نہیں ہیں۔ ابھی بہت سا حصہ باقی ہے۔ مجھ جس قدر ملی ہیں۔ یا جس قدر میرے پاس سے نکلی ہیں وہ درج کیجاتی ہیں۔

(۷) بعض کہاوتیں مختلف الفاظ میں بیان کی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ جن الفاظ میں میں نے لکھی ہیں کسی صاحب کو اور الفاظ میں یاد ہوں یہ کوئی نقص نہیں ہے۔

(۸) اس مجموعہ میں وہ کہاوتیں نہیں لائی گئی ہیں۔ جو گندے الفاظ یا گندے معنوں میں اطلاق پاتی ہیں۔

(۹) ممکن ہے کہ بعض الفاظ بعض الفاظ سے معانی میں بھی متبائن ہوں۔ ان حالات میں گویا وہ مختلف فیہ اشلہ ہوں گی۔

۴۔ مارچ ۱۹۱۱ء۔ سلطان احمد۔

الف

نمبر شمار	امثال	ترجمہ اردو
۱	اللہ رکھے تے کون مارے۔	خدا محافظ ہو تو کون مارے۔
۲	اللہ دتیاں گاجراں تے وچے رنبا رکھ	خدا نے گاجریں دیں تو کھرپا درمیان میں ہی رکھ۔
۳	اللہ دے تے بندہ سہے۔	خدا سے کیا مقابلہ۔
۴	اُچی لمی پتلی کنڈھی کمر جھنیدی لک عورت ایہ صفتاں گھوڑی پوڑ چپٹ	اونچی۔ لمبی پتلی کنڈھی نازک کمر۔ عورت کیواسطے یہ خوبیاں ہیں۔ اور گھوڑی کے لئے نقص۔
۵	اک چکڑ بیا بھیڈاں موتریا۔	ایک کیچڑ دوسرے بھیڑوں نے پیشاب کردیا۔
۶	اک تہ ملدا سنگھدی کرناں۔	اک تو ملتا نہیں کرنا[۱] سونگھتی ہے۔
۷	انھے اگوں رونا اکھیاں دا زیان۔	اندھے کے سامنے رونا آنکھوں کا زیان ہے۔
۸	انھی پیہندی کُتّی لکیندے گئے۔	اندھی عورت پیستی گئی اور کتے چاٹتے گئے۔
۹	آپ گلیوں باہمناں جماناں گالیوں نی نال	برہمن آپ تو مرا تھا جمانوں کو بھی ساتھ ہی مارا۔

[۱] کرنا ایک قسم کا پھول ہے۔

١٠	اُٹھ نہ سگاں تے پھٹے مونہہ گوڈیاں دا۔	خود تو اُٹھ نہ سکے اور گھٹنوں پر لعنت۔
١١	اُٹھاں نال کبڈی کھیڈے کملی پولائی	بے وقوف جولاہی اونٹوں سے کبڈی کھیلتی ہے۔
١٢	اوٹھ نہ رُتے تے بورے رُتے۔	اونٹ تو بوجھ تلے روتے نہیں لٹّے بوری روتے ہیں۔
١٣	اک ڈسن بھکے دوجے ترک چڑھے۔	ایک تو بھوکی اور دوسرے ترک سوار۔
١٤	اکھ جڑدی نہیں ناں نین[۵١] سکھ۔	آنکھ تو کام کی یا تندرست نہیں اور نام نین سکھ۔
١٥	اکھ جڑدی نہیں ناں چراغ شاہ۔	آنکھ کام کی نہیں نام چراغ شاہ۔
١٦	آپ پنّے تے گھوڑا گھنّے۔	آپ گداگری کرے اور گھوڑا لینا چاہے۔
١٧	آپ پاولی سید نوکر۔	آپ جولاہ سید نوکر۔
١٨	اُٹھاں نال گڑیڈے کھیلے کملی پاولیانی۔	اونٹوں کے ساتھ بے وقوف جولاہی کلاکلی کھیلتی ہے۔
١٩	ان من میکوں وچ گن۔	این داں مجھ ہیچ میں شمار کرو۔
٢٠	اک پڑوپی[۵٢] کھوٹی دوجا انگوٹھا وچہ	ایک تو وزن ہی کم اور دوسرے انگوٹھے کا زور۔
٢١	اندھا کتا واکو بھونکے سائیں دے لیکھے تازی ہے۔	اندھا کتا ہوا کو بھونکے اور مالک کے نزدیک تازی شکاری کتا ہے۔
٢٢	ایہ مونہہ تے مسراں دی دال۔	یہ منہ اور مسور کی دال۔
٢٣	انھاں کرے خیرات تے ول ول دے اپنیاں کوں۔	اندھا خیرات کرے اور مڑ مڑ کر اپنوں کو ہی دے۔
٢٤	آپت کڑی کون لائے پھکڑی۔	عورت جب خود باغیرت ہو تو کون الزام لگائے۔

۵١۔ نین۔ آنکھ یا چشم۔
۵٢۔ پڑوپی۔ ایک شے کا وزن ہے۔ سوا سیر سے لیکر ڈھائی سیر پختہ تک ہوتا ہے۔ پنجاب کے مختلف حصوں منٹگمری، میانوالی، ملتان وغیرہ میں اس کا رواج ہے۔ ١٢

۲۵	آپ وتلی تے ویڑھے ڈوہ	آپ نکمی اور صحن خانہ کی مذمت۔
۲۶	اندھی ماں کوڑھے دیاہ مونہہ ڈیکھے ڈھاڈھا	اندھی ماں نکتے بچے منہ دیکھے لٹا لیٹا۔
۲۷	انہاں کُتا تے ہرناں دا شکار۔	اندھا کتا اور ہرنوں کا شکار۔
۲۸	اوہ نال نہ نیوے اوہ آکھے میں ٹلی والے تے چڑھساں۔	وہ ساتھ نہ لے جائے اور وہ کہے کہ میں گھنٹی والے اونٹ پر چڑھوں گی۔
۲۹	اوہ پھرے نتھ گھڑاوں کوں۔ اوہ پھرے نک وڈھاون نوں۔	وہ (عورت) اس فکر میں کہ نتھلی بنواؤں گی۔ اور وہ (خاوند) اس ترددمیں کہ ناک کاٹ دیجائے۔
۳۰	آپ نہ جوگی تے گوانڈ ولا دسے۔	اپنی خبر نہیں اور ہمسایوں کی فکر۔
۳۱	اُتوں مجھوں ننگی تے جہاں کولوں چنگی۔	اوپر نیچے سے ننگی اور سب سے اچھی۔
۳۲	انھی بلی چوہیاں دی محتاج۔	اندھی بلی چوہوں کی محتاج۔
۳۳	اگ نوں آئی گھروالی ہو بیٹھی۔	آگ لینے آئی تھی گھروالی ہی بن گئی۔
۳۴	آپ مرے تے کتے دھرے۔	آپ مرے اور کتے پالے۔
۳۵	اوچا دُکان پھیکا پکوان۔	اونچی دُکان پھیکا پکوان۔
۳۶	اک پن کھانا دوجا حلوے دا خیر۔	ایک تو بھیک مانگنا اور دوسرے حلوا ہی مانگنا۔
۳۷	انجان دویا نداں دا کھو	ناقص تعلیم آزار جان۔
۳۸	ایہ کوئی بیرے دا خیر ہے۔	یہ کوئی حلوے[1] کی خیرات ہے۔
۳۹	آٹھ دے گل ٹلی۔	اونٹ کے گلے میں گھنٹی (جیسے اونٹ کے منہ میں زیرا)
۴۰	اک نال[2] ماکھی۔	آک (مدار) کے ساتھ شہد کا چھتہ۔

[1] ۔ یہ کہاوت وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں یہ کہنا ہو کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔
[2] ۔ مدار یعنی اک کے ساتھ شہد کا چھتہ نہیں لگتا۔ جب کوئی نامناسب جوڑ ہو تو اس وقت بولتے ہیں۔

۴۱	آ لڑائی میرے ویڑے وچوں جا۔	آ لڑائی میرے صحن میں سے ہو کر جا۔
۴۲	اُٹھ دے مُنہ وچ زیرا۔	اونٹ کے مُنہ میں زیرا۔
۴۳	انھی ککڑی[۱] تے خشخش دا چوگا۔	اندھی مرغی اور خشخاش کی چوگ۔
۴۴	انھی نین[۲] تے نہیرنا وجھ وا۔	اندھی نائن اور نہیرنا بانس کا۔
۴۵	اک پنتھ دو کاج۔	ایک منصوبہ اور دو کام۔ (بہ یک تیر دو فاختہ)
۴۶	اک تیر دو نشانہ۔	ایک تیر دو نشانہ۔
۴۷	اک موج بگڑ[۳] دو جا دیوی دا درشن۔	ایک موج بگڑ دوسرے دیوی کا درشن۔
۴۸	اِنہاں تلاں وچہ تیل نہیں۔	ان تلوں میں تیل نہیں۔
۴۹	انباں دی بھکھ انبا کھڑی نہیں جاندی۔	آموں کی خواہش آموں کے چھلکوں سے نہیں پوری ہو سکتی۔
۵۰	اندھی نوائن تے کاٹھ دا اُسترا۔	اندھی نائن اور لکڑی کا اُسترا۔
۵۱	انھی نوائن ٹنڈ دے رُکھے[۴]۔	اندھی نائن اور لوٹہ کی سنگلیاں۔
۵۲	اُٹھ جے کنکے چھوڑے وت جواہاں[۵] کھا کُتا راج بٹھائے چکی چٹن جا۔	اونٹ اگر فصل کنک میں چھوڑیں تو پھر بھی وہ جواہاں چرے گا۔ اور اگر کتا تخت پر بھی بٹھاویں پھر بھی چکی چاٹنے جائے گا۔
۵۳	اُٹھ تے[۶] چڑھی لکڑا نال منگدی۔	اونٹ پر چڑھ کر بھی لکڑا مانگتی ہے۔

[۱] یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں دو شئیوں یا دو طاقتوں میں کوئی نسبت نہ ہو۔
[۲] جہاں فاعل اور فعل میں کوئی نسبت نہ ہو وہاں کہتے ہیں۔
[۳] جہاں ایک ہی عمل سے دو مقصد حاصل ہوں وہاں یہ اطلاق کرتے ہیں۔
[۴] پنجابی زبان میں (ٹمان) سے مراد مخروطی نما تونبی سے ہے جو سنگلی کی طرح لگائی جاتی ہے۔
[۵] جواہاں ایک گھاس ہے۔ جسے اونٹ خوشی سے کھاتے ہیں۔
[۶] یہ اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص باوجود ایک کامیابی واقعی کے لالچ سے اور بھی ہاتھ پیر مارتا ہے۔

۵۴	اوٹھ دی اہائی چڑھائی ہر دو لعنت۔	اونٹ کا اُتار چڑھا ہر دو لعنت۔
۵۵	اُٹھ دا ناز[۵۱] کپا وہ توڑے۔	اونٹ کا شتر غمزہ کیا وہ توڑے۔
۵۶	انباں تل نہ بیر توڑے ہوون ڈھیر۔	بیر اگرچہ بہت ہی ہوں پھر بھی آموں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔
۵۷	انب نہ لگدے ٹہلیاں توت نہ لگن شرینہ باز وانہ ناں چگدا درب نہ چروا شینہ	شیشم کو آم نہیں لگتے اور پھرواں کو توت نہیں لگتے باز دانہ نہیں چگتا اور شیر دوب نہیں چرتا
۵۸	آیا زال دا سکا شٹک مانا پکا۔ آیا مرد دا سکا دیوسو دھرم[۵۲] دا دھکا۔	بیوی کا سگا آیا تو فوراً روٹی پکائی گئی۔ خاوند کا رشتہ دار آیا تو گھر سے نکال دیا گیا۔
۵۹	آٹے نال مطلب[۵۳] نا خرخشے نال۔	آٹے سے مطلب نہ کہ جھگڑے سے۔
۶۰	انھے دی[۵۴] رن اللہ دے حوالے۔	اندھے کی بیوی خدا کے حوالے۔
۶۱	انھے کوں تواتے آری برابر ہے۔	اندھے کو توا اور آری برابر ہے۔
۶۲	آیا ویلا سوتا تے کوجھی[۵۵] گُنّا دھوتا۔	سونے کا وقت آیا اور بے عقل عورت نے ہانڈی صاف کی۔
۶۳	ایہو حال مہینوال[۵۶] دا مہیں ہیلی نال دا	اگر یہی حال مہینوال کا ہے تو مویشی کا خدا حافظ

۵۱۔ وہاں بولتے ہیں جہاں ایک غیر مناسب یا غیر موزون عمل کی کیفیت کا اظہار مطلوب ہو۔
۵۲۔ دھرم کا دھکا پنجابی محاورہ میں ایک بے محل عمل سے مراد ہے۔
۵۳۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتانا ہو کہ اپنے مطلب سے مطلب رکھو۔
۵۴۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں کوئی انتظام نہ ہو۔
۵۵۔ وہاں بولتے ہیں جہاں وقت کی پابندی کا اظہار مقصود ہو۔
۵۶۔ مہینوال سے مراد بھینسوں کے چرواہے سے ہے اور قصہ سوہنی کے ہیرو کا نام بھی مہینوال رکھا گیا تھا۔ چونکہ مہینوال سوہنی کے عشق میں مگن رہتا تھا اس واسطے یہ کہا گیا کہ اس کا تو یہ حال ہے۔ بھینسوں کا خدا حافظ۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۶۴	انھی اتھاں رلیا[۵۱] ہتو جھگا گلیا۔	اندھی اور اندھا ملے اور گھر تباہ ہوگیا۔
۶۵	اندر بیٹھی لکھ دی باہر گئی ککھ دی۔	گھر میں بیٹھی لاکھ کی اور باہر نکلی بے حقیقت۔
۶۶	آپ پا ولاہی تے نفر لنگاہ۔	آپ جولاہی اور نوکر لنگاہ۔
۶۷	اٹھیں پھر[۵۲] نہ آوے تے بوریں لتاں مارے۔	اونٹوں سے تو پورا نہ اتر سکے۔ اور بوروں کو لاتیں مارے۔
۶۸	اوہ ناں بھلی[۵۳] جیڑھی بھل گھر آئی۔	وہ (عورت) نہ بھولی جو بھول کر پھر گھر میں آگئی۔
۶۹	اپنیاں کھا کریسوں شادیاں۔ پھر کھا سوں پئے دیاں رادھیاں[۵۴]۔	اپنی پیداوار خوشی سے کھا کر دوسروں کی پیداوار کھاؤں گا۔
۷۰	احمق ناں[۵۵] ہوون ہا تاں پنڈ کوئی نہ کھاوے۔	اگر احمق نہ ہوتے تو کوئی کھجور ہی نہیں کھاتا
۷۱	انھی پیکیں[۵۶] گئی ناں گئی برابر	اندھی (عورت) میکے گئی یا نہ گئی برابر ہے۔
۷۲	اروار بھاڑہ تے پار جھیڑا۔	وار جھول۔ اور پار جھگڑا۔
۷۳	اوہ ناں نہ نیوے[۵۷] میں سوڑ والے ڈاند تے چڑھساں۔	وہ ساتھ نہ لیجائے اور وہ کہے کہ میں اس بیل پر چڑھوں گی جس پر لحاف ڈالا ہوا ہے۔

[۵۱]۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں طرفین ناقص ہوں۔

[۵۲]۔ پنجابی میں (پھرنا) سے مراد پورا اترنا اور پورا آنا ہے۔

[۵۳]۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لغزش کھا کر پھر سنبھل جائے تو کہا جائے گا کہ اس نے لغزش نہیں کھائی۔ بمصداق "صبح کا بھولا جو شام کو گھر آجائے۔ اسے بھولا نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ بھولا (سادہ) کہا جائے گا"

[۵۴]۔ رادھی سے ملتانی زبان میں کاشت مراد ہے۔

[۵۵]۔ مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ کھجور کا اتارا جانا احمقوں پر ہی موقوف نہیں اور سبیل سے بھی اتاری جا سکتی ہیں۔

[۵۶]۔ اندھی کا میکوں میں جانا نہ جانا برابر ہے یعنی وہ صرف آواز ہی سن سکتی ہے۔ نہ کسی کو دیکھ سکتی اور پہچان سکتی ہے۔

[۵۷]۔ (نیوے) ملتانی لہجہ میں لے جانے کو کہتے ہیں۔

نمبر	پنجابی	اردو
۷۴	اولٹا چور کوتوال کوں مارے۔	اولٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔
۷۵	اُسدی اوہ جانے[51] توں بیٹھی بھجن والے	اُس کی وہ جانے تو بیٹھی ہوئی دانے بھون۔
۷۶	انھی ماں نہ ویکھو تیراں دا مُنہ۔	اندھی بیٹوں کا مُنہ نہیں دیکھتی۔
۷۷	اوہ منگے پسوائی اوہ تپھر ڈالے۔	وہ پسوائی مانگے وہ پتھر مارے۔
۷۸	انھیاں حوراں[52] کانے فرشتے۔	اندھی حوریں اور کانے فرشتے۔
۷۹	اندھی بشین[53] کانا باز دار۔	اندھی بشین کانا باز دار۔
۸۰	اندھا راجہ تے بیداد نگری۔ ٹکے[54] سیر وصل پیسے سیر مصری۔	اندھا راجہ اور ظالم شہر۔ ٹکے سیر پیاز اور پیسے سیر مصری۔
۸۱	انھے اگے رونا بوڑے اگے گل۔ گونگے اگے سنیوڑا تینوں لل بلل[55]۔	اندھے کے سامنے رونا۔ بہرے کے ساتھ بات کرنا۔ گونگے کو پیغام دینا تینوں امر فضول ہیں۔
۸۲	الابلا بر گردن ملاں۔	الابلا بر گردنِ مُلّا۔
۸۳	اول طعام بعد کلام۔	اول طعام بعد کلام۔
۸۴	اپنے کیتے کرتے[56] آپے بیٹھ وچار۔	اپنے کاموں پر آپ ہی غور کرو۔

[51] - مطلب یہ کہ اپنے کام سے کام رکھو دخل درمعقولات سے کیا مطلب۔

[52] - بمصداق این نانہ ہمہ آفتاب۔

[53] - بشین (شکرے) کی مادہ کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ اندھی بشین اور باز دار یعنی (شکاری) کانا ہے۔ شکار خوب ہوگا۔ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کسی کام کے وسائل اور آلات دونوں طرف سے خراب ہوں۔

[54] - وصل (بصل) یعنی پیاز کا بگڑا ہوا ہے۔

[55] - لل بلل سے حرف فضول سے مراد ہے۔

[56] - اپنی غلطیوں پر آپ ہی ریویو کرنا چاہئے۔

۸۵	اُجڑ گیاں[۱] دا گھر کیویں وُٹھا۔ سیر پنجایا ترے پا گھٹا۔	برباد شدگان کا گھر کس طرح آباد ہو۔ سیر روئی پنوائی اور تین پاؤ کم ہو گئی۔
۸۶	این[۲] دی کُتی منڈیالے نوں بھونکے۔	پچکی کی کُتیا گاؤں کو بھونکے۔
۸۷	اوتے ناں تیڑتے اوہ وچہ سونی ہاں۔	نہ اوپر نہ نیچے عین نصف میں سوؤں گی۔
۸۸	آوے تے ناں بھاوے تُھک ہے اُس آون کوں۔ کھاوے تے ناں ماوے تُھک ہے اُس کھاون کوں۔ گجے تے ناں وسے تُھک ہے اُس ساون کوں۔	تُف ہے اُس پر جو بغیر رضامندی کے کسی کے ہاں جائے۔ تُف ہے اُس کھانے پر جو مناسب اور ہضم نہ ہو۔ تُف ہے۔ اُس ساون پر جو گرج کر بھی نہ برسے۔
۸۹	اک در اُٹّے تے سو در پٹّے۔	ایک در بند کرے اور سو در کھولے۔
۹۰	اک خویش نہ سو درویش۔	ایک خویش اور نہ سو درویش۔
۹۱	آپ کسے جہی نا گل کرنوں رہی نا۔	خود ناقابل اور دوسروں پر نکتہ چینی
۹۲	ان ڈٹھہ کراڑی[۳] منکا لدھا ڈھڈ نے ٹکایا۔	نوسیر کراڑی (روڑہ ذات کی عورت) نے منکا پایا اور شکم پر باندھ لیا۔
۹۳	اوہ دہاڑا ڈبا جس دن گھوڑی چڑھیا گیا	وہ دن ڈوبا جس دن گبرا گھوڑی چڑھا۔
۹۴	اماں اوہو پراہنے آئے جو عید نوں بھلے گئے۔	اماں وہی مہمان آئے جو عید کے روز بھول گئے تھے۔

[۱]۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں فضول خرچی۔ بے احتیاطی کا اظہار مقصود ہو۔ (وُٹھا) بمعنی آباد کے ہے۔
[۲]۔ (این) سے مراد پچکی ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ جس کے زیر سایہ رہا ہو انہیں سے بے سنتی کی اٹھائی جائے۔ اور انہیں پر معاندانہ حملہ کیا جائے۔
[۳]۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی نوسیر کی حرکات نمایاں دیکھی جاتی ہیں۔

۹۵	اونٹ چالیس توڈا[۵۱] پنتالیس	اونٹ چالیس (توڈا) اونٹ کا بچہ پنتالیس
۹۶	اونٹ بیگار پکڑے[۵۲] لونبڑی دوڑی	اونٹ کو بیگار پکڑا اور لونبڑی دوڑی۔
۹۷	اوہو گھڑی سلکھنی جیڑھی شوہ[۵۳] نال وہاوے۔	وہی گھڑی اچھی ہے جو شوہر کے ساتھ گذرے۔
۹۸	اک وار ہرتے ساون[۵۴] آوندا ہے۔	ایک مرتبہ ہر شخص پر (ساون) یعنی بہار آتی ہے۔
۹۹	اگھ[۵۵] اُس پایا جس رات نہیں کھایا۔	بھید اُس نے پایا جس نے رات کو نہ کھایا۔
۱۰۰	اول تاں مردہ[۵۶] بولے نہیں جے بولے تاں کفن پھاڑے۔	اول تو مردہ بولتا ہی نہیں اگر بولے تو کفن ہی پھاڑے۔
۱۰۱	اُٹھو مردیو[۵۷] کھیر کھاؤ۔	اُٹھو مردو کھیر کھاؤ۔
۱۰۲	اَدھ پا کھچڑی چبارے رسوئی۔	آدھ پاؤ کھچڑی اور چبارے رسوئی۔
۱۰۳	اوٹھ تان سکے گڈے نوں رہنے	اُٹھ تو سکتا نہیں اور دعوے یہ کہ چھکڑے کو تیار کر
۱۰۴	اوہو باہیاں جیڑھیاں[۵۸] پہن پہن لاہیاں	وہی چوڑیاں جو پہن پہن کے اُتاریں۔

۵۱۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اونٹ کی قیمت تو چالیس روپیہ اور اُس کے بچہ کی ملحے روپیہ۔ اور یہ تاویل بھی کرتے ہیں کہ اونٹ تو چالیس نمبر یا چالیس درجہ میں اور ایک توڈا جو اُس سے چھوٹا ہوتا ہے ۴۵ درجہ میں۔

۵۲۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں کوئی شخص خواہ مخواہ اپنے تئیں تہلکہ میں ڈال بیٹھے کہ اونٹوں کو تو بیگار پڑی اور لونبڑی دوڑ گئی کہ مجھے بھی کوئی نہ پکڑلے۔

۵۳۔ (شوہ) بمعنی شوہر۔ یہ ایک صوفیانہ کلام بھی ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں شوہ سے مراد خدائے ذوالجلال ہے۔

۵۴۔ (ساون آنا) پنجابی کے محاورہ میں خوشحالی سے مراد ہے۔

۵۵۔ (اگھ) کے معنی راز اور راز جوی کے ہیں۔ یہاں مراد عبادت اور نتیجہ عبادت سے ہے۔ کم خوری ذہن کی صفائی اور ضمیر کی ریاضت کے لئے صوفیانہ مذاق میں ایک ضروری مرحلہ ہے۔

۵۶۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ جہاں کوئی شخص یا تو کسی معاملہ میں دخل ہی نہ دے اور اگر دخل دے تو پھر ایسی بے سلیقگی سے کہ اونچ نیچ کا خیال ہی نہ رکھے۔

۵۷۔ مردے چونکہ کچھ کھا نہیں سکتے۔ اس واسطے جب کوئی شخص بے جوڑ ناممکن فعل عمل اور تجویز کرتا ہے تو اُس وقت یہ اطلاق کرتے ہیں۔

۵۸۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ ایسے سمے دیکھے دکھائے ہیں۔ چشم مالبسیار این خواب پریشاں دیدہ است۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۰۵	ایہ جگ[۵۱] مٹھا اگلا کن ڈٹھا۔	یہ جہان میٹھا اگلا کس نے دیکھا۔
۱۰۶	اُکھلی وچ سر[۵۲] موہلیاں دا کی ڈر۔	اُکھلی میں سر موسلوں کا کیا خوف۔
۱۰۷	آپ نہ وسے سوہرے[۵۳] لوکاں متیں دے	آپ تو سسرال نہ بسے اور لوگوں کو نصیحتیں دے
۱۰۸	ان ہونی[۵۴] ناں ہووے ہونی ہووے۔	جو نہیں ہونا ہے وہ نہ ہو جو ہونا ہے وہ ہو۔
۱۰۹	اوپر چڑھی[۵۵] نوں دو ہی نظر آوندے نے۔	اوپر چڑھی کو دو ہی دکھائی دیتے ہیں۔
۱۱۰	اوپروں نرم[۵۶] وچوں سخت چٹا سادھ بگلا بھگت۔	اوپر سے نرم درمیان سے سخت سفید سنت بگلا بھگت۔
۱۱۱	آپے میں رجی[۵۷] کجی آپے میرے بچے جیون	آپ ہی میں البیلی اور البیلی اور آپ ہی میرے لڑکے جیئیں۔
۱۱۲	آٹے دے دیوے[۵۸] باہر رکھاں کاں کھاون اندر چوہے۔	آٹے کے دیئے باہر رکھیں تو کوّے کھائیں اور اندر چوہے۔
۱۱۳	اک نوں رونی[۵۹] ایں اوت گیا آوا۔	ایک پہ کیا موتو فقط تمام ہی گئے گزرے۔
۱۱۴	انت بھلے دا بھلا۔	اخیر بھلے کا بھلا۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں لاعلمی کے زور پر کوئی عمل مطلوب ہو۔ اور یہ عموماً بطور طنز کے اطلاق پاتی ہے۔ مثلاً زید کچھ جتا نہیں کرتا۔ اس موقعہ پر اس کا اطلاق کریں گے۔ ان معنوں میں کہ زید کو انجام کا خیال نہیں

۵۲۔ مطلب یہ کہ جب ایک کام شروع کر دیا تو پھر تکالیف کا کیا خوف۔

۵۳۔ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت کے موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔

۵۴۔ اس موقعہ پر بولتے ہیں جب کوئی ایسی بات ہو جائے جو بالکل وہم و گمان میں ہی نہ ہو۔

۵۵۔ جہاں خواہ مخواہ کی تعلی کا اظہار مطلوب ہو وہاں بولتے ہیں۔

۵۶۔ جہاں ظاہر اور باطن کا مقابلہ کرنا ہو وہاں اطلاق پاتی ہے۔

۵۷۔ خود ستائی کی تفہیم میں بولی جاتی ہے۔

۵۸۔ آٹے کے دیوں سے دراصل مراد لڑکیوں کی ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں۔ جہاں یہ جتلانا مطلوب ہو کہ اگر یوں کیا جائے تو یہ دقت ہے اور اگر یوں ہو تو یہ تکلیف۔ دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را۔

۵۹۔ جہاں این خانہ ہمہ آفتاب است کا مضمون بیان کرنا ہو وہاں بولتے ہیں۔ (آوا) بمعنی بھاوا

نمبر	پنجابی	اردو
۱۱۵	اتّ نہ بہتا[۵۱] بولنا - اتّ نہ بہتی چُپ - اتّ نہ بہتا مینگلا اتّ نہ بہتی دُھپ -	زیادہ گفتگو زیادہ خاموشی اچھی نہیں - زیادہ بارش بھی اچھی نہیں اور نہ زیادہ دھوپ
۱۱۶	نہ اتنے مٹھے[۵۲] ہوئیے کہ اگلا کھا لوے نہ اتنے کوڑے ہوئیے کہ اگلا تھُک سٹے	نہ اس قدر میٹھے ہون کہ کوئی کھا جائے اور نہ اتنے تلخ کہ کوئی تھوک دے -
۱۱۷	اسو کتک[۵۳] تھوڑا کھاوے تے حکیم دے پاس کدے نہ جاوے -	اسوج کاتک کو تھوڑا کھائے تو حکیم کے پاس کبھی نہ جائے -
۱۱۸	احمق دوست نالوں دانا دشمن اچھا ہے	احمق دوست سے دانا دشمن اچھا ہے -
۱۱۹	ادھ جل بھگت ادھیں[۵۴] گت اک چرن دو دھیان میں جاناں کوئی سنت ہے نری کپٹ کی کھان	ستھرا سنت کمینہ خصلت ایک مقصد دو خیال میں نے جانا کہ کوئی فقیر ہے محض شرارت کی کان
۱۲۰	اُٹھ نہ سکے بی بی[۵۵] تن بجرے -	بی بی اُٹھ نہ سکے اور حقّے تین -
۱۲۱	اٹھ چور اٹھ ٹھٹھیار[۵۶] اٹھ ٹھگ اٹھ سنیار اٹھو چو کا بتری اک سودائی جیہا کھتری	آٹھ چور - آٹھ ٹھٹھار - آٹھ ٹھگ آٹھ سنیار - آٹھ چوکا بتری ایک سودائی جیسا کھتری
۱۲۲	اُوٹھ ارانڈے[۵۷] ہی لدی دے نے -	اونٹ اڑاتے ہی یا چلاتے ہی لادتے ہیں -

۵۱ - یہ وہاں بولتے ہیں جہاں میانہ روی کا اظہار مقصود ہو (اتّ) پنجابی لفظ ہے بمعنی حد سے باہر - اخیر - زیادہ - بے انتہا

۵۲ - اس میں بھی میانہ روی بمصداق درشتی و نرمی بہم در بہ ہست کا اظہار مقصود ہے -

۵۳ - اس میں کم خوری کی فضیلت اور میانہ روی کی عظمت اور ضرورت کا بیان کیا جاتا ہے -

۵۴ - یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا مقصود ہو کہ دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر میں کچھ اور -

۵۵ - یہ وہاں بولتے ہیں جہاں دعوے زائد از حقوق کا ابطال مقصود ہو -

۵۶ - یہ کہاوت زمینداروں میں اکثر بولی جاتی ہے - چونکہ ان لوگوں کا زیادہ تر سابقہ دوکانداروں سے پڑتا ہے - اس واسطے اُن کے تجربہ کے مطابق مقابلہ کیا گیا ہے -

۵۷ - یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ ضروری کام باوجود نفرت اور اکراہ کے کئے ہی جاتے ہیں -

نمبر	پنجابی	اردو
۱۲۳	اپنی ہہنیں[51] دا دُودھ سو کوہ جا کے پیئیدا ہے	اپنی بھینس کا دود سو کوس پرجا کر پیتے ہیں
۱۲۴	انھی دیوی نکھٹے[52] پوجاری۔	اندھی دیوی نکمے پوجاری۔
۱۲۵	آسوں پاسوں گئی[53] ٹھنکاروں نہ گئی۔	ادھر اُدھر سے تو گئی نخرے بازی سے نہ گئی۔
۱۲۶	انھے نوں کی چاہیدا دو اکھیاں۔	اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں۔
۱۲۷	اپنے مُنہ[54] ول میاں مٹھو۔	اپنے مُنہ کی جانب میاں مٹھو۔
۱۲۸	اوٹھ دے گل ٹل	اونٹ کے گلے میں گھڑیال۔
۱۲۹	اک بنوں[55] سوہنی گروں ستی اُٹھی	ایک دلہن خوبصورت دوسری سوئی اُٹھی۔
۱۳۰	اپنے نین[56] مینوں دے توں ٹمکاندی پھر	اپنی آنکھیں مجھی دے اور تو جمکاتی پھر۔
۱۳۱	انب کٹ[57] اک نوں واڑ	آم کو کاٹ کر اک کو باڑ دینا۔
۱۳۲	اپنی گلی وچہ کتا وی شیر ہے۔	اپنے کوچہ میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔
۱۳۳	آ بیل[58] مجھے مار۔	آ بیل مجھے مار
۱۳۴	اک چپ سو سوکھ	ایک خاموشی سو آرام۔

[51] - یہ اس امر کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے کہ تھوڑی سے نیکی اور مروت سے بھی دو ۔ دراز زمانہ اور فاصلہ پہ فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے ۔

[52] - یہ وہاں اطلاق پاتی ہے ۔ جہاں مخدوم اور خوادم کی مذموم حالت کا اظہار مقصود ہو ۔

[53] - پرستش اور قدر و منزلت سے تو کوئی حصہ نہ رہا مگر تعلیات کم نہ ہوئیں ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں باوجود کس مپرسی کے شیخی بھگاری جاتی ہو ۔

[54] - خودپسندی خود نوازی خود ثنائی خود طلبی کے اظہار کے وقت اطلاق پاتی ہے ۔

[55] - وہاں بولتے ہیں جہاں برائی پر برائی کا اظہار مطلوب ہو ۔

[56] - جہاں خود غرضی کا اظہار مقصود ہو وہاں بولتے ہیں ۔

[57] - وہاں بولتے ہیں جہاں نیکی کے مقابلہ میں برائی کی حمایت کی جاتی ہے ۔

[58] - جہاں خواہ مخواہ خرخشہ اور مناقشت کا اظہار مقصود ہو ۔ وہاں اطلاق کی جاتی ہے ۔

۱۳۵	ال[1] لے گئی منڈا تے ارواح جھوریاں دی	چیل روٹی لے گئی اور بزرگوں کی روح کو اُس کا ثواب۔
۱۳۶	آپ موئے[2] تے جگ پرلو۔	آپ مرے تو جگ مرا
۱۳۷	انگریز دا راج[3] ہے۔	انگریز کا راج ہے۔
۱۳۸	اوٹھاں[4] والیاں نال دوستی۔	شتربانوں کے ساتھ دوستی۔
۱۳۹	اک چپ[5] سو نوں ہراوندی ہے۔	ایک چپ سو کو ہراتی ہے۔
۱۴۰	اپنا پردہ[6] چک تے آپے ننگا ہو	اپنا پردہ اٹھا اور خود ننگا ہو۔
۱۴۱	انھی گو[7] ٹار ٹبیبی آلھناں۔	اندھی (اڑھدی) چوٹی پر آشیانہ۔
۱۴۲	اج موئے کل دوجا دن	آج مرے کل دوسرا دن۔
۱۴۳	اوہو رانی[8] جیڑھی خصمے بھانی	وہی بیوی جو خاوند کے پسند خاطر ہو
۱۴۴	آٹے نال[9] پلیتھن	آٹے کے ساتھ پلیتھن۔
۱۴۵	اپنیاں ماواں ٹھنڈیاں چھاواں۔	اپنی مائیں سرد چھائیں۔

[1] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ بعض لوگ مجبوری سے جب کوئی نیک فعل کر بیٹھے ہیں تو اُس پر اتراتے اور فخر کرتے ہیں۔

[2] ۔ خود ہی نہ رہے تو باقی دنیا یا کاروبار سے کیا سروکار۔

[3] ۔ یہ ایک جدید کہاوت ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ اظہار مقصود ہو کہ کوئی ظلم اور ستم مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ زمانہ روشنی کا ہے اور انگریزی گورنمنٹ ہے اس سے انگریزی حکومت کی بابت پبلک کی رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ خدا جیسے دے۔

[4] ۔ مناسبت نامناسبت کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے۔

[5] ۔ خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید کا اظہار ہے۔

[6] ۔ خود فضیحتی کا اظہار کرتی ہے۔

[7] ۔ تعلی اور شیخی کے موقعہ پر بولتے ہیں۔

[8] ۔ چاہت اور جنبہ داری کی فضیلت اور ضرورت کا اظہار کرتی ہے۔

[9] ۔ جب کوئی دوسرے کے ساتھ خواہ مخواہ مبتلائے مصیبت ہو جاتا ہے تو اُس وقت یہ اطلاق کرتے ہیں۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۱۴۶	آدے لکھ[51] ناں ناؤں محمد فاضل۔	آتا تو کچھ بھی نہیں اور نام محمد فاضل۔
۱۴۷	اکھاتوں وسے ناں ناں دیدے خاں	آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور نام دیدہ خاں۔
۱۴۸	اگ لگے پنڈ[52] کُتا روڑی تے۔	گاؤں کو آگ لگے اور کُتا روڑی پر۔
۱۴۹	انگ لگی[53] دی لاج۔	واقفیت کی لاج۔
۱۵۰	اک متر[54] سو بھرا۔	ایک دوست سو بھائی۔
۱۵۱	اک پاپ[55] سو فریب۔	ایک گناہ اور سو فریب۔
۱۵۲	آئیں نہ جائیں[56] منجے بیٹھا کھائیں۔	آؤ نہ جاؤ چارپائی پر بیٹھ کر کھاؤ۔
۱۵۳	ات خدا نوں ویر۔	حد سے باہر نکل جانا خدا کو نہیں بھاتا۔
۱۵۴	آیاں ہر کھ نہ گیاں سوگ۔	آنے کا افسوس نہیں اور جانے کا غم نہیں
۱۵۵	آوندے جاوندے نال لڑے تے ناں محبت شاہ۔	آنے جانے کے ساتھ لڑائی اور نام محبت شاہ
۱۵۶	انھاں راجہ تے بیداد نگری۔	اندھا راجہ اور بیداد نگری۔
۱۵۷	اُدھارے گھوڑے بھاڑے سپتے کیا کھٹسن گھیو دے ونجارے۔	گھوڑے اُدھار پر کپڑے کرایہ پر گھی کے بوپاری کیا کچھ نفع اُٹھائیں گے۔

۵۱۔ جب کوئی شخص باوجود عدم قابلیت کے کوئی شیخی بگھارے تو اُس وقت بولتے ہیں۔

۵۲۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص ایک سوسائٹی میں رہ کر مصیبت کے وقت الگ ہو جائے۔ جب گاؤں کسی مصیبت میں آتا ہے تو کتے بھاگ جاتے ہیں۔

۵۳۔ (انگ) بمعنی جسم۔ انگ لگنے سے مراد رفاقت ہے۔

۵۴۔ ایک دوست پر جیسی کچھ امید ہو سکتی ہے۔ ویسی سو بھائی پر نہیں ہو سکتی۔

۵۵۔ ایک گناہ کے کرنے پر اخفائے گناہ کے لئے گنہگار کو سو فریب کرنا پڑتا ہے۔ گویا ایک گناہ اپنے ساتھ اور گناہ بھی لاتا ہے۔

۵۶۔ یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص بغیر کام کاج کے زندگی بسر کرے۔

۱۵۸	اپنے مونہوں میاں مٹھو۔	اپنی تعریف آپ۔
۱۵۹	آ لڑائی گل لگ	آ لڑائی گلے لگ۔
۱۶۰	اک ہووے[۵۱] کملا تے سمجھاوے اونھوں ویہڑا۔ ویہڑا ہووے کملا تے سمجھاوے اونھوں کیہڑا۔	اگر ایک سودائی ہو تو اُس کو کنبہ سمجھائے جب کنبہ ہی سودائی ہو جائے تو اُس کو کون سمجھائے۔
۱۶۱	آپ کھڑے منگتے تے باہر کھڑے درویش	خود فقیر اور باہر درویش مانگتے ہیں۔
۱۶۲	انت سچ دا بیڑا پار۔	اخیر پر صادق کا بیڑا پار ہے۔
۱۶۳	اوکھی بنی دا کوئی نہیں سجن۔	مشکل بنی کا کوئی ساتھی نہیں۔
۱۶۴	اگے ہی کوڑی کملی پچھوں پے گئی مڑھیاں دے راہ۔	پہلے ہی سے لڑکی دیوانی اور اُس پر مسانوں کے راہ پڑ گئی۔
۱۶۵	اپنے گریبان وچہ مُنہ پا۔	اپنے گریبان میں مُنہ ڈال۔
۱۶۶	اگ کھادن تے انگیارے سٹن	آگ کھائیں اور انگیارے اگلیں۔
۱۶۷	اک دن پروہنا[۵۲] دو دن پروہنا۔ تیجے دن وادے ہگونا۔	ایک دن پروہت۔ دوسرے دن پروہت تیسرے دن گالیاں۔
۱۶۸	اپنی عقل تے پرائی دولت بہتی نظر آوندی ہے۔	اپنی عقل اور پرائی دولت زیادہ نظر آتی ہے۔
۱۶۹	اک اکلی دوسری دو کھادی ماری۔	ایک اکیلی دوسری دُکھوں کی ماری۔

[۵۱]- جب قوم کی قوم ہی بگڑ جائے تو اُسکو ایک آدمی کس طرح سمجھا سکتا ہے۔

[۵۲]- یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص بے شرمی سے آتا جاتا ہے یا دق کرتا ہے (وادے ہگونا) پنجابی میں ایک گندی گالی ہے۔

۱۷۰	اس مایہ دے[ف۱] ترن نام پرسو۔ پرسا۔ پرسرام	اقبال کے نام تین ہیں پرسو۔ پرسا اور پرسرام۔
۱۷۱	اک مچھلی جل گندا کردی ہے۔	ایک مچھلی تمام پانی گندا کرتی ہے۔
۱۷۲	اگ اوتے تیل نہ پا۔	آگ پر تیل نہ ڈالو۔
۱۷۳	اکھیں دے نال تے ناں نورنشاں۔	آنکھوں سے نظر نہ آئے نام نورالنسا۔
۱۷۴	آمیرے سجناں گھر بار تمارا۔ اندر جگہ تنگ ہے باہر کرو اُتارا۔ بھانڈے برتن نوں ہتھ نہ لاؤ۔ کھاؤ پیو اپنے گھر سے گیت گاؤ ہمارا۔	آؤ دوست گھر بار تمہارا۔ اندر جگہ نہیں باہر اُترو۔ برتنوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اپنے گھر سے کھاؤ پیو اور ہماری گیت گاؤ۔
۱۷۵	اکھیوں دور[ف۲] تے دلوں دور۔	آنکھوں سے دور تو دل سے دور۔
۱۷۶	اِٹ چکدیاں[ف۳] نوں پتھر۔	اینٹ اُٹھاتے کو پتھر۔
۱۷۷	اک اکلا دوسرا بھلا[ف۴]۔ تیسرا اٹھنیاں دا پھیڑ چوتھا رلیا تے جھگا گلیا۔	ایک اور دو بھلے تیسرا موجب فساد چوتھا ملا تو گھر ڈوبا۔
۱۷۸	ایڈا مہین[ف۵] نہ کت۔	اس قدر باریک نہ کاتو۔
۱۷۹	آخر نکل آئی کرتوت۔	آخر کرتوت معلوم ہو گئی۔

ف۱۔ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جیوں جیوں انسان کا درجہ بڑھتا ہے دوں دوں اس کا نام اُس کی عزت بڑھتی ہے۔

ف۲۔ اس میں یہ فلسفی ظاہر کی گئی ہے کہ محبت کا اکثر حصہ تعلقات سے وابستہ ہوتا ہے۔ جب تعلقات میں فرق آتا ہے تو محبت میں بھی کمی ہوتی جاتی ہے۔

ف۳۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ دنیا میں دنیاداری کے رنگ میں اُسی وقت تک امن سے رہا جا سکتا ہے کہ جب جواب ترکی بترکی دیا جائے۔ یہ ایک سیاسی فلسفی بیان کی گئی ہے۔

ف۴۔ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جب خواہ مخواہ لوگوں کا مجمع کیا جائے، تو اُس میں خرابی ہی نکلتی ہے۔

ف۵۔ باریک بینی اور وقت پسندی کی مذمت کی گئی ہے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۸۰	اُنھی ککڑی[1] پرائے گھر انڈے، دیوے تو کسی وا کی قصور۔	اندھی مرغی بیگانے گھر میں انڈے دے تو کسی کا کیا قصور۔
۱۸۱	اپنی داہڑی پرائے ہتھ کیوں دیئے	اپنی داہڑی بیگانے ہاتھ کیوں دیں۔
۱۸۲	اسی ہاں چیمے[2] چٹھے کھاوں نوں وکھو وکھ لڑن نوں اکٹھے۔	ہم چیمے چٹھے ہیں کھانے کو الگ الگ اور لڑنے کو اکٹھے۔
۱۸۳	آپے پھاتڑیئے تینوں کون چھڑاوے	خود گرفتہ تجھے کون چھڑائے۔ (خود کردہ را چہ چارہ۔
۱۸۴	اپنا مارے گا تے چھاویں ہی بٹھائے گا۔	اپنا مارے گا تو سایہ میں ہی بٹھائے گا۔
۱۸۵	انھے وا چیھا بُرا۔	اندھے کی کولی بُری۔
۱۸۶	انھے نوں[3] ماں مسیتے بٹھا گئی۔	اندھے کو ماں مسجد میں بٹھا گئی۔
۱۸۷	اڈہل گیاں نوں داج کون دیندا ہے	مغویہ عورتوں کو جہیز کون دیتا ہے۔
۱۸۸	ال وا ناں کو کونہ جانے۔	محض بے علم۔
۱۸۹	اوٹھاں وچوں بھیڈ بچھانن والا	اونٹوں میں سے بھیڑ پہچاننے والا۔
۱۹۰	اپنی وارھی[4] ہن ہل لمبی پائی۔	اپنی بارھی ہل لمبی ڈال دی۔
۱۹۱	اشنان کا باہمن تے لہسن دا تڑکا۔	نازک دماغ برہمن اور لہسن کا بگھار
۱۹۲	انھے کھوہ[5] چ اٹاں۔	اندھے چاہ میں اینٹیں۔

[1] - جب کوئی شخص بے وقوفی سے خود نقصان اُٹھائے تو اُس وقت بولتے ہیں۔
[2] - چیمے چٹھے پنجاب میں جٹوں کی دو قریب النسب قومیں ہیں جن میں اکثر لڑائی رہتی ہے لیکن غیر کے مقابلہ میں ایک ہو جاتی ہیں۔
[3] - لاوارث چھوڑ گئی۔
[4] - ہل لمبی ڈالنے سے مراد لیت و لعل کرنے سے ہے۔
[5] - اندھے چاہ میں اینٹ ڈالنے سے برباد دینے سے ہے۔ (اندھے چاہ سے مراد افتادہ چاہ ہے)

۱۹۳	ایاناں گل کرے تے سیاناں قیاس کرے	نادان بات کرے اور دانا قیاس کرے۔
۱۹۴	اٹ[۵۱] کتے دا ویر	اینٹ اور کتے کا بیر ہے۔
۱۹۵	اس ویلے[۵۲] ماتا بھون وچ آئی ہوئی اے	اس وقت ماتا دیوی شوق میں آئی ہوئی ہے
۱۹۶	اس بابل[۵۳] دا نہیں وساہ۔ کڈھ لیندا ڈولی پا۔	اس باپ کا اعتبار نہیں ڈولی میں بھی ڈال کر نکال لیتا ہے۔
۱۹۷	ایویں بھنے[۵۴] تتر نہ اڈا۔	یوں ہی بھونے تیتر نہ اڑاؤ۔
۱۹۸	ان کھادیاں[۵۵] سول پووے تے پووے	اناج کھاتے درد ہو تو ہو۔
۱۹۹	اک واری[۵۶] سھری دوجی واری ٹبھری	ایک باری سھری دوسری دفعہ ٹھبری۔
۲۰۰	اپنا نینگر پرایا ڈھینگر۔	اپنا بچہ اور پرایا ڈھینگر۔
۲۰۱	اگ دا سڑیا ٹانیوں ڈر دا ہے۔	آگ کا جلا ہوا جگنو سے ڈرتا ہے۔
۲۰۲	اک تندرستی ہزار نعمت۔	ایک تندرستی ہزار نعمت۔
۲۰۳	ادھی راتیں کوڑا[۵۷] سوتا۔	آدھی رات اور کوڑا سوتا۔
۲۰۴	آوندے نوں[۵۸] متھے اوتے چک لیا۔	آتے کو ہی ماتھے پر اٹھالیا۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں دو شیئوں کی منافرت باہمی کا اظہار مقصود ہو۔
۵۲۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں کسی مطلب کے حاصل کرنے کا وقت آگیا ہو۔
۵۳۔ صورت بے اعتباری پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
۵۴۔ بھونے تیتر اڑانے سے مراد افترا۔ جھوٹ۔ گپ سے ہے۔
۵۵۔ اناج کے کھانے سے چونکہ تکلیف کا ہونا غیر یقینی ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ کہتے ہیں کہ اگر اناج کھانے سے درد ہو تو ہو۔ یعنی اس صورت میں کیا علاج ہے۔
۵۶۔ ایک مرتبہ تو انسان سھری بھی کھلا سکتا ہے۔ دوسری مرتبہ بھوسی بھی نہیں دیتا۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں بار بار کی مانگ رہے۔
۵۷۔ جب کوئی کام بے وقت کیا جائے تو اس وقت اطلاق پاتی ہے۔
۵۸۔ پنجابی محاورہ میں (ماتھے) پر اٹھانا تواضع اور خاطرداری سے مراد ہے۔

۲۰۵	اک اکلّا دو یاراں۔	ایک اکیلا دو گیارہ۔
۲۰۶	اپنا کہیا سو دے جیہا۔	اپنا کہا سو جیسا۔
۲۰۷	آدر تیری چادر[۵۱] نوں	تیری حیثیت کی عزت۔
۲۰۸	الف داناں بے نہ جانے۔	محض بے علم۔

ب

۲۰۹	بھاڑا۔ دھاڑا[۵۲]۔ موت تے گاہک دا کوئی ویلا نہیں۔	کرایہ۔ دھاڑا۔ موت اور گاہک کا کوئی وقت نہیں۔
۲۱۰	بھُل چک[۵۳] لین دین۔	بھول چوک لین دین۔
۲۱۱	بھرے بھانڈے[۵۴] دی گھروڑی بھی نہیں ماون دی۔	بھرے برتن کی کھرچن بھی کافی سے زیادہ ہوتی ہے۔
۲۱۲	بھریا بھانڈا کدے اوچھلدا ہے۔	بھرا ہوا برتن کب اوچھلتا ہے۔
۲۱۳	بڈھا خصم جان دا روگ	بڈھا شوہر جان کا عارضہ۔
۲۱۴	بسم اللہ[۵۵] ہی غلط	بسم اللہ ہی غلط۔

۵۱۔ مطابق حیثیت کے عزت انسان کی کی جاتی ہے۔
۵۲۔ کرایہ۔ دھاڑا۔ گاہک اور موت کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ نادانستہ ایسا وقت آجاتا ہے۔
۵۳۔ یہ بتلایا گیا ہے کہ بھول چوک سمجھنے کے قابل ہے اور بیوپار کی بات۔
۵۴۔ مطلب یہ کہ بڑے گھروں بڑے منصوبوں بڑے کاموں کی رہی سہی حالت بھی بہت بڑی ہوتی ہے۔
۵۵۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں کسی کام کا شروع ہی غلط ہو۔

۲۱۵	بادشاہ دے[۵۱] اگوں نہ جائیے تے گدوں دے پچھوں۔	بادشاہ کے آگے سے نہ گذریں اور گدھے کے پیچھے سے۔
۲۱۶	بوہے[۵۲] آئی جنج تے دھون کڑی دے کن	دروازے پہ برات آئی اور دلہن کے کان چھیدو۔
۲۱۷	باریک پیٹھے[۵۳] دا چھاننا کی۔	باریک پیسے کا کیا چھاننا۔
۲۱۸	باسی[۵۴] کڑھی نوں ابال	باسی کڑھی کو ابال
۲۱۹	بندے دا دارو بندہ	بندے کا دارو بندہ۔
۲۲۰	بسنتر[۵۵] دیوتا گھر لگے تے جانے۔	آگ گھر میں لگے تو جانیں۔
۲۲۱	بندے دا ویری بندہ	بندے کا دشمن بندہ۔
۲۲۲	باپ پر پوت پتا پر گھوڑا۔ بہتا نہیں پر تھوڑا تھوڑا۔	باپ پر بیٹا۔ گھوڑا پتا پر۔ بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا تو ہوگا۔
۲۲۳	بتیاں دنداں[۵۶] وچہ اک زبان	بتیس دانتوں میں ایک زبان۔
۲۲۴	باندی دی[۵۷] بلا کلے دے سِتے۔	بندری کی بلا کلے پر۔
۲۲۵	بکری دی جان گئی کھاون والے نوں سواد نہ آیا۔	بکری کی جان گئی کھانے والے کو مزا نہ آیا۔

۵۱۔ بادشاہ کی نازک مزاجی اور گدھے کی دولتیاں ہر حالت میں خوفناک ہیں۔
۵۲۔ عین وقت پر کوئی تجویز سوجھنا کوئی تجویز پیش کرنا۔
۵۳۔ لطیفہ کا لطیف کیا کرنا ہو جو پہلے ہی سے اچھا ہے وہ اچھا ہی ہے۔
۵۴۔ باسی کڑھی میں اُبال آنا۔ گو گزرے مردہ واقعات کا ذکر کرنا یا چھیڑنا مراد ہے۔
۵۵۔ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا اُس وقت زیبا ہے۔ جب خود مصیبت زدہ ہونے پر افسوس اور شکایت نہ ہو۔
۵۶۔ جہاں ذات واحد یا ایک فرقہ کا بیان مقصود ہو وہاں یہ بولتے ہیں۔
۵۷۔ مطلب یہ کہ قصور وار کوئی اور جواب دہ کوئی۔

۲۲۶	یودیاں نال لگیاں نوں کون وچھوڑے	لڑکپن کی محبت کو کون چھوڑے۔
۲۲۷	بندہ جوڑے پلی پلی تے رب روڑھ دوے کیا۔[1]	انسان تھوڑا تھوڑا جمع کرتا ہے اور خدا کپا ہی اوندھیل دیتا ہے۔
۲۲۸	بندا کرے اولیاں تے رب کرے سولیاں[2]	انسان بُرایاں کرے اور خدا سہولتیں دے۔
۲۲۹	بدل بھی نیواں ہوکے برسدا ہے۔[3]	بادل بھی نیچا ہوکر برستا ہے۔
۲۳۰	بوندی بوندی دریا ہوندا ہے۔	قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے۔
۲۳۱	بی بی وسے قاسم بیلے روح فرید آباد۔	بی بی قاسم بیلہ میں رہے اور روح فرید آباد۔
۲۳۲	بی بی موہنہ نہ لائے میاں شکر ونڈائے	بی بی منہ نہ لگائے اور میاں شکر تقسیم کرائے
۲۳۳	بھیڈ دا بھیڈورا سو کھواؤ ڈنگہ پورے دا پورا	کتنا ہی کھلاؤ پلاؤ بھیڑی کا بچہ آخر وہی کا وہی رہے گا۔
۲۳۴	بکرا روے جند کوں قصائی رووے مینجھ کوں۔	بکرا جان کو روئے اور قصاب مغز کو۔
۲۳۵	بھیڈ دی پوچھ پکڑ نہ جانے دو سانالی وہا	بھیڑی کی دم پکڑ نہ سکے اور دو ساحل با ہو۔
۲۳۶	بھاہ دی سڑی ٹٹناے کولوں ڈردی ہے	آگ کی جلی ہوئی جگنو سے ڈرتی ہے۔
۲۳۷	بھیڈ دی پوچھ لگیاں نہ اروار نہ پار	بھیڑی کی دم پکڑ کر نہ وار نہ پار۔
۲۳۸	بھوں دے رستے سونجیاں وٹے۔	بھوسہ کے رستے بے وقوف بناتا ہے۔
۲۳۹	بال تے مچھ دا وال برابر۔	بچہ کا عمر اور مونچھ کا بال برابر ہیں۔

[1] انسان تھوڑا تھوڑا جمع کرتا ہے اور قدرت یک دفعہ برباد دیتی ہے۔ اس میں انسانی خیالات اور منصوبوں کی ہستی پر روشنی ڈالی گئی ہے (ما درچہ خیالیم فلک درچہ خیال۔)

[2] [illegible] صدر۔

[3] [illegible] بولتی میں جہاں مغروروں اور خود پسندوں کی تعلیمات پر روشنی ڈالی ہو باوجودیکہ بادل اونچا ہوتا ہے پھر بھی نیچا ہوکر برستا ہے۔

۲۴۰	بیڑی ڈوبی دم بہاول حق	بیڑی ڈوبی اور دم بہاول حق ۔
۲۴۱	بیڑی ڈٹھی تے پیر ڈنگے ۔	بیڑی دیکھی اور پاؤں ٹیڑھے ۔
۲۴۲	بُرے توں بُرا گراہ ۔ نہ ڈاندی کو ناںڈ نہ جوان داطرہ ۔	بُرے سے بُرا خراب راستہ نہ بیل کا کوہان رہے اور نہ جوان کا طرہ ۔
۲۴۳	بُکھا کُتا[51] تے رجیا سوّر ۔	بھوکا کتا اور سیر شدہ خنزیر ۔
۲۴۴	باسی رہے[52] نہ کُتا کھائے	نہ باسی رہے اور نہ کُتا کھائے ۔
۲۴۵	بھیڈ مل[53] تے اودھ جھونگا ۔	بھیڑی قیمت میں اور اون زائد ۔
۲۴۶	باہراں ورہیاں دی کُڑی تے تیرھاں[54] ورہیاں دی ساہڑھ ستی ۔	بارہ سال کی لڑکی اور تیرہ سال کی مصیبت
۲۴۷	بُکھ نہ لاون پُچھیا عشق نہ پُچھی ذات نیند نہ پُچھیا بسترا کتھے وہانی رات ۔	بھوک نے سالن نہ پوچھا اور عشق نے ذات ۔ نیند نے بستر نہ پوچھا رات یوں ہی گزر گئی ۔
۲۴۸	بوٹیاں حرام تے شوراحلال ۔	بوٹیاں حرام اور شوراحلال ۔
۲۴۹	بابے کو بج نہ ڈبیھے جوہلاں کنوں چھُٹو بجے ۔	باپ کو اگر بیج نہ ملے تو ہم ہل باہنے سے چھوٹ جائیں ۔
۲۵۰	بہن گھر بھائی[55] سوہرے گھر جوائی دونوں کُتے ۔	بہن کے گھر بھائی سسرال کے گھر داماد دونوں (کتے) یعنی بے شرم ہیں ۔

[51] ۔ بھوکا کتا اور سیر شدہ خنزیر دونوں برابر ہوتے ہیں ۔
[52] ۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق کرتے ہیں کہ جب یہ ظاہر کرنا ہو کہ نہ کوئی چیز فاضلہ چھوڑی جائے اور نہ کسی حفاظت اور تردد کی ضرورت ہے
[53] ۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جب یہ جتانا ہو کہ اصل شئی تو فی نفسہ کم ہو اور جو اُس سے زائد مانگی جاتی ہو وہ اُس اصل سے بھی زائد ہو ۔
[54] ۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں مصیبت زدہ اور سخت مصیبت کا اظہار مقصود ہو ۔
[55] ۔ بعض قوموں میں بہن کے گھر میں بھائی کا اور سسرال کے گھر میں داماد کا رہنا خلاف حیاو شرم ہے ۔

نمبر	پنجابی	اردو
۲۵۱	بکھا کراڑ وھیاں پھلو رے۔	بھوکا کراڑ بہیاں پھولے۔
۲۵۲	بڈھی ویڑھے دی راکھی۔	بوڑھی عورت صحن خانہ کی راکھی۔
۲۵۳	بلّی شیہنہ پڑھایا تے بلّی کوں کھاون آیا۔	بلی نے شیر پڑھایا اور بلّی کو ہی کھانے آیا
۲۵۴	بکری خُوفہ[۵۱] دیندی ہے میگنیاں پا کے	بکری میگنیاں ڈال کر دو دیتی ہے۔
۲۵۵	بکریاں وچہ نہرتے[۵۲] آجڑی کوں حاجت	بکریوں میں بھیڑیا اور چرواہا کو حاجت ہو گی
۲۵۶	بھاجی ویو بیجے اُس گھر جتھوں آوے ول کر۔	راہ رسم وہاں رکھو جہاں سے دیا ہُوا واپس بھی آئے۔
۲۵۷	بھرا بھراواں دے چھڑ کاواں دے	بھائیوں کے بھائی اور چھیچڑ کوؤں کے۔
۲۵۸	بیوقتی ساز ڈوماں[۵۳] بھی سٹّے۔	بے وقت ساز ڈوموں نے بھی پھینک دئیے۔
۲۵۹	بازار کھلیں[۵۴] ماریا تے گھر وچ نہ آکھیں	بازار میں تو جوتے پڑے اور یہ تاکید کہ گھر میں جا کر نہ کہنا۔
۲۶۰	بکھا بھوتے وچیچے تے رجیا اُدھاری منگے	بھوکا لحاف بیچے اور خوشحال اودھارا مانگے
۲۶۱	بغل میں تونبا ہوکا[۵۵] شہر بازار۔	بغل میں تونبا اور بازار میں منادی۔
۲۶۲	بکرے دی ماں کداں تائیں خیر مناوے	بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔
۲۶۳	بلّی نوں خواب[۵۶] چھچھڑیاں دا۔	بلی کو چھچھڑوں کا خواب۔ (ہر کس بخیال خویش خبطے دارد)

۵۱۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب یہ جتلانا مطلوب ہو کہ کوئی ایک کام کر بھی دے لیکن سو عذر و اکراہ سے۔
۵۲۔ بکریوں کے ریوڑ میں بھیڑیا آ جائے اور چرواہا حاجت پر چلا جائے۔ یعنی ضرورت کے وقت مفقود۔
۵۳۔ مطلب یہ کہ اگرچہ مراسی قوم ہمیشہ ساز رکھتے ہیں۔ لیکن بے وقت وہ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سے مناسب وقت کا اظہار مطلوب ہے
۵۴۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایک کھلی بات کا اخفا چاہے۔
۵۵۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جب غلطی تو اپنی ہو اور دوسروں سے بازپرس کی جائے۔
۵۶۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی شخص کی اصلیت کا اظہار مطلوب ہو۔

۲۶۴	باندری دے[۵۱] پیر سڑن لگے سنیچے پیراں ہیٹ چاڑتے۔	بندریا کے پاؤں جلنے لگے اور اُس نے بچے پاؤں کے نیچے دبا دیئے۔
۲۶۵	بھنگی دی[۵۲] رن رنگ برنگی پوستی دی رن رووے۔ افیمی دی رن آکھے مویا اُٹھ نہ ہووے۔	بھنگ نوش کی عورت رنگ برنگی۔ پوستی کی بیوی رووے۔ افیونی کی عورت کہے کہ یہ گھر میں نہ ہو۔
۲۶۶	بنے جٹ[۵۳] نہ چھیڑیئے ہٹی نے کراڑ۔ بیڑی تے ملاح نہ چھیڑیئے متاں بھنے چا جھاڑ	کھیت کے بنہ پر جاٹ کو نہ چھیڑیں اور دکان پر کراڑ۔ اور بیڑی پر ملاح۔ شاید کہ مُنہ توڑ دے
۲۶۷	بکھا بے دھرم ننگا بے شرم۔	بھوکا بے ایمان ننگا بے شرم۔
۲۶۸	بخت نہ ہا اپنا بہشتوں نکل جا۔	قسمت اپنی نہ تھی کہ بہشت سے نکل گیا۔
۲۶۹	بوٹا بوٹم[۵۴] واٹے تے ڈیڈھڑا ہیٹ جوار	کپاس بوٹا بوٹا اور جوار ڈیڑھ بالشت کے فاصلے
۲۷۰	باراں[۵۵] خربوزے تیراں لاگ دار۔ کیا ڈیسوں سرکاروں کیا گھنسی زمیندار۔	بارہ خربوزے تیرہ کمیں۔ زمیندار کیا سرکار کو دے اور کیا خود لے جائے۔
۲۷۱	بڈھی[۵۶] گھوڑی تے لال لگام۔	بوڑھی گھوڑی اور لال لگام۔
۲۷۲	بگھیاڑ[۵۷] کھانا کھا موُنہ لہو بھریا۔	بھیڑیا کھائے نہ کھائے مُنہ خون آلودہ۔

[۵۱] - یہ اس اظہار کے واسطے ہے کہ مصیبت کے وقت عموماً نفسی نفسی ہوتی ہے۔ کوئی ہی ثابت قدم رہ کر دوسروں کی خیرخواہی اور خیر طلبی مقدم رکھتا ہے۔

[۵۲] - بھنگ نوش۔ پوستی اور افیونی کی سوشل حالت بتلائی گئی ہے۔ بھنگی کی بیوی متلون الحالت رہتی ہے۔ اور پوستی کی مصیبت میں گرفتار اور افیونی کی عورت ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ یہ مصیبت گلے سے اترے۔

[۵۳] - کھیتی پر زمیندار کا مزاج عموماً سخت ہوتا ہے۔ دُکان پر دُکاندار کی طبیعت ذرا تیز ہوتی ہے۔

[۵۴] - کپاس اور جوار جب تک ذرا فاصلہ سے نہ بوئی جائے تب تک خوب نشو و نما نہیں پاتی۔

[۵۵] - اس میں گویا قلت پیداوار اور کثرت مصارف کا اظہار کیا گیا ہے۔

[۵۶] - مناسب اور نامناسب کام کا اظہار کیا گیا ہے۔

[۵۷] - بدنام آدمی پر ہمیشہ شبہ کیا جاتا ہے۔

۲۷۳	باہریں ورھیں رب روڑی دی بھی سُندا ہے	بارہ سال کے بعد خدا روڑی کی بھی سنتا ہے
۲۷۴	بُکھے جٹ[۵۱] کٹورا لبھا پانی پی پی آپھریا۔	بھوکے جاٹ کو کٹورا ملا اور وہ پانی پی پی کر پھول گیا۔
۲۷۵	باپ نہ ماری ڈڈری بیٹا تیر انداز۔	باپ نے تو پدی بھی نہ ماری اور بیٹا تیر انداز
۲۷۶	بکرا چھولیاں[۵۲] دا راکھا۔	بکرا چنوں کا محافظ
۲۷۷	بگھیاڑ دے ساہمنے بکرا بدھا۔	بھیڑیے کے سامنے بکرا باندھا۔
۲۷۸	بھج بھج موئی پیکے بھی نان اپڑی۔	بھاگ بھاگ مری اور میکوں تک بھی نہ پہنچ سکی
۲۷۹	بکرا[۵۳] داہڑی۔	بکرے کی مانند داڑھی۔
۲۸۰	باہر سائیں[۵۴] پنج ہزاری گھر بی بی اللہ دی ماری۔	خاوند باہر تو پانچ ہزاری اور گھر میں بیوی خدا کی ماری۔
۲۸۱	بڈھیاں[۵۵] نوں گھڑ میڈے۔	عورتوں سے چالاکیاں۔
۲۸۲	باندراں[۵۶] نوں والیاں۔	بندروں کو بالیاں۔
۲۸۳	بلی بھاگوں چھکا ٹٹا۔	بلی کی قسمت چھکا ٹوٹا۔
۲۸۴	بہتیاں[۵۷] دیاں لاٹھیاں اک دا بوجھ۔	بہتوں کی لاٹھیاں اور ایک کا بوجھ۔

ف[۱] ۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کسی شخص کی رزالت اور تو سیری کا اظہار مقصود ہو۔
ف[۲] ۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں ایک نسبت کی ناموز و نیت کا اظہار مدنظر ہو۔
ف[۳] ۔ بکرا داہڑی سے احمق مراد ہے۔ وہاں بولتے ہیں جہاں کسی کی حماقت ظاہر کرنی ہو۔
ف[۴] ۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں ظاہر اور باطن میں مقابلہ کرکے دکھانا ہو۔
ف[۵] ۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں کسی کی چالاکی کا اظہار مقصود ہو۔
ف[۶] ۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب ناموز و نیت کا اظہار مطلوب ہو۔
ف[۷] ۔ یہ اتفاق اور یک جہتی کے اثبات میں پیش کی جاتی ہے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۲۸۵	بغل میں چھری ناؤں ہرن بھج	بغل میں چھری اور نام ہر بھج۔
۲۸۶	بڈھیاں[۵۱] کتھوں چور مروانے۔	عورتوں سے چور مروانے۔
۲۸۷	بیاہ وچ[۵۲] دھرم سات دا جھگڑا۔	بیاہ میں دھرم سالہ کا جھگڑا۔
۲۸۸	بھوتنیاں کتھوں مراداں۔	بھوتنوں سے مرادیں۔
۲۸۹	باہروں رُسی گھر بیر نہ کھائے۔	باہر خفا ہوئی اور گھر میں بیر نہ کھائے۔
۲۹۰	بھاویں اپنا نک کٹے شریک دی بدشگنی ضرور ہووے۔	خواہ اپنی ناک ہی کٹ جائے شریک کی بدشگنی ضرور ہو۔
۲۹۱	بولی کاج بگاڑیا جوں مولی دا بت[۵۳]	طعنہ اس طرح کام بگاڑتا ہے جیسے کہ مولی کی ڈکاریں۔
۲۹۲	بھابی دا سوت دیور دلال۔	بھاوجہ کا دلال دیور۔
۲۹۳	بودی[۵۴] نوں تیل نا پکوڑے تلیے۔	سر میں لگانے کے لئے تیل نہیں ملتا اور پکوڑے تلیں۔
۲۹۴	باغ نہ بغیچہ ناں میاں واگلزار خاں۔	نہ باغ نہ بغیچہ نام میاں کا گلزار خاں۔
۲۹۵	بڈھا بڈھی ایں بیٹھے جوں سہن دی موری چور۔	بڈھی اور بڈھی یوں بیٹھے ہیں جیسے نقب کے منہ پر چور۔
۲۹۶	برسے ایک اتھہ سب کچھ وسے ڈبو۔	موسلا دھار برس کر سب کچھ ڈبو دے۔

[۵۱] ۔ چونکہ عورتیں نازک اندام اور ایک ناموس ہوتی ہیں اس واسطے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ کم زور لطیف شے سے ایک سخت کام لیا جاتا ہے۔

[۵۲] ۔ شادی بیاہ میں فضول قصوں کے چھیڑنے پر اطلاق پاتی ہے۔

[۵۳] ۔ اُس وقت بولتے ہیں جب خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ سے نفرت پیدا ہو۔

[۵۴] ۔ اظہار شیخی کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۲۹۷	بھکلے دی کڑی[1] پنڈ لا اجاڑا۔	بھوکے کی لڑکی اور گاؤں کا اجاڑنا۔
۲۹۸	بیگانے[2] دا محل ڈیکھ کے اپنا چھپر ڈھاسٹ۔	بیگانے کا محل دیکھ کر اپنا چھپر نہیں گراتے۔
۲۹۹	بیگانی[3] چوپڑی ڈیکھ تاں ترساویں جی۔	بیگانی مرغن روٹی دیکھ کر اپنا جی نہ ترسا۔
۳۰۰	بہن کہہ کے بھائی نہیں کیہا جاندا۔	بہن کہہ کر بھائی نہیں کہا جاتا۔

پ

نمبر	کہاوت	مطلب
۳۰۱	پھکی بلّی چھچھڑیاں دی راکھی۔	بھوکی بلی چھچھڑوں کی محافظ۔
۳۰۲	پرایا[4] موہلا کپاہوں کولا۔	بیگانہ موسل کپاس سے بھی نرم۔
۳۰۳	پنن جہی کار نہیں وٹھ نہیں وگار نہیں	گدائی جیسا کوئی کام نہیں نہ محنت نہ مزدوری نہ بیگار۔
۳۰۴	پاولی چڑھے تنکار تے مولا خیر گذارے۔	جولاہے تنکار چڑھے خدا خیر گزارے۔
۳۰۵	پہلی پیڑھی آنور سانور دوجی شیخ زادے حق ہمسائے مر گئے تے ہم بھی سید زادے۔	پہلی پشت یہ اور وہ دوسری شیخ زادے ہمسائگان مر گئے تو ہم بھی سید زادے
۳۰۶	پونگ پکڑ نہ جاندی ڈبڑیں پاوے ہتھ	چھوٹی مچھلی تو پکڑ نہیں سکتی بڑی مچھلوں پر ہاتھ ڈالتی ہے۔
۳۰۷	پچھاوٹے[5] موتریاں ویر نہیں لہندے	خفیف الحرکات سے انتقام نہیں لیا جا سکتا۔

[1] ۔ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں کم حوصلگی کا اظہار مطلوب ہو۔
[2] ۔ دوسروں کی عزت اور اقبال کے مقابلہ میں اپنی موجودہ حالت پر قانع نہ رہنا۔
[3] ۔ بشرح صدر۔
[4] ۔ دوسرے کا مال اگرچہ کیسی ہی محنت سے کمایا گیا ہو۔ ہمیشہ مفت لینے کے قابل معلوم ہوتا ہے۔
[5] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں خفیف الحرکاتی کا اظہار مقصود ہو۔

نمبر	پنجابی	اردو
۳۰۸	پیو مریا تن کھونوں پت داناؤں باغ	باپ مرا تن کے کی آس میں اور بیٹے کا نام باغ
۳۰۹	پرائی چھاہ اوپر مُچھاں مُناونا۔	بیگانی چھاچھ پر موچھیں منڈوانا۔
۳۱۰	پنڈ دا باس[۱] کل داناس۔	گاؤں کا رہنا نس کا ستیاناس۔
۳۱۱	پنچاں دا کہنا سرا اوپر پرنالہ اوتھے ہی۔	پنچائت کا کہنا سر ماتھے پر پرنالہ وہیں۔
۳۱۲	پھوئی پھوئی تلا بھر جاندا اے۔	قطرہ قطرہ تالاب بھر جاتا ہے۔
۳۱۳	پہاڑ پٹیا[۲] چوہا نکلیا۔	پہاڑ کھودا اور چوہا نکلا۔
۳۱۴	پنجاں[۳] وچہ پرمیشر۔	پانچ میں پرمیشر۔
۳۱۵	پیٹوں بُکھی[۴] ناں منھالو۔	پیٹ سے بھوکی نام خوشحال۔
۳۱۶	پتاں نوہاں[۵] سانبھیاں تے دھیاں لیگئے ہور۔	لڑکوں نے بہوئیں قابو کرلیں اور لڑکیاں اور لے گئے۔
۳۱۷	پڑ بندا اے تے بھریاں مک جاندیاں نے	پڑ بنتا ہے اور بھریں ختم ہوجاتی ہیں۔
۳۱۸	پت فقیرنی دا چال نواباں دی۔	لڑکا فقیرنی کا اور چال نوابوں کی۔
۳۱۹	پلے نہیں سیر آٹا منگدی دا سنگ پاٹا۔	پلے سیر آٹا نہیں اتنا مگتے مانگتے کا گلا بھی پھٹ گیا
۳۲۰	پت فقیر دا چال امیر دی۔	لڑکا فقیر کا چال امیر کی۔
۳۲۱	پنڈ پیا نہیں اُچکے اگو ہی آگئے۔	گاؤں ابھی بسا ہی نہیں اور اُچکے پہلے ہی آگئے
۳۲۲	پت بکھی دا چال عادیاں دی۔	لڑکا فقیرنی کا اور چال دولت مندوں کی۔

[۱] - شہری اور دیہاتی سکونت کے مقابلہ کے وقت اطلاق پاتی ہے۔
[۲] - کوشش بے نتیجہ کے وقت اطلاق پاتی ہے۔
[۳] - مشورت اور اتفاق کی خوبیوں کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے۔
[۴] - تعلیات کی بُرائی کے اظہار کے واسطے بولتے ہیں۔
[۵] - وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ کر کرا کر آخر کچھ نہ رہا۔

۳۲۳	پلّے نہ سیر آٹا گاوندی دا سنگھ پاٹا۔	پلے سیر آٹا نہیں اور گاتی کا گلہ بھی پھٹ گیا
۳۲۴	پٹھان پٹھان[۵۱] لک بدھا مویا۔	پٹھان پٹھان کمر میں موسل۔
۳۲۵	پٹھہ پیا سونا جیڑھا کناں نوں کھاوے	عبث وہ سونا جو کانوں کو تکلیف میں ڈالے
۳۲۶	پٹیا نہ ساتا تے مردا گیا گوتا۔	ایک ہقتہ بھی ماتم نہ ہوا اور مردہ یوں ہی گیا۔
۳۲۷	پیٹ بھریا روٹیاں تے سبھو گلاں موٹیاں	روٹی کھا کر سب نکتہ چینیاں سوجھتی ہیں۔
۳۲۸	پٹھہ برہمن بکری ویلے مول نہ بکری۔	عبث برہمن کی بکری جو وقت پر کام نہ آئے
۳۲۹	پٹھہ پئی تیری چھاہ سانوں کتیاں تھوں چھڑا۔	چھوڑی تیری چھاچھ ہمیں کتوں سے چھڑا
۳۳۰	بہج بہج موئی تے سوہرے بھی ناں پنی	بھاگ بھاگ کر مری اور سسرال میں بھی نہ پہنچی۔
۳۳۱	پیٹ نہ بھریا روٹیاں تے سبھے گلاں کھوٹیاں	بھوک میں سب باتیں بری معلوم ہوتی ہیں۔
۳۳۲	پٹھہ[۵۲] پیا بے شرمی دا سیرا جو ساگ شرم دا چنگا	عبث بے شرمی کا حلوا شرم کا ساگ ہی اچھا
۳۳۳	پھنے دے پچھوں مول نہ بھجیں ستے کلن بیج نہ ماریں۔	بھاگتے کے پیچھے ہرگز نہ بھاگیں اور فتنہ زمین میں بیج نہ بونا۔
۳۳۴	پھلے کتے ہرناں مگر۔	گم راہ کتے ہرنوں کے پیچھے۔
۳۳۵	پھکی مرے ہگائی ٹھنکے۔	بھوکی مرے اور قضائے حاجت پر اترائے۔
۳۳۶	پٹھہ[۵۳] دوستی کمینے دی اشراف پالے ہک تل بادشاہاں دے پتر باز اینہدے مورکھ پالے ہل	عبث دوستی کمینے کی اشراف تل بھر نیکی کا بھی لحاظ رکھے۔ بادشاہوں کے لڑکے باز رکھتے ہیں اور بے وقوف چیل

[۵۱] یہ وہاں اطلاق پاتا ہے جہاں بے جوڑ نسبت کا اظہار مقصود ہو۔

[۵۲] وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں محنت اور حرام خوری دگداگری کا مقابلہ مقصود ہو۔

[۵۳] یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ اشراف کی دوستی۔ وعدہ۔ قول اور کمینے کے قول و دوستی میں کیا کچھ فرق ہے یہ مثال دیکھ اس پر استدلال کیا ہے کہ بادشاہوں کے لڑکے ہمیشہ باز رکھتے ہیں۔ اور کمینوں کے لڑکے چیل پالتے ہیں۔

٣٣٧	پائے وچہ [٥١] باہنہاں گل نوں آوندیاں نے	سردی میں باہیں گلے کی طرف آتی ہیں
٣٣٨	پھوئی پھوئی من تھیندا ہے۔	ذرہ ذرہ من ہوجاتا ہے۔
٣٣٩	پنجے انگلیاں [٥٢] گھیو وچ۔	پانچوں انگلیاں گھی میں
٣٤٠	پرائی قبر وچ [٥٣] کون پیندا ہے۔	پرائی قبر میں کون پڑتا ہے۔
٣٤١	پہاڑیا یار کس کا بہت کھادا تے کھسکیا	پہاڑیا کس کا دوست کھانا کھایا اور چلتا بنا
٣٤٢	پہاڑ نوں ٹکر مار سر اپنا بھجدا ہے۔	پہاڑ سے ٹکر مار کر اپنا سر توڑتا ہے۔
٣٤٣	پٹیو [٥٤] ای پکی دا ہتا۔	کیا چکی کا ڈنڈا اکھاڑ ڈالا۔
٣٤٤	پرائی جنج [٥٥] احمق نچے۔	بیگانی برات احمق ناچے۔
٣٤٥	پیر اوپر [٥٦] آپ کو ہاڑی مارنی	پاؤں پر خود کلہاڑی مارنی
٣٤٦	پرایا گہنا پایا [٥٧] تے اپنا روپ گنوایا۔	بیگانہ زیور پہنا اور اپنا جوبن گنوایا۔
٣٤٧	پرائی موت نوں کون سہیڑے	بیگانی موت کون لے۔
٣٤٨	پرائی اگ وچ [٥٨] پیر کوں پاوے۔	بیگانی آگ میں کون پاؤں ڈالے۔
٣٤٩	پیلی نوں [٥٩] واڑ کھان آئی۔	کھیت کو باڑہ کھانے آئی۔

٥١۔ یہ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں یہ اظہار مقصود ہو کہ مصیبت اور مشکل کے وقت اپنے ہی یاد آتے ہیں۔

٥٢۔ کنایہ ہے بہمہ وجوہ کامیابی۔

٥٣۔ دوسرے کی مصیبت کون اٹھاتا ہے۔

٥٤۔ کنایہ ہے کیا کر لیا ہے۔ یعنی کچھ نہ ہوسکا۔

٥٥۔ جب کوئی آدمی خواہ مخواہ دخل درمعقولات دیتا ہے تو اس وقت اس کا اطلاق کرتے ہیں۔

٥٦۔ خود اپنے تئیں تہلکہ میں ڈالنا۔

٥٧۔ جب کوئی آدمی دوسرے کی کمائی کام سفو یوں پر شیخی کرتا ہے تو اس وقت اس کا اطلاق کرتے ہیں۔

٥٨۔ دوسرے کی مصیبت میں کون پھنسے۔

٥٩۔ باڑ ہمیشہ کھیت کی حفاظت کے واسطے ہوتی ہے۔ جب وہی فصل کھا جائے تو ایک سخت ظلم ہوگا۔ کنایہ ہے محافظ نگران کی دست برد سے۔

۳۵۰	پھٹیاں دا پھیٹ۔	فساد کی جڑ۔
۳۵۱	پیسہ پلّے نہیں سودا چھیتی دے۔	پیسہ پاس نہیں اور سودا جلدی دو۔
۳۵۲	پار نہ پڑھی[۵۱] تے پھائے اگے چڑھی۔	ایک حصہ بھی نہ پڑھا اور پھانسی پہلے ہی مل گئی
۳۵۳	پیر پت نہ دیسی تا نزال نہ کھولسی۔	پیر اگر لڑکا نہ دے گا تو بیوی تو نہ چھین لے گا
۳۵۴	پھپھر نہ گوشت دشمن نہ دوست۔	نہ پھیپھڑا نہ گوشت اور نہ دشمن نہ دوست
۳۵۵	پت چوہڑے کوں بھی پیاری ہے	عزت چوہڑے کو بھی عزیز ہے۔
۳۵۶	پتر اُتو ہیں تے دُکھ بھی بچھو ہیں۔	جُوں جُوں لڑکے بڑھیں گے ووں ووں دُکھ بڑھتے جائینگے
۳۵۷	پھُل دی خوش بو نک تائیں تے چنگے دی چنگائی مُلکاں تائیں۔	پھول کی خوش بو ناک تک اور نیک کی نیکی ملکوں تک۔
۳۵۸	پیٹ دی پیڑ تے ہنوں کڈھائے۔	پیٹ کا درد اور داڑھ نکلوائی۔
۳۵۹	پٹ[۵۲] پورا ناتاں بھی چکی دا پولا کہیں نہ کیتا	اگرچہ ریشم پورا ہی ہو تب بھی اُسے چکی کا جھاڑن کوئی نہیں بناتا۔
۳۶۰	پنن سبھی بار نہ چور ہووے نہ دھاڑ۔	گداگری ہیں نہ چور نہ دھاڑا۔
۳۶۱	پھدی لدھا پیسہ یا خان کنے یا میں کنے	پدی کو پیسہ ملا یا میرے پاس یا خان کے پاس
۳۶۲	پٹھان دا پوت کبھی جن کبھی بھوت۔	پٹھان زادہ کبھی جن کبھی بھوت۔
۳۶۳	پیسے دی کتی ٹکے دے ٹکر کھاوے۔	پیسہ کی کتیا ٹکہ کی روٹی کھائے۔
۳۶۴	پائے[۵۳] دا راج پتر دی محتاج۔	خاوند کا راج اور بیٹے دی محتاج۔

۵۱- استعمالی اغلاط اور لغزشوں کے وقت بولتے ہیں۔

۵۲- مطلب یہ کہ اگرچہ اچھی شے کیسی ہی کس مپرسی کی حالت میں ہو پھر بھی اُسے بُرے معنوں میں نہیں لیتے۔

۵۳- یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ صورت پیش آئے کہ باوجود ایک سکت کے بھی کوئی تکلیف میں مبتلا ہو۔

نمبر	پنجابی	اردو
۳۶۵	پھائے [۱] دیناہے تے دیئو میریاں نلیاں سکدیاں ہن۔	پھانسی دینا ہے تو دو میری نلکیاں خشک ہوتی ہیں۔
۳۶۶	پایا نہیں گھر بی بی کوں کیندا ڈر۔	خاوند گھر نہیں بیوی کو کس کا خوف۔
۳۶۷	پیر بھت [۲] خلیفیاں دا موُنہ کالا۔	پیر کو کھانا نصیب اور مریدوں کا مُنہ کالا۔ (بھت بمعنی طعام)
۳۶۸	پگ [۳] پورانی گنجہ نوکر گھوڑی کانی۔	پگڑی پورانی گنجہ نوکر گھوڑی کانی۔
۳۶۹	پنجابی [۴] دا ہتھ تے ہندوستانی دی زبان	پنجابی کا ہاتھ اور ہندوستانی کی زبان
۳۷۰	پیسے دی رن ٹگے دیاں جلواں۔	پیسہ کی بیوی اور ٹکہ کی جوکیں۔
۳۷۱	پاولی [۵] دی دھرک کلے توڑی۔	جولاہے کی چھلانگ کلّہ تک۔
۳۷۲	پنج لائے تے ترے وٹے پرمانندکی کھٹے	پانچ قرضہ میں دیئے اور تین حاصل کئے۔ پرمانند کیا نفع اُٹھائے۔
۳۷۳	پہلی چھکی کال [۶] دی موچی تے پاولی۔	قحط کی پہلی زد موچی اور جولاہ
۳۷۴	پیو نہ ماری ککڑی پتر تیر انداز۔	باپ مرغی نہ ماری اور بیٹا تیرانداز۔
۳۷۵	پیٹ دے نہ پٹھ دے اللہ ڈتے لٹ دے	نہ شکم کے اور نہ کمر کے خدا نے دیئے لوٹ کے۔

[۱] ۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں کہ باوجود ایک خوف عظیم کے بھی کوئی شخص معمولی کام کو مقدم رکھے۔

[۲] ۔ جب کوئی سرپرست خاندان وغیرہ خود تو مرفہ الحال ہو اور لواحقین خراب حال تو اُن حالات میں یہ اطلاق پاتی ہے۔

[۳] ۔ جب کل سامان کل منصوبہ از سرتاپا ناموزون ہو تو یہ اطلاق کرتے ہیں۔

[۴] ۔ یہ ایک تجربی استدلال ہے کہ پنجابی کا ہاتھ اور ہندوستانی کی زبان بیکار نہیں رہتی۔

[۵] ۔ جب کسی کی جرأت اور حوصلہ پر ریمارک کرنا ہو تو اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔

[۶] ۔ قحط کی پہلی زد عموماً غربا پر ہی پڑتی ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ اظہار مقصود ہو کہ ہمیشہ نزلہ برعضو ضعیف ریزد

٣٧٦	پٹکی پرے[۵۱] وِچ پٹی الدپت رکھ گدی۔	پگڑی پرے جا پڑی خدا نے عزت رکھ لی۔
٣٧٧	پن پن کھائیں تے ڈھول بجائیں۔	مانگ مانگ کر کھاؤ اور ڈھول بجاؤ۔

ت

٣٧٨	تلوار کسی دی متر نہیں۔	تلوار کسی کی دوست نہیں۔
٣٧٩	تھوڑے[۵۲] دا علاج ہے۔ تھڑے دا دارو نہیں	جس کے پاس تھوڑا ہو اُس کا تو علاج ہے۔ لیکن تھڑ جانے کا کوئی علاج نہیں۔
٣٨٠	تیریاں[۵۳] گلہاں وِچ چاول نے۔	تمہارے مُنہ میں چاول ہیں۔
٣٨١	تیل اور طمع جیکوں ملے ترت نرم ہو جا	تیل اور طمع جس کو ملے وہ فوراً نرم ہو جاتا ہے
٣٨٢	تروا[۵۴] ادان مہاں پن۔	موقعہ خیرات ایک بڑی خیرات۔
٣٨٣	تُھک[۵۵] نال وڑے پکاندا ہے۔	تھوک سے بڑے پکاتا ہے۔
٣٨٤	تیل ہٹی دا تے گھیو جٹی دا۔	تیل دُکان کا اور گھی جٹی کا۔
٣٨٥	تلوار دا زخم مل جاندا ہے زبان دا نہیں ملدا۔	تلوار کا زخم مل جاتا ہے لیکن زبان کا نہیں ملتا۔
٣٨٦	تو پائی تے[۵۶] میں بجھی کانی اکھ نہ رہندی گجھی	تم نے سنائی اور میں نے سمجھی کانی آنکھ چھپی نہیں رہتی۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں یہ دکھانا ہو کہ جب کوئی شخص باوجود ایک ہزیمت فاش کے بھی، یہ کہے کہ کوئی زد نہیں پڑی یا یہ کہ کوئی زد نہیں ہے۔

۵۲۔ پنجابی میں تھڑ جانے سے مراد کمال لالچی ہو جانے سے ہے۔

۵۳۔ پنجابی محاورہ میں (برِنج در دہن) سے مراد کامیابی کے ہیں۔

۵۴۔ ساتھ کے ساتھ جو کام کیا جائے وہ خوب ہے۔

۵۵۔ پنجابی محاورہ میں تھوک سے بڑے پکانا۔ بغیر کوشش کے کام کرنے سے مراد ہے۔

۵۶۔ نقص ہمیشہ اپنا آپ معلوم کرا دیتا ہے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۳۸۷	ترٹی تے گکھ نہ رکھیا۔	گھر میں تنکا نہ رکھا۔
۳۸۸	تپڑ[۵۱] او تے دیوا بالیا۔	تپڑ پر دیا جلایا۔
۳۸۹	تیرا[۵۲] انت کسی ناں پایا۔	تیرا بھید یا اخیر کسی نے نہ پایا۔
۳۹۰	تندرست دے سب گاہک۔	تندرست کے سب گاہک۔
۳۹۱	تلی[۵۳] میں آیا گلی میں کھایا۔	ہتھیلی میں آیا اور گلی میں کھایا۔
۳۹۲	تند[۵۴] نہیں بگڑیا تانی بگڑی ہے۔	تار نہیں بگڑا ہے تانی ہی بگڑی ہے۔
۳۹۳	تساں دال نہیں چاہڑی اساں کوئی پیرو راہنے ناں۔	تم نے دال نہیں چڑھائی ہم کوئی پاؤں سے ننگے ہیں۔
۳۹۴	ترٹی چوڑ کبیردی جایا پتر کمال۔	کبیر کی خانہ خرابی جس نے کمال سا بیٹا جنا۔
۳۹۵	تکھی[۵۵] ٹرے تے ہرالی ہولی ٹرے تے نازو	جلدی چلے تو پھوہڑ آہستہ چلے تو نازو (نازک اندام)
۳۹۶	ترے کم کوراہ مرد نوں چکی سنڈھے نوں گاہ رن نوں راہ۔	تین کام بے ڈھنگے ہیں۔ مرد کو چکی۔ جاموش کو گاہ۔ اور عورت کو سفر۔
۳۹۷	ترے کم کسوترے۔ نیواں بہے تے اوچا موترے تتا کھاوے مرے دکھو ترے راہ ویندا سر سوترے۔	تین کام ناموزوں ہیں نشیب میں بیٹھ کر فراز پر پیشاب کرنا۔ گرم کھائے تو سوزش پیشاب سے مرے۔ راہ جاتے سر گندہ سوتنا۔

[۵۱] پنجابی محاورہ میں (تپڑ) پر دیا جلانا اپنی فضیحت خود کرنا اور دیوالہ نکال لینے کے ہیں۔
[۵۲] خدائے ذوالجلال کی شان اعلیٰ میں اطلاق پاتی ہے۔
[۵۳] کمال فضول خرچی سے مراد ہے اور نیز ایسے فوری عمل سے جو بغیر کسی حزم و احتیاط کے کیا جائے۔
[۵۴] جہاں سب کا عامل اور فتار یکساں ہی ہو وہاں اطلاق پاتی ہے۔
[۵۵] دونوں طرح مصیبت۔

۳۹۸	تتر کھمبی بدلی رن ملائی کھا۔ اوہ وسے اوہ اوہدے ایہ بچن بر تھا جا۔	رنگ برنگ بدلی اور عورت بالائی خور۔ وہ برسے اور وہ نکل جائے یہ قول خالی نہ جائے۔
۳۹۹	تیری اتھے دال نہیں گلدی۔	یہاں تمہاری دال نہیں گلتی۔
۴۰۰	تیل ویکھ تیل دی دھار ویکھ۔	تیل دیکھ تیل کی دھار دیکھ۔
۴۰۱	تیلی دا بیل مرے تے کمہاری ستی ہووے	تیلی کا بیل مرے اور کمہاری ستی ہو۔
۴۰۲	تلی بادشاہاں نہ جھلّی۔	خشک سالی بادشاہوں نے بھی نہ قبولی۔
۴۰۳	تھکّے دا کوئی نہ سکا۔	مصیبت زدہ کا کوئی ہمدرد نہیں۔
۴۰۴	تیرا کُدّن چھڈیا توں چالے ہی چل۔	تمہارا کودنا چھوڑا تم چال ہی چلو۔
۴۰۵	تاوں گتھی ڈومنی نچے تال بتیال	ڈومنی تان سے بے سری ہو کر تال بتیال ناچتی ہے۔
۴۰۶	تازی کوں اشارت گڈاں کوں کوڑا۔	گھوڑے کو اشارہ اور گدھے کو چابک۔
۴۰۷	تروا تاں جاگدا۔ بیٹھا تاں سُتّا اتے سُتّا تے مویا برابر۔	چلتا اور جاگتا اور بیٹھا و سویا ہوا اور سویا اور مویا برابر ہیں۔
۴۰۸	تیر نہ کمان ناں دا پٹھان۔	نہ تیر نہ کمان نام کا پٹھان۔
۴۰۹	تپ تھیں راج راج تھیں نرک۔	ریاضت سے راج اور راج سے دوزخ۔
۴۱۰	تھوم کھاسی تاں بو آسی۔	لہسن کے کھانے سے بو آئے گی۔
۴۱۱	تھوڑی راہ تے جھل پا۔ جھکی کپ تے نکی گاہ۔ برکت گھت سی آپ خدا۔	کم کاشت کر اور کافی پانی دے۔ نیچے سے کاٹ اور باریک گاہ ڈال۔ خدا خود برکت ڈالے گا۔

ٹ

نمبر	پنجابی	اردو
۴۱۲	ٹنڈ بیراں دی تے پنڈ بُھسیاں دا۔	ٹنڈ بیروں کی اور گاؤں ضعف جگر والوں کا
۴۱۳	ٹنڈاں تپھ نہ جانے تے ملکھیاں دا اُستاد	لوٹے بنا نہیں جانتا اور مٹکیوں کا اُستاد
۴۱۴	ٹکے دی گھوڑی تے نو پنسیریاں دانہ۔	ٹکے کی گھوڑی اور ۹ پنسیری دانہ۔
۴۱۵	ٹنڈ وچ دارو تے آلے کیاں نال لڑائی۔ [۵۱]	کوزہ میں دارو اور آلے والوں کے ساتھ لڑائی
۴۱۶	ٹکے دی رن چار پیسے دیاں جلماں۔	ٹکے کی عورت اور چار پیسے کی جوکیں۔
۴۱۷	ٹیڑی آکھدی ہے آسمان میں ہی تھمیا ہویا ہے۔	ٹیڑی (ایک آبی جانور) کہتی ہے۔ آسمان میرے ہی سہارے کھڑا ہے۔
۴۱۸	ٹنیا گیا پتّاں نوں پت آئے ٹنیا آیا ہی نہ [۵۲]	ٹنیا (ایک چھوٹی سی چڑیا بزنگ زرد سبز) اپتروں کو گیا۔ پتر آگئے۔ لیکن ٹنیا نہ آیا۔
۴۱۹	ٹوٹے پھوٹے نہ ملن کریئے لاکھ اوپا۔ [۵۳]	ٹوٹے پھوٹے دل نہیں ملتے اگرچہ لاکھ جتن کریں
۴۲۰	ٹوبے دا پانی مندا بھرواہے۔	چھپر کا پانی مشکل سے محفوظ رہتا ہے۔
۴۲۱	ٹڈی نوں بھی عشق لگا اے۔	ٹڈی کو بھی عشق لگا ہے۔
۴۲۲	ٹکے دی ہانڈی گئی تے کُتے دی ذات پچھانی گئی۔	ٹکے کی ہنڈیا گئی اور کتے کی ذات پہچانی گئی

۵۱۔ جب بے سروسامانی کی حالت میں کوئی شخص کوئی ادعا کرے تو اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔ (آلے) کی ایک قوم منجملہ معزز جاٹوں کے پنجاب میں ہے۔

۵۲۔ یہ اُس وقت اطلاق کرتے ہیں جب یہ اظہار مقصود ہو کہ ایک مدعی۔ ایک بانی۔ ایک ساعی کا تو پتہ نہ رہے اور کام قدرتاً یا کسی اور کی کوشش سے ہو جائے۔ (ٹنیا) ایک جانور کا نام ہے۔

۵۳۔ شکستہ دل بہت مشکل سے ملتے ہیں اگرچہ لاکھ کوشش ہی کیوں نہ کی جائے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۴۲۳	ٹاہلی دے تنّنے پتر۔	ٹاہلی کے تین ہی پتر۔
۴۲۴	ٹٹیاں بانواں گل نوں لگدیاں نے	شکستہ بائیں گلے کی طرف آتی ہیں۔
۴۲۵	ٹٹیاں بھجیاں دا پتن میلا۔	شکستہ خستہ کا میل پتن پر۔

ج

نمبر	پنجابی	اردو
۴۲۶	جاندے چوردی تڑاگی ہی سہی	جاتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔
۴۲۷	جے دھن دھنیں جے دھن ٹباکیں	یا دولت دولتمندوں کے پاس اوریا گپ بازوں کی زبان پر۔
۴۲۸	جیہے روح تیہے فرشتے۔	جیسے روح ویسے فرشتے۔
۴۲۹	جنہاں کھادا ہن کے اوہ کی جانن دے۔	جنہوں نے مانگ کر کھایا ہے وہ دینا کیا جانیں
۴۳۰	جُمی جُماں[۵۱] رلیا تکو جھگا گلیا۔	جمی اور جماں ملے اور ایک ہی گھر برباد ہوا۔
۴۳۱	جیں ول بھٹیاری وارہ اُسی دا۔	جس طرف بھٹیاری باری اُسی کی۔
۴۳۲	جیندے پیکے نیڑے اوہ پیراں نال کھڑی	جس عورت کے میکے نزدیک وہ چلتی ہی رہے۔
۴۳۳	جم نہ کی نانی دا ہانڈرا۔	پیدا ہوئی نہیں اور نانی کے مشابہ
۴۳۴	جٹ ملوک[۵۲] تے گونگلواں دا اُجاڑا۔	جاٹ نازک اور شلغموں کا اُجاڑا۔

۵۱۔ دونوں ایک جیسے مل گئے اور کام بگڑ گیا۔ جمی و جماں دو فرضی نام ہیں۔

۵۲۔ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ ظاہر کرنا ہو کہ باوجود دعوے نزاکت لیاقت عظمت امارت وغیرہ وغیرہ کے کوئی فعل نامناسب سرزد ہو۔

۴۳۵	جے جٹ دا[۵۱] مونہہ پانی ول تے پانی دا مونہہ رڑھ ول۔ جے جٹ دا مونہہ گھر ول تاں پانی دا مونہہ جھر ول۔	اگر جاٹ کا منہ پانی کی طرف تو پانی کا منہ فصل کی طرف۔ اگر جاٹ کا منہ گھر کی جانب تو پانی کا منہ بنجر کی جانب۔
۴۳۶	جم نہ مکی تے نک نانکیاں تے۔	جنم لیا ہی نہیں اور ناک ناہنال پر۔
۴۳۷	جمیا پال تے ایہو حال۔	پیدا ہوا لڑکا اور یہی حال۔
۴۳۸	جمے نو تے پٹے تیراں۔	پیدا ہوئے نو اور سیاپا تیرہ کا کیا۔
۴۳۹	جھوٹو[۵۲] جھوٹ چتا وڈ سو	جھوٹ در جھوٹ صد ہا در صد ہا۔
۴۴۰	جنہاں[۵۳] جنیاں اونہاں نوں بنیاں۔	جنہوں نے (لڑکیاں) جنیں اُن کو ہی پیش آئی
۴۴۱	جیہا مونہہ تہی چپیڑ۔	جیسا مُنہ ویسی چپیڑ۔
۴۴۲	جہے روح تہے فرشتے۔	جیسے روح ویسے فرشتے۔
۴۴۳	جس درخت[۵۴] دے چھاویں بیٹھنا اسی نوں کٹنا۔	جس درخت کے سایہ میں بیٹھنا اُسی کو کاٹنا۔
۴۴۴	جیڑھے جیون[۵۵] گے سو بیون گے۔	جو جئیں گے سو بیئیں گے۔
۴۴۵	جس[۵۶] لائی گلیں اُسے نال اُٹھ چلی	جس نے باتوں لگائی اُسی کے ساتھ چلتی ہوئی

۵۱۔ یہ ضرب المثل زرعی رنگ میں کہی گئی ہے۔ اور اس کی بنیاد تجربہ پر ہے۔

۵۲۔ یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے کہ جب کسی کذاب کے قول پر ریمارک کرنا ہو۔

۵۳۔ یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے جب یہ ظاہر کرنا ہو کہ جو کوئی کسی مہم کسی کام کو اُٹھاتا ہے۔ وہی اُس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

۵۴۔ بے وفائی۔ نمک حرامی۔ غداری۔ احسان فراموشی سے مراد ہے۔

۵۵۔ جو رہیں گے جو ہوں گے وہ ہی دیکھیں گے اور وہی بھگتیں گے۔

۵۶۔ کم اندیش کم فہم ڈھل مل یقین عورت اور مرد پر اطلاق پاتی ہے۔

نمبر		
۴۴۶	جنہاں کھادیاں وہیلاں اوہ کی جانن کار	جنہوں نے بیکار رہ کر کھائیں وہ کیا جانیں کام
۴۴۷	جتنا چھوٹا اوتنا ہی کھوٹا ۔	جس قدر چھوٹا اُس قدر ہی خراب ۔
۴۴۸	جتھے[۵۱] ویکھے تواپرات اُتھے گانوے دن رات	جہاں توا اور پرات دیکھے وہاں ہی دن اور رات گائے ۔
۴۴۹	جس کی لاٹھی[۵۲] اُسی کی بھینس ۔	جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس ۔
۴۵۰	جٹ[۵۳] دی اک سو اک پت	جاٹ کی ایک سو ایک عزت ۔
۴۵۱	جی نوں جی ۔	مدارات کو مدارات ہے ۔
۴۵۲	جن ویکھا نہیں شینہ اوہ ویکھے بلائی	جس نے شیر نہیں دیکھا وہ بلی دیکھے ۔
	جن ویکھا نہیں چور اوہ ویکھے جوائی	جس نے چور نہیں دیکھا وہ داماد دیکھے ۔
۴۵۳	جھگڑے دی پنڈ ۔	جھگڑے کی بقچی ۔
۴۵۴	جب تک سانس تب تک آس ۔	جب تک دم تب تک اُمید ۔
۴۵۵	جس نوں آن نہیں اوہنوں ایمان نہیں	جس کو آن نہیں اُس کو ایمان نہیں ۔
۴۵۶	جدھر[۵۴] گیاں بیڑیاں اُدھر گئے ملاح ۔	جدھر بیڑیاں گئیں اودھر ملاح بھی گئے ۔
۴۵۷	جن جاوے پر ظن نہ جاوے ۔	جن نکل جائے پر ظن نہ نکلے ۔
۴۵۸	جو پھٹی[۵۵] سو اودوں پھٹی ۔	جو خراب ہوئی چسکے سے ہوئی ۔

۵۱ ۔ مطلب پرست خود غرض ابن الوقت سے مراد ہے ۔

۵۲ ۔ اقبال ۔ زور ۔ کامیابی ۔ رسوخ ۔ کی تعریف ہے ۔ عوام الناس انہیں امتیازات کے پابند اور دلدادہ ہوتے ہیں ۔

۵۳ ۔ چونکہ زمیندار کے تعلقات بڑے وسیع ہوتے ہیں اور ہر طرف سے اُس پر زدیں پڑتی ہیں ۔ اس واسطے یہ کہا گیا ہے کہ اُس کی عزت کئی طبقے رکھتی ہے ۔

۵۴ ۔ جب اصلیت یا اصل شے جس کے بہت کچھ تعلقات ہوتے ہیں نہیں رہتی تو اُس کے حواشی بھی باقی نہیں رہتے ۔

۵۵ ۔ بری عادت چسکا بری خو سے ہی اکثر لوگ خراب اور ذلیل ہوتے ہیں ۔

نمبر	کہاوت	ترجمہ
۴۵۹	جیڑھے گجدے ہن وسدے نہیں۔	جو گرجتے ہیں برستے نہیں۔
۴۶۰	جان[۵۱] بجھ کے مکھی کون نگل دا ہے۔	جان بوجھ کر مکھی کون نگلتا ہے۔
۴۶۱	جمدیاں[۵۲] سولاں دے موہنہ تکھے	کانٹے جمتے ہی تیز ہوتے ہیں۔
۴۶۲	جموں[۵۳] شہر دیاں چار بلائیں۔ منڈے رناں۔ باہمن۔ گائیں۔	جموں (ریاست کشمیر میں) شہر کی چار بلائیں ہیں۔ لڑکے۔ عورتیں۔ برہمن۔ گائیں۔
۴۶۳	جیڑھا گڑ دتیاں مرے اوہنوں زہر کیوں دینی۔	جو گڑ کھا کر مر جائے اُس کو زہر کیوں دینا
۴۶۴	جھوٹیاں نوں درگاہ دے دھکے۔	جھوٹے درگاہ (ایزدی) سے بھی دور رہتے ہیں
۴۶۵	جھوٹ سچ نوں بھی لے ڈبدا ہے۔	جھوٹ سچ کو بھی لے ڈوبتا ہے۔
۴۶۶	جولاہے[۵۴] دی مسخری ماں بہن نال۔	جولاہے کی مسخری ماں بہن سے۔
۴۶۷	جوٹھا[۵۵] مٹھے دے سبب کھاندے نے۔	پس خورد میٹھے کی وجہ سے کھاتے ہیں۔
۴۶۸	جھوٹے[۵۶] دا دارو عو عو۔	جھوٹے کا جواب یہ ہے۔
۴۶۹	جم[۵۷] نہ ڈٹھا بوریا تے سپنے آئی کھٹ	عمر بھر میں تو بوریا بھی نہ دیکھا اور خواب میں چارپائی دیکھی۔
۴۷۰	جان بوجھ کے ایانا بننا۔	جان بوجھ کر نادان بننا۔

۵۱۔ جان بوجھ کر کوئی شخص برائی نہیں کرتا۔ شامت نفس کراتی ہے۔
۵۲۔ ہونہار کے لچھن ہی جدا ہوتے ہیں۔
۵۳۔ اگرچہ یہ کہاوت جموں سے خاص ہے۔ مگر جہاں اس قسم کی باتیں پائی جائیں وہاں اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
۵۴۔ تعوب کے رنگ میں بولتے ہیں۔ گویا یہ کہ عقل مندی کی تو یہ حرکت نہیں کوئی بے وقوف ہی کرتا ہوگا۔
۵۵۔ ایک تحریک سے دوسری تحریک ہوتی ہے۔
۵۶۔ جھوٹے کا جواب سوائے این وآں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔
۵۷۔ تعلیات کی مذمت۔

۴۷۱	جیوں ملاح بیڑی ڈوب کے بہندا ہے۔	جس طرح ملاح بیڑی ڈوب کر بیٹھتا ہے
۴۷۲	جس پنڈ[۱] نہیں جانا اوہدا راہ کی پچھنا۔	جس گاؤں میں نہیں جانا اُس کی راہ کیا پوچھنا۔
۴۷۳	جتھے ہووے[۲] پیار اُتھے نہ دیئے اُدھار جے دیئے اُدھار پھر دیئے وسار۔	جہاں دوستی ہو وہاں قرضہ نہ دینا چاہئے اگر اُدھار دیں تو پھر یاد ہی نہ رکھیں۔
۴۷۴	جٹ داہا سابھن سٹے پاسا۔	جاٹ کی مذاخ پہلو توڑ دے۔
۴۷۵	جگہ دیکھ کے پیر پسیاریئے۔	جگہ دیکھ کر پاؤں لمبا کرنا چاہیئے۔
۴۷۶	جتنا[۳] نہاتی اُتنا ہی پُن۔	جس قدر نہائی اُسی قدر بہتر۔
۴۷۷	جان[۴] نہ پچھان صاحب سلامت۔	نہ جان نہ پہچان صاحب سلامت۔
۴۷۸	جیسی نیت ویسی مراد۔	جیسے نیت ویسے مراد۔
۴۷۹	جسدی[۵] کوٹھی وچ دانے اوہدے کملے بھی سیانے۔	جس کی کوٹھی میں دانے اس کے دیوانے بھی عقلمند۔
۴۸۰	جواں[۶] دا ڈھیر تے گدھوں راکھا۔	جو کا ڈھیر اور گدھا محافظ۔
۴۸۱	جٹ کی[۷] جانے لونگاں دی سار۔	جاٹ لونگوں کی قدر کیا جانیں۔
۴۸۲	جم چکیا نہیں تے لبستر اگوں۔	پیدا ہوا ہی نہیں اور لبستر پہلے ہی سے۔

۱ـ جب کچھ تعلق اور کچھ واسطہ ہی نہیں تو پھر دخل در معقولات کی کیا ضرورت۔ ماہر شما بہ سلامت۔
۲ـ محبت اور دوستی میں قرضہ دینا خرابی پیدا کرتا ہے۔ القرض مقراض المحبت۔
۳ـ یعنی جس قدر تم سے ہو سکا اُسی قدر غنیمت مہربانی کیجئے۔
۴ـ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں کوئی خواہ مخواہ گلے کا ہار ہو۔
۵ـ جو کھاتا پیتا اور فارغ البال ہے اُس کے دیوانے بھی دانا سمجھے جاتے ہیں اقبال اور فارغ البالی بہت کچھ اثر رکھتی ہے۔
۶ـ ناموزون نسبت کا خاکہ اُتارا گیا ہے۔
۷ـ تنقیدی اصول میں مناسبت کا بیان کیا گیا ہے۔ بمصداق۔ "قدر جوہر جوہری داند"

۴۸۳	جیڑھا بولے[۵۱] اوہی کُنڈا کھولے۔	جو بولے وہی کُنڈا کھولے۔
۴۸۴	جیڑھا آوندا ہے[۵۲] گھوڑے تے سوار ہی آوندا ہے	جو آتا ہے گھوڑے پر سوار ہی آتا ہے۔
۴۸۵	جِس دی مانی اُس دی کانی۔	جس کی روٹی اُس کی چلت۔
۴۸۶	جیوں ویائی تے سُکھ جائی۔	بچہ پیدا ہوا اور جان چُھٹی۔
۴۸۷	جنج منھاں تے گھوٹ[۵۳] کاٹھیاں۔	برات (منھاں) پر اور دُولہا لکڑیوں میں۔
۴۸۸	جنہاں کھادیاں گاجراں پیٹ پِڑ تِنہاں	جنہوں نے گاجریں کھائیں اُنہیں کے پیٹ میں درد
۴۸۹	جاگدیاں دیاں وچھیاں تے سُتیاں دے کٹہین۔	جاگتوں کی بچھڑیاں اور سوتوں کے بچھڑے
۴۹۰	جنگ پئی سانہیں تے بھیجن بوٹے۔	لڑائی سانڈھوں میں ہوئی اور جھاڑیاں اُکھڑیں
۴۹۱	جیندیں کہیں نہ سٹّی تے موئیں دھڑا دھڑ پِٹّی۔	زندہ تو کسی نے پوچھی نہیں اور مرنے پر دھڑا دھڑ اسیاپا کیا۔
۴۹۲	جی دی جی تے پھوٹ دی پھوٹ۔	خاطر کی خاطر اور منافقت کی منافقت
۴۹۳	جیڈی سری اوہو جیڈی ٹکری۔	جس قدر دماغ ہے اُسی قدر وقوف نہیں۔
۴۹۴	جٹ دی وُاند نال راند ہے۔	جاٹ کی بیل کے ساتھ کھیل ہے۔
۴۹۵	جیڈے ویسی لوک لوکائی اساں وی ویسوں وِگّا چائی۔	جدھر مخلوق جائے گی اُدھر ہی ہم بھی لاٹھی اُٹھائے جائیں گے۔

[۵۱] - خواہ مخواہ ایک کام ایک مہم کسی کے ذمہ لگا دینا۔
[۵۲] - خواہ مخواہ کی حکومت رعب کی مذمت کی گئی ہے۔
[۵۳] - مطلب یہ کہ برات کہیں اور دُولہا کہیں بے موقعہ سیمہ کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے۔ (منھاں - چند لکڑیوں سے زراعت میں واسطے حفاظت زراعت کے بنایا جاتا ہے۔ جس پر محافظ بیٹھکر نگرانی کرتا ہے-

۴۹۶	جیسے چان ویسے بچاں۔	جیسے چاں ویسے ہی اُس کے بچے۔
۴۹۷	جس دا کام اُسی کو ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔	جس کا کام اُسی کو ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔
۴۹۸	جتنے مونہہ اُتنیاں باتاں۔	جتنے مُنہ اُسی قدر باتیں۔
۴۹۹	جٹی ڈٹھی ڈنبہڑی اوہ گھناں کہ اوہ	جٹی نے ڈمری (مچھلی) دیکھی سوچنے لگی کہ وہ لوں یا یہ۔
۵۰۰	جٹ ملوک تے دھوسّہ سرتے۔	جاٹ نازک اور کمبل سر پر۔
۵۰۱	جوگی کسی دا نہ مِت۔	جوگی کسی کا دوست نہیں۔
۵۰۲	جیٹھ جیٹھیں ہاڑ کنہیں۔ ساون مول نہ رہائیں۔	شروع جیٹھ میں تخم ریزی اچھی ورنہ ہاڑ۔ ساون کے مہینہ میں کبھی تخم ریزی نہ کرو۔
۵۰۳	جے توں جُتیاں چکیاں۔ موت جُتا جندڑا۔	اگر تونے چکیاں جوتیں تو موت سے تونے جندراہ جوتنا
۵۰۴	جیون کوڑا آسرا۔ عمر بے وفا۔	زندگی جھوٹا آسرا ہے عمر بے وفا ہے۔
۵۰۵	جس دا کھاوے اُس دا گانوے۔	جس کا کھائے اُسی کا گائے۔
۵۰۶	جوگیاں[1] دی گاں۔	جوگیوں کی گائے۔
۵۰۷	جہی ماں تے جہی ماسی کندہ ایرے تے آسی۔	جیسی ماں ویسی ماسی دیوار نیو پر آئے گی
۵۰۸	جٹ کی جانن کوکلے پد بہیڑے کھاج۔	جاٹ جو بیدبہیڑے کھانیوالے ہیں کوکلے (ایک قسم کا بیر) کی قدر کیا جانیں۔

[1] ۔ جوگیوں کی گائے مختلف خوراکوں کی عادی ہوتی ہے ۔ جو شخص ہردل عزیز اور ہرجائی ہوتے ہیں اُن پر اطلاق کرتے ہیں

نمبر	پنجابی	اردو
۵۰۹	جٹ گناں نہیں دیندا بھیلی دیندا ہے۔	جاٹ گنا نہیں دیتا بھیلی دیتا ہے۔
۵۱۰	جٹ مچلا[51] تے خدا نوں لے گئے چور۔	جاٹ مچلا اور خدا کو لے گئے چور۔
۵۱۱	جورو زور دی[52]۔ نہیں کسی ہور دی۔	بیوی زور کی نہ کسی اور کی۔
۵۱۲	جان ہے تے جہان ہے۔	اگر جان ہے تو جہان ہے۔
۵۱۳	جس نوں اگے جا کے اوڈیکناں ہے اوہنوں نال لیکے چلیئے۔	جس کا آگے جا کر انتظار کرنا ہے اُس کو ساتھ ہی لیکر چلیں۔
۵۱۴	جتنے سوت اوتنا پالا۔	جس قدر کپڑے اُسی قدر سردی۔
۵۱۵	جے مونہہ مندا ہووے تے گل چنگی کڈھے	اگر مُنہ خراب ہو تو بات اچھی کریں۔
۵۱۶	جتنی چادر[53] دیکھئے اوتنے پیر پھیلائیے۔	جس قدر چادر ہو اُسی قدر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔
۵۱۷	جو مزا اپنے چوبارے نہ بلخ نہ بخارے۔	جو مزا اپنے چوبارے نہ بلخ نہ بخارے۔
۵۱۸	جو گل کٹے کسی دا اپنا سوئی کٹا۔ اگے پچھے نال اوہدا بدلا لوے گا پا۔	جو کسی کا گلا کاٹے گا۔ آگے پیچھے اُس کا بھی کاٹا جائے گا۔ جیسی کرے ویسی بھرے۔
۵۱۹	جو ہیسی جو چیسی۔ کنک ہیسی کنک چیسی۔	جو بوئے گا جو کاٹے گا اور جو کنک بوئے گا کنک کاٹے گا۔
۵۲۰	جے سودے دی سار نہ جانے تے دوندے چوندے خرید۔	اگر بیلوں کا سودا نہ کر سکو تو دو دانت اور چار دانت کی عمر کے خریدو۔

۵۱ - تجاہل عارفانہ سے مراد ہے۔
۵۲ - مطلب یہ کہ بیوی اُسی کی ہوتی ہے جو اُس پر ایک قسم کا تصرف رکھے۔ اور اُسی کے حیطہ اختیارات میں رہے۔
۵۳ - حسب طاقت کام کرنا۔ ارادہ کرنا۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۵۲۱	جٹ بگاڑے مرشد نال جد بولے تد کڈھے گال۔	جاٹ مرشد سے بھی بگاڑے جب بولے تب گالی دے۔
۵۲۲	جم نہ بائی کنگھی سر آ ہلنا۔	عمر بھر کنگھی نہ کی اور سر آشیانہ۔
۵۲۳	جان نہ پچھان رات کٹھی ہی کٹاں گے	جان نہ پہچان رات اکٹھے ہی رہیں گے۔
۵۲۴	جمیا سلکھنا کلی وچ ککھ نہ رکھنا۔	خوش قسمت پیدا ہوا گھر میں تنکا نہ رکھنا
۵۲۵	جہی کوکو اوہو جہے بچے۔	جیسی کوکو (فاختہ) ویسے ہی بچے
۵۲۶	جٹ جٹ جٹڑا لک بدھا پٹڑا۔	جاٹ جاٹ جٹڑا (تصغیر) کمر میں تختہ باندھا
۵۲۷	جنہے چڑھے[۵۱] نہیں تے چڑھدی بھی نہیں دیکھی۔	اگر رات میں نہیں چڑھے تو کیا چڑھتے بھی نہیں دیکھی۔
۵۲۸	جس کا ہاتھی[۵۲] اسی کا نام	جس کا ہاتھی اُسی کا نام۔
۵۲۹	جیوے آسا مرے نراسا۔	امید سے زندگی اور مایوسی سے موت۔
۵۳۰	جتنی گوڈن اوتنی موہڈن۔	جتنی گوڈیاں دی جائیں اتنی موہڈی (جنس) ہو۔
۵۳۱	جنہاں کھوٹ اونہاں موہنہ کالا۔	کھوٹوں کا مُنہ کالا۔
۵۳۲	جمے لال تے ونڈے کولے	پیدا ہوئے لعل اور تقسیم کیئے کوئلے۔
۵۳۳	جے توں منڈھ تے منڈھانی ۔ میں شیر تے شیرانی ۔ جے توں چور تے چورانی۔ ایہ گڈوں تے ایہ رانی۔	اگر تم درخت کا تنا ہو تو میں شیر ہوں اور اگر تم چور ہو تو یہ گدہ اور رانی ۔

[۵۱]۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں اپنے تجربہ کا اظہار مقصود ہو۔
[۵۲]۔ مالک ہی کا نام ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اظہار اصلیت کے موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔

۵۳۴	جے دھن جاندا ویکھیئے۔ ادھا دیئے ونڈ	اگر دولت جاتی دیکھیں تو نصف تقسیم کردیں
۵۳۵	جنہدے ہتھ ڈوئی اکھ مرے سوئی۔	جس کے ہاتھ میں ڈوئی وہی بھوک مرے
۵۳۶	جٹ پٹے تے کندھ کولوں بھی گھنّے	جاٹ مانگے تو دیوار سے بھی لے کے چھوڑے
۵۳۷	جٹ تے پھٹ بدھا چنگا۔	جاٹ اور زخم باندھا ہی اچھا۔
۵۳۸	جٹ کی جانے راہ۔ [1]	جاٹ راہ کیا جانے۔
۵۳۹	جنہدے ہتھ ڈوئی اوہ داسبہ کوئی۔	جس کے ہاتھ میں ڈوئی اسی کا سب کوئی۔
۵۴۰	جم نہ دھاتی کوڑا تیل۔	عمر بھر نہ نہائی اور کوڑا تیل۔
۵۴۱	جم نہ کنگھی واہی سر لیکھیں جڑیا۔	عمر بھر کنگھی نہ کی اور سر میں جوئیں۔
۵۴۲	جٹ وَدّھے تاں راہ بدھے۔ کراڑ ودھے تاں جٹ بدّھے۔ [2]	جاٹ بڑھے تو راہ بند کرے۔ کراڑ بڑھے تو جاٹ باندھا جائے۔
۵۴۳	جیندا کھیر وکاوے اوہ دہی کیوں جماوے۔	جس کا دودھ بکے وہ دہی کیوں جمائے۔
۵۴۴	جنوں ظن بُرا۔	ظن رقیبا جن کے بُرا ہے۔
۵۴۵	جنہاں دیاں مرگیاں ماواں ٹکڑے کھوہ لئے کاواں [3]	جن کی مائیں مرگئیں ان کے روٹی کے ٹکڑے کووں نے چھین لئے۔
۵۴۶	جدے ہن ہن۔ چھن چھن اوڈا ہیں	جہاں ہن ہناہٹ وہیں چھین چھین۔
۵۴۷	جولاہیا۔ نہیں کنگ ہتھیار نہیں۔	جولاہا یار نہیں اور کنگ (ایک رائفل) ہتھیار نہیں
۵۴۸	جنہاں جتے کھوہ انہاں دی سکھ نہ ستے روح	جنہوں نے چاہ چلائے ان کی روحیں آرام سے نہ سوئیں

[1] ۔ مطلب یہ کہ جاٹ راہ کی پابندی نہیں کرتا جدھر سے موقع پاتا ہے نکل جاتا ہے۔ فرورت کا تقدم ثابت کیا گیا ہے۔

[2] ۔ جاٹ بڑھتا ہے تو فروریات زراعت کے واسطے راہ بند کرتا ہے۔ اور ساہوکار اقبال کی صورت میں جاٹ کو تنگ کرتا ہے۔ دونوں کے تعلقات کا بیان کیا گیا ہے۔

[3] ۔ یتیموں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور ہر کس مپرسی پہ اطلاق پاتی ہے۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۵۴۹	جٹ نازک ڈھڈے دا تروڑا۔	جاٹ نازک اور کمبل کی کھینچا تانی۔
۵۵۰	جس پتر کنوں ڈرے نہ ویری۔ اس کنوں دھی بھلیری۔	جس بیٹے سے دشمن نہ ڈرے اس سے بیٹی ہی اچھی۔
۵۵۱	جو ساوے نے کوئی نہ آوے۔ جو پکے تے ملن سکے۔	جب جو سبز ہوتے ہیں تو کوئی نہیں آتا۔ جب پکتے ہیں تو خویش و اقربا بھی آجاتے ہیں۔
۵۵۲	جیڑھا کوئی رہیسی۔ سوئی چیسی۔	جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔
۵۵۳	جیہا کرے تیہا پاوے۔	جیسا کرے ویسا پائے۔
۵۵۴	چلے دے ارائیں اوہو چور اوہو سائیں	چلہ (ایک گاؤں تحصیل پودہران ضلع ملتان میں ہے) کے ارائیں وہی چور اور وہی مالک
۵۵۵	جو کرے تمیر نہ پیر کرے نہ پرمیسر۔	جو کشتہ تانبہ بنائے نہ پیر بنا سکے اور نہ پرمیشر
۵۵۶	جو کرے گیہو نہ کرے ما نہ کرے پیو۔	جو روغن کرے نہ ماں کرے نہ باپ۔

چ

نمبر	کہاوت	مطلب
۵۵۷	چھپر چڑھ نہیاتے وٹے۔ بھونکن چور تے نس سکتے۔	چھپر پر چڑھ کر نہاں پر رہے۔ چور بھونکیں اور کتے بھاگیں۔ (بطور طنز)
۵۵۸	چٹے کپڑے[١] تے سلاماں دی چٹی۔	سفید کپڑے اور سلاموں کی چٹی۔
۵۵۹	چٹی داہڑی[٢] تے ناں دلبر۔	سفید داہڑی اور نام دلبر۔

١۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ نرے سفید کپڑوں کی خاطر لوگ سلام کرتے ہیں ورنہ بات کچھ نہیں۔ جہاں نری فوں فاں ہی ہو وہاں اس کا اطلاق کرتے ہیں۔

٢۔ معتبر۔ بزرگ۔ عظیم الرتبہ ہو کر کسی فعل نامناسب کا مرتکب ہونا۔

نمبر		
۵۶۰	چوہا کھڈ نہ ماوے پچھو بدھا چھج[51]۔	چوہا بل میں نہ سمائے دم میں چھاجہ باندھا ہوا ہے
۵۶۱	چڑی دی چونچ چلھیواں حصہ[52]۔	چڑیا کی چونچ چالیسواں حصہ۔
۵۶۲	چاچا چور بھتیجا قاضی[53]۔	چچا چور اور بھتیجا قاضی۔
۵۶۳	چاکر چور ونجارہ گھر آوے تاں جاپے۔	نوکر چور اور بنجارا گھر میں آئے تو جانیں۔
۵۶۴	چور کولوں پنڈ کاہلی۔	چور سے بقچی شتاب کار۔
۵۶۵	چھن دی آئی لوٹے تے آن بہالی کوٹھے[54]	چھنتی آئی لکڑیاں اور محل میں لاکر بٹھادی
۵۶۶	چنگی کر بٹھائی پیڑے نے چھیڑا۔	شریف کرکے بٹھائی اور پیڑے پچرالئے۔
۵۶۷	چنگی کر بٹھائی تے پیڑے ترنڈن آئی۔	شریف کرکے بٹھائی اور پیڑے چھیننے آئی۔
۵۶۸	چٹی پئی مہر تے تے مہر پائی شہر تے[55]۔	چٹی مہر پر رکھی گئی اور مہر نے شہر پر ڈالی۔
۵۶۹	چٹی پئی خان تے تے خان پائی جہان تے	چٹی خان پر لگائی گئی اور خان نے جہان پر لگادی
۵۷۰	چنگے چنگے مر گئے تے رہ گئے یاد سے۔ اب کولوں دعا منگے تے کوئی ٹوٹا بھوئیں دا وکاوے۔	اچھے اچھے مر گئے اور رہ گئے بیہودہ رب سے دعا مانگیں کہ کوئی ٹکڑا زمین کا بک جائے
۵۷۱	چڑیاں موت گواراں ہاسہ۔	چڑیوں کی موت اور گنواروں کی ہنسی۔
۵۷۲	چور رجیا ناں تے سادھ ٹکھاناں[56]	چور سیر نہیں اور شریف بھوکا نہیں۔

[51] جب کوئی شخص خواہ مخواہ کسی احتیاط سے اپنے تئیں ایک تکلیف ما لا یطاق میں ڈالتا ہے تو اس وقت اطلاق پاتی ہے

[52] جہاں بہت ہی کم دخل یا کم حصہ یا مناسبت ہو وہاں اس کا اطلاق کرتے ہیں۔

[53] جہاں ایک منصوبہ بازی سے کوئی کام کیا جاتا یا کوئی تحریک ہوتی ہے وہاں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

[54] اظہار اصلیت کے واسطے بولی جاتی ہے۔

[55] اپنا بار دوسرے پر ڈالنا۔

[56] بدنیت کبھی سر سبز نہیں ہوتا۔ اور نیک نیت کبھی دلی اطمینان کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔

۵۷۳	چڑھیا [۵۱] سوتے لتھا بھو۔	سو قرضہ ہُوا اور خوف اُترا۔
۵۷۴	چنگا اوہو جیہڑی جیندی ناں ہووے لیلی [۵۲]۔	اچھا وہی نوکر جس کے پاس بکری کا بچہ نہ ہو
۵۷۵	چوراں پت نہ کائی تو ڑے ہودن سکے بھائی	چوروں کی کوئی پت نہیں اگرچہ سگے بھائی ہی ہوں
۵۷۶	چھج تا بولے چھاننی کی بولے۔	چھاجہ تو بولے چھننی کیا بولے۔
۵۷۷	چوہ نوں چٹی بھلی۔ کُتے نوں گٹی بھلی۔ گندی رن سٹی بھلی۔	چور کو چٹی اچھی اور کتے کو پٹا اچھا اور خراب عورت کو چھوڑ دینا اچھا۔
۵۷۸	چھج تے چھلنی تاں پٹے [۵۳]۔ پر پرول کیا پٹے۔ جیکوں سو چھیں۔	چھاجہ اور چھلنی تو اترائے۔ چھننی کیا ناز کرسکتی ہے۔ جس میں سو چھید ہوں۔
۵۷۹	چھوٹا موہنہ بڑی بات۔	چھوٹا مُنہ بڑی بات۔
۵۸۰	چوردی ماں [۵۴] کوٹھی وچ موہنہ	چور کی ماں کا کوٹھی میں مُنہ۔
۵۸۱	چوہے [۵۵] نوں لبھی ہلدی دی گٹھی تے پساری بن بیٹھا۔	چوہے کو ہلدی کی گانٹھ ملی اور پنساری بن بیٹھا۔
۵۸۲	چھڈے گراں تاں کی لینا ناں۔	جو دیہات چھوڑ دے اُن کا نام کیا لینا۔
۵۸۳	چم چماراں دے متھے۔	چمڑا چماروں کے واسطے۔
۵۸۴	چنگیاں دے منے تے مندیاں دے چنگے	اچھوں کے خراب، اور بُروں کے اچھے۔
۵۸۵	چنا چیت گھنا۔	ماہ چیت میں چناں گنجاں ہو جاتا ہے۔

۵۱۔ جب کسی حد تک ایک بُری عادت گھر کرلیتی ہے تو پھر اس کی بُرائی کا احساس باقی نہیں رہتا۔
۵۲۔ نوکر وہی اچھا ہے جو فرائض ملازمت کے ساتھ خود اپنی ایسی ضرورتیں نہ رکھتا ہو۔ جو اصل فرائض میں حارج ہوں مطلب یہ کہ زائد امور اصل فرائض کے حارج ہیں۔
۵۳۔ بغرض اظہار اصلیت۔
۵۴۔ بُری نسبت اچھی شئ کے واسطے بھی ندامت کا موجب ہوتی ہے۔
۵۵۔ بے بضاعتی کی معلومات پر اعدا وافتخار بے حقیقت ہے۔

۵۸۶	چڑھ[۵۱] جا بچا سولی تینوں تتی وا نہ لگے۔	بچہ سولی چڑھ جا تمہیں گرم ہوا نہ لگے۔
۵۸۷	چھولے[۵۲] کی جانن باہ نوں۔ ماہ کی جانن گاہ نوں۔ جٹ کی جانے راہ نوں۔	چنا بہت تردد نہیں چاہتا۔ جنس ماش کو گاہنا نہیں چاہئیے۔ جاٹ راہ کیا جانے۔
۵۸۸	چڑھیا[۵۳] ساون ماہ تے ریندڑے اُل گئے مت نہ کیتا کو اوہ دن چھل گئے۔	ساون مہینہ چڑھا اور خربوزے گندے پڑ گئے کسی کو دوست نہ بنایا وہ دن جاتے رہے
۵۸۹	چند چنداں دے معاملے چڑھن چڑھن ناں چڑھن ناں ہی چڑھن۔	چاند کے چڑھنے کا معاملہ ہے۔ چڑھے نہ چڑھے۔
۵۹۰	چند کی چاہ چکور کرے نس دیوت کی جوت جو جلی پتنگی۔	چکور (ایک جانور) چاند کی محبت کرے۔ شمع کی روشنی میں پروانہ جلے۔
۵۹۱	چونڈے[۵۴] بہتے نے۔ داڑہیاں تھوڑیاں نے	اکثر مردزن مزاج ہیں۔ مرد مزاج کم ہیں۔
۵۹۲	چنا بھڑکے[۵۵] تے بھٹھ ڈھا سُٹنا ہے۔	چنا چٹخنے تو کیا بھاڑ گرا دے گا۔
۵۹۳	چوٹی کُتی منڈیاں دی راکھی۔	چوٹی کتیا روٹیوں کی محافظ
۵۹۴	چور اُچکا چوہدری تے گنڈی رن پردھان	چور اچکا چودہری تجبہ عورت معتبر۔
۵۹۵	چیلاں[۵۶] دے آہلنے وچ ماس۔	چیلوں کے آشیانہ میں گوشت۔

۵۱۔ تحریک نامرغوب اور اشتعالک ناروا کے اظہار کے لئے۔

۵۲۔ چنے بہت باہی نہیں چاہتے ——— جنس ماش کے واسطے کنک کی طرح گاہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ جاٹ راہ مشکل سے چلتے ہیں۔ مطلب یہ نہ نامناسب پابندیاں کوئی فائدہ نہیں رکھتی ہیں۔

۵۳۔ مطلب یہ کہ وقت کی قدر نہ کی۔ جیسے کہ خربوزے ساون سے پہلے کام میں نہ لائے گئے اور ساون آنے پر وہ سڑ گل گئے جب مروت۔ خدمت۔ احسان سے لوگوں کو دوست بنانے کے دن تھے اس وقت تو خیال نہ کیا اور بعد میں وہ دن ہی نہ رہے

۵۴۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ بلحاظ مردانہ جنس کے کوئی کوئی ہی مرد ہے۔ ورنہ زنانہ خصلت بہت لوگ ہیں۔

۵۵۔ مطلب یہ کہ تھوڑی طاقت کا انسان بڑی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۵۶۔ مطلب یہ کہ جنہیں خود ضرورت ہو اُن سے دوسرے کی ضرورت کا رفع ہونا مشکل ہے۔

۵۹۶	چھونگا[1] ہووے پار کھڑا۔ سودا کریں اروار کھڑا۔	چھونگا (ایک قسم کا بیل) اگر دریا کے پار بھی کھڑا ہو تو وار کھڑے ہو کر ہی سودا کر لو۔
۵۹۷	چھیتی اگے ٹوٹے۔	جلدی کے آگے گڑھے۔
۵۹۸	چند اُتے تھکیاں اپنے مونہہ پر ہی پیندا ہے	چاند پر تھوکنے سے تھوک اپنے مونہہ پر ہی پڑتا ہے
۵۹۹	چوڑ چانن تے اُلٹی مت۔	گیا گزرا اور اُلٹی مت۔
۶۰۰	چور دا یار عیبی۔	چور کا دوست عیبی۔
۶۰۱	چور دی داہڑی وچہ تنکا۔	چور کی داہڑی میں تنکا۔
۶۰۲	چراغ تلے اندھیرا۔	چراغ کے نیچے اندھیرا۔
۶۰۳	چار دن دی چاندنی پھر اندھیری رات	چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔
۶۰۴	چل چل کھیڈو ا نظر آ۔	ہٹو ہٹو کھیلتے نظر آؤ۔
۶۰۵	چھاتی اوتے مونگ دلدا ہے۔	چھاتی پر مونگ دلتا ہے۔
۶۰۶	چغل خور دا منہ کالا۔	چغل خور کا منہ کالا۔
۶۰۷	چلدی دا ناں گڈی۔	چلتی کا نام گاڑی۔
۶۰۸	چپنی وچ پانی پا کے ڈب مر۔	چپنی میں پانی ڈال کر ڈوب مر۔
۶۰۹	چارے چک جگیر۔	چاروں چک جاگیر۔
۶۱۰	چھوٹے سنیندے آئے وڈے کہندے آئے	بڑوں کا کہنا خود مانتے آئے ہیں۔
۶۱۱	چلدی چکی دیکھ کر دیا کبیرے رو۔ دو پڑاں وچہ آن کے ثابت نہ رہیا کو۔	چلتی چکی دیکھ کر کبیرا نے رو دیا۔ دو پاٹ میں آکر ثابت کوئی نہ رہا۔

[1] چھونگا بیل کی ایک عمدہ قسم ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شے فی نفسہ اچھی ہو تو پھر اس کی پسندیدگی کے واسطے کسی مزید کاروائی کی ضرورت نہیں۔

۶۱۲	چار دن دا حسن پروہنا۔	حسن چار دن کا مہمان ہے۔
۶۱۳	چار دن اگے کی تے چار دن پچھوں کی۔	چار دن پہلے کیا اور چار دن مابعد کیا۔
۶۱۴	چور نہیں چور دا بھائی نہیں۔	چور نہیں چور کا بھائی نہیں۔
۶۱۵	چند چڑھیا کل عالم ویکھے۔	چاند چڑھا ہوا تمام لوگ دیکھتے ہیں۔
۶۱۶	چوروں دے کپڑے تے ڈانگیاں دے گز۔	چوروں کے کپڑے اور لاٹھیوں کے گز۔
۶۱۷	چوراں نوں لے گئے مورتے موراں نوں بلائیں۔	چوروں کو مور پڑے اور موروں کو بلائیں۔
۶۱۸	چوری یاری چاکری کدے نہ رہندی چھپی	چوری یاری نوکری کبھی چھپی نہیں رہتی۔
۶۱۹	چوہڑے دی ٹیں ہی وکھری ہے۔	چوہڑے کا نخرہ ہی علیٰحدہ ہے۔
۶۲۰	چوہڑیاں دی پٹڑی شریفاں کولوں وکھری	چوہڑوں کی جھونپڑی شریفوں کے گھر سے جدا ہوتی ہے
۶۲۱	چور نوں کہنا لگ ساوہ نوں آکھناں آیا ہے۔	چور کو کہنا سندھ مارو اور صاحب خانہ کو کہنا کہ چور تاک رہا ہے۔
۶۲۲	چکی چولھے اتوں واریا ہویا۔	چکی چولہے پر سے وارا ہوا۔
۶۲۳	چوری یاری چاکری باجھ وسیلے ناں	چوری یاری نوکری بغیر وسیلے کے نہیں
۶۲۴	چوہڑے جیہا کپت نہیں تے گھمار جیہا سپت نہیں	چوہڑے جیسی تکلیف نہیں اور کمہار جیسا آرام نہیں
۶۲۵	چند چڑھے کدی لکے نہیں رہندے۔	چاند چڑھا کبھی چھپا نہیں رہتا۔

ح

۶۲۶	حصہ تیرھواں تے ڈانگاں دی مار ادھو ادھی	حصہ تیرہواں اور لاٹھیوں کی مار آدھی آدھی

نمبر	پنجابی	اردو
۶۲۷	حلوائی دی دُکان تے نانی دی ارواح نوں فاتحہ۔	حلوائی کی دُکان نانی کی ارواح پر فاتحہ۔
۶۲۸	حُج نال لُج۔	حجت کو حجت۔
۶۲۹	حیلے رزق بہانے موت۔	حیلے رزق بہانے موت۔
۶۳۰	حصہ ادھوادھا تے مارلا ہے دی۔	حصہ نصف کا نصف اور مار زائد۔
۶۳۱	حرام دا مال حرام دے رستے گیا۔	حرام کا مال براہ حرام گیا۔

خ

نمبر	پنجابی	اردو
۶۳۲	خواجہ دا گواہ ڈڈو۔	خواجہ کا گواہ مینڈک۔
۶۳۳	خربوزے دے چور نوں لت مک کافی۔	خربوزے کے چور کو لات کی کافی۔
۶۳۴	خربوزے نوں ویکھ کے خربوزا رنگ پکڑدا ہے	خربوزے کو دیکھ کر خربوزا رنگ پکڑتا ہے۔
۶۳۵	خاناں دے خان پروہنے۔	بڑوں کے بڑے ہی مہمان۔
۶۳۶	خالہ جی دا گھر۔	خالی جی کا گھر۔
۶۳۷	خدا جس نوں رکھے اوہنوں کون مارے	جسے خدا رکھے اُسے کون مارے۔

د

نمبر	پنجابی	اردو
۶۳۸	دو جُھگے مہتماں دے تے ناں خیرپور	دو گھر مہتموں کے (ایک قوم) اور نام خیرپور
۶۳۹	دھوتی ماراں بیر کوں جھڑ جھڑ پودن روڑا،	دھوتی ماروں بیر کو اور رواں (ایک قسم کی سبزی) جھڑ جھڑ پڑیں۔

۶۴۰	دال موہری دی دم پلاؤ دا۔	دال مسور کی دم پلاؤ کا۔
۶۴۱	دے نہ گھن آجائیں لگا جن۔	نہ دے نہ لے عبث جن چمٹا۔
۶۴۲	دیوے نہ دواوے اجائیں من دُکھاوے	نہ دے اور نہ دلائے یوں ہی دل دُکھائے۔
۶۴۳	دل وچ ہووی سچ تاں اٹے ہو کے نچ	اگر دل میں سچ ہو تو بےخوف کہو۔
۶۴۴	دیہ وڈا تے ناؤں سُنج۔	گاؤں بڑا اور نام خراب۔
۶۴۵	در تے جواہاں نہیں تے ناؤں باغ شاہ	در پر جواہاں (ایک درخت) نہیں اور نام باغ شاہ
۶۴۶	درب ساوے دا ساوا گاہی سنجے دا سنجا	دوب ہری کی ہری اور گھسیارہ مفلس کا مفلس
۶۴۷	دور دے ڈھول سہاونے۔	دور کے ڈھول سہانے۔
۶۴۸	دھوبی دا کُتا نہ گھر دا نہ گھاٹ دا۔	دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔
۶۴۹	داہڑی تاں لوں مُچھاں دوہ۔	داہڑی سے مونچھیں لمبیاں۔
۶۵۰	دھوبی دے گھر نوں لگے چور، اوہ نہ لُٹے لٹے ہور۔	دھوبی کے گھر میں چور پڑے، وہ نہ لوٹا لوٹے اور۔
۶۵۱	دُم نال دوستی تے سنگ نال ویر۔	دُم کے ساتھ دوستی اور سر کے ساتھ عداوت
۶۵۲	درب نہ سُکے تے گاہی نہ ساوے۔	دوب خشک نہ ہو اور گھسیارہ سبز نہ ہو۔
۶۵۳	دھن صدقہ سر دا۔ سر صدقہ عزت دا	دھن صدقہ سر کا۔ سر صدقہ عزت کا۔
۶۵۴	دھی نہ بھین کھا گئی بکھی ڈین۔	نہ بیٹی نہ بہن بھوکی ڈائن کھا گئی۔
۶۵۵	دل تا میڈی تیڈے نال۔ من پلنگاں ہیٹھ صدقے میں اُس توں جو کھنگے بیریں ہیٹھ۔	دل تو میرا تمہارے ساتھ اور جی چارپائی کے نیچے اُس سے میں قربان ہوں جو درخت بیری کے نیچے کھانستا ہے۔

٦٥٦	دندہن تے چھنے نہیں چھنے ہِن تے دند نہیں	دانت ہیں تو چنے نہیں چنے ہیں تو دانت نہیں
٦٥٧	دودھ کا دودھ۔ پانی دا پانی۔ گوجری وچ کے پچھوں تانی۔	دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی۔ گوجری بیچ کر نادم ہوئی۔
٦٥٨	دن لتھا تے نکما متا۔	دن ڈوبا اور نکما مچلنے لگا۔
٦٥٩	دیکھ چیلکی تے من گھلکی۔	روپیہ دیکھا اور رغبت ہوئی۔
٦٦٠	دوڑ دوڑ جاوے اپنی قسمت کھاوے	دوڑ دوڑ جائے اور اپنی قسمت کھائے۔
٦٦١	دکھن ساہمنیاں بدلیاں جے رنڈ دھووے پیر اوہ بھی وسنوں نہ رہن اوہ پرنیسی پھیر۔	دکھن کی طرف سے بادل آئیں اور بیوہ پاؤں دھوئے۔ تو ایسے بادل بھی برسیں اور ایسی بیوہ نکاح ثانی کرے۔
٦٦٢	دادو دنیا باوری چام کو آکھے رام پوچھ مروڑے بیل دی کاڈھے اپنا کام	دادو دنیا باولی ہے چمڑے کو رام کہے۔ بیل کی دُم مروڑے اور اپنا کام نکالے۔
٦٦٣	دو شیراں وچہ بکری بدھی۔	دو شیروں میں بکری باندھی
٦٦٤	دیگ وچوں دانہ ہی ٹوہیدا ہے۔	دیگ میں سے ایک چاول ہی دیکھا جاتا ہے
٦٦٥	دماں دے رُٹھے دیں مندے ہن گلیں نہیں مندے۔	دولت کے روٹھے ہوئے دولت ہی سے مانتے ہیں باتوں سے نہیں مانتے۔
٦٦٦	دلی دا راہ ہر کوئی دسدا ہے خرچ کوئی نہیں بنھاندا۔	دلی کی راہ سب کوئی بتاتا ہے۔ خرچ کوئی نہیں دیتا۔
٦٦٧	دم باجھ نہ ہوندے کم کوئی۔ گھیو باجھ نہ ہوندیاں چوریاں نی	دولت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ اور گھی کے بغیر چوری نہیں بنتی۔

۶۶۸	دنداں اُتے میل بھی نہ چھڈی	دانتوں پر میل بھی نہ چھوڑی۔
۶۶۹	دن عید تے رات شبرات۔	دن عید اور رات شبرات
۶۷۰	دمی ڈھیر یا چمی ڈھیر	یا دولت سے یا جان جوکھوں لڑاکر
۶۷۱	دولت والے دے سالے بہت بندے ہن غریب دا بہنوئی کوئی نہیں بندا۔	دولت مند کے سالے بہت لوگ بنتے ہیں۔ اور غریب کا بہنوئی بھی کوئی نہیں بنتا۔
۶۷۲	دریا وچ رہنا تے مگرمچھ نال ویر	دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر
۶۷۳	دلاں دا مالک اللہ۔	دلوں کا خدا مالک۔
۶۷۴	دو ملاں وچ مرغی حرام۔	دو ملاؤں میں مرغی حرام۔
۶۷۵	دشمن بات کرے ان ہوندی۔	دشمن (انوکھی) بات کرے۔
۶۷۶	داتا دان کرے بنڈاری دا پیٹ پھاٹے	داتا دان کرے اور بنڈھاری کا پیٹ پھٹے۔
۶۷۷	دل نوں[۵۱] دل وچ راہ۔	دل کو دل سے راہ۔
۶۷۸	دتیاں بناں گت نہیں تے شاہ بناں پت نہیں۔	دینے کے سوا نباہ نہیں۔ اور ساہوکار کے سوائے عزت نہیں۔
۶۷۹	دل دیاں دل وچ رہیاں۔	دل کی دل ہی میں رہیں۔
۶۸۰	دھولی[۵۲] داہڑی تے آٹا خراب۔	سفید داڑھی اور آٹا خراب۔
۶۸۱	دو دن وچ نانی سفنے آگئی۔	دو ہی روز میں نانی خواب میں آگئی۔
۶۸۲	دو بیڑیاں[۵۳] وچ لت۔	دو بیڑوں میں لات۔

۵۱ - دل را بدل رہے ہست دریں گنبد سپہر۔
۵۲ - جب کسی شخص سے محترم ہونے کی صورت میں کوئی فعل سبک سرزد ہو تو اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔
۵۳ - جب کوئی شخص تذبذب الرائے ہو۔ کبھی ادھر کبھی اُدھر تو اُس وقت اطلاق کی جاتی ہے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۶۸۳	دند گئے تے سواد گیا۔ اکھیاں گیاں تے جہان گیا۔	دانت گئے تو مزہ گیا اور آنکھیں گئیں تو جہان گیا۔
۶۸۴	دین[۵۱] گوایا دُنی سنگے دُنی ناں چلی ساتھ	دین دنیا کے واسطے گنوایا اور دنیا ساتھ نہ گئی
۶۸۵	دلی[۵۲] دا نمونہ اندر مٹی باہر چونہ۔	دلی کا نمونہ اندر مٹی اور باہر چونہ۔
۶۸۶	دن نوں اللہ ہو رات نوں جندرے دھو	دن کو اللہ ہو رات کو قفل توڑنے۔
۶۸۷	دولت کاغ بنیرے دا۔	دولت منڈیر کا کوا۔
۶۸۸	دانے کہہ گئے لالچ بری بلا۔	دانا کہتے ہیں کہ طمع بری ہے۔
۶۸۹	دنیا کمائے مکر سے روٹی کھائے شکر سے	دنیا کمائیں مکر سے روٹی کھائیں شکر سے
۶۹۰	دلی جا دکھن جا کرماں لکھیا گھر بیٹھا کھا۔	دلی جا۔ دکھن جا نوشتوں کا لکھا گھر میں ہی کھا۔
۶۹۱	دیسی کُتا خراسانی بولی۔	دیسی کتا خراسانی بولی۔
۶۹۲	دروازہ چھوٹا تے ہاتھیاں والیاں نال یارانہ	دروازہ چھوٹا اور ہاتھی بانوں کے ساتھ دوستی۔
۶۹۳	دھوبا نواں تے درزی پرانا اچھا ہے	دھوبا نیا اور درزی پرانا اچھا ہے۔
۶۹۴	دم بیاجی کھیت پیاجی۔ ٹبر بیاجی تنوں کم خراب۔	روپیہ سود پر لگا ہو۔ کھیت میں پیا جی ہو۔ بال بچہ کے واسطے جنس غلہ قرضہ پر لی گئی ہو۔ یہ تینوں معاملے تکلیف دہ ہیں۔
۶۹۵	دید نہ شنید۔ گواہ شیخ باز دید۔	دید نہ شنید گواہ شیخ باز دید۔

۵۱ - اکثر طمع اور ذلیل لالچ کی مذمت کرنے کے وقت بولی جاتی ہے۔

۵۲ - جب کوئی چیز یا شے یا شخص دیکھنے یا دکھانے میں کچھ اور اندرونہ میں کچھ اور تو اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔

نمبر	کہاوت	ترجمہ
۶۹۶	داوے وارے نہ سوہرے دے دوارے گھوڑا چڑھی جوانی دے وارے۔	نہ دادے کے وقت اور نہ سسرال کے وقت داماد کے وقت گھوڑا نصیب ہوا۔
۶۹۷	دال میں کچھ کالا کالا ہے۔	دال میں کچھ کالا کالا ہے۔
۶۹۸	دے دال میں پانی۔[^۱]	دے دال میں پانی۔
۶۹۹	دلی بلی چوہوں سے کان کترواتی ہے۔[^۲]	دلی بلی چوہوں سے کان کترواتی ہے۔
۷۰۰	دودھ نہ کٹوراتے گھٹ گھٹ پی۔	نہ دودھ اور نہ کٹورا گھونٹ گھونٹ پیا۔
۷۰۱	دھیلے دی بڈھی ٹکا سر منائی۔	دھیلے کی عورت ٹکہ سر منڈوائی۔
۷۰۲	دمڑی کا لعل۔	دمڑی کا لعل۔
۷۰۳	دھیلے دی ہانڈی گئی پر ذات پرکھی گئی۔	دھیلے کی ہنڈیا گئی لیکن ذات پرکھی گئی۔
۷۰۴	دیکھو تاں سہی اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔	دیکھو تو سہی اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔
۷۰۵	دلی دے بانکے کیسہ وچہ اٹاں۔[^۳]	دلی کے بانکے کیسہ میں اینٹیں۔
۷۰۶	داکے ہتھ نہ اپڑے تھو کوڑی۔	داکھ کو ہاتھ نہ پہنچے اور اُف کوڑی۔
۷۰۷	دم لگن بادشاہاں دے مبون گراں والیاں دے	دولت بادشاہوں کی خرچ ہو اور صفائی گدوں کا نام۔
۷۰۸	دوسرے دی دولت اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوندی ہے۔	دوسرے کی دولت اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتی ہے۔
۷۰۹	دانیاں والا پنڈ پالیوں ہی پچھانیاں جاندا ہے۔	دانے والا گاؤں پھالی سے ہی پہچانا جاتا ہے۔

[^۱]: دے دال میں پانی سے مراد تعلم۔ فرضی کاروائی اور ناجائز التباس وغیرہ سے ہے۔
[^۲]: اُس وقت اطلاق پاتی ہے جب یہ ثابت کرنا ہو کہ طاقتور کمزوری کی صورت میں ہر شخص بے شخص اور اپنی کمزوری کی وجہ سے بزدلانہ کاروائی کرتا ہے۔
[^۳]: اوباش ظاہری حقیقت کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔

ڈ

نمبر	کہاوت	مطلب
۶۱۰	ڈوم کوں ہلیا نائی۔ اوں کڈھیا شیشہ اوں ڈھولکی وجائی۔	میراسی کو حجام ملا تو میراسی نے ڈھولکی بجائی اور حجام نے شیشہ دکھا دیا۔
۶۱۱	ڈاڈھے دا ہاسا غریب دا بھچ پاسا۔	زور آور کی ہنسی اور غریب کی مصیبت۔
۶۱۲	ڈیہنہ بھلے تاں متر بہتے۔	خوش قسمتی کے وقت بہت دوست ہوتے ہیں
۶۱۳	ڈائین مرگئی وند ست گئی۔	ڈاین مرگئی اور دانت پھینک گئی۔
۶۱۴	ڈدھوئی کوں اوہو بچیا جیڑھا چکی نے پھکیا	پنہاری کو وہی بچا جو چکی کی پاٹ سے لگا رہا
۶۱۵	ڈاڈھے نال وپار تے ڈیندیں گھنندیں سائیں۔	زور آور کے ساتھ بیوپار اور لیتے دیتے مالک۔
۶۱۶	ڈوماں گھریں دواہ جیویں دل بھاوی اوویں گا۔	ڈوموں کے گھر میں شادی جیسے دل چاہیں گائیں۔
۶۱۷	ڈاڈھے اندسے پی پی ونیدسے ہینڑے ہانے سہیدسے۔	زبردست پی پی جاتے ہیں اور غریب پیاسے رہتے ہیں۔
۶۱۸	ڈھٹھی گدھوں اتوں رٹھی زمیندار کنوں	گری گدھے سے اور خفا ہوگئی زمیندار سے۔
۶۱۹	ڈھوڈا شہباز جیسی نیت ویسی مراد	ڈھوڈا شہباز نام ہے جیسی نیت ویسی مراد۔
۶۲۰	ڈھگی نہ ڈھور کیا کریسی چور۔	نہ مویشی نہ ڈھور چور کیا کریگا۔
۶۲۱	ڈاڈھے دی وڈ گردن تے لت	زور آور کی تقسیم گردن پر لات۔

لے۔ بیمار کی دوا کچھ پھر باقی رہ ہی جاتا ہے۔
ٹے۔ زبردست کے ساتھ زیردست کا مقابلہ مشکل ہے۔
ٹے۔ ڈھوڈا شہباز ۔۔۔

۷۲۲	ڈاڈھے اوتے چڑھ نہ سکے نسے تے چھڈے گدے۔	زبردست کو قابو نہ کر سکے ادھر ادھر پھینکے اور کودے۔
۷۲۳	ڈیڈھ بکائین میاں باغبان	ڈیڑھ بکائین (درخت) میاں باغبان
۷۲۴	ڈگی کھوتے توں گھمار نال روسا	گری گدھے پر سے کمہار کے ساتھ خفگی۔
۷۲۵	ڈھائی پا کھچڑی چوبارے رسوئی	اڑھائی پاؤ کھچڑی چبارے رسوئی۔
۷۲۶	ڈائن بھی اک گھر چھوڑ دیندی اے۔	ڈائن بھی ایک گھر چھوڑ دیتی ہے۔
۷۲۷	ڈنڈا پیر ہے بگڑیاں تگڑیاں دا۔ اتے بکھ پیر ہے مستیاں ہاتھیاں دی	سونٹا پیر ہے بگڑے ہوؤں کا اور بھوک پیر ہے مست ہاتھیوں کی
۷۲۸	ڈنڈا کریر دا نہ مرشد دا نہ پیر دا۔	سونٹا کریر (درخت) کا نہ مرشد کا نہ پیر کا
۷۲۹	ڈھلے بیراں دا وگڑیا کی۔	گرے ہوئے بیروں کا کیا بگڑا۔
۷۳۰	ڈبی تاں جے ساہ نہ آیا۔	ڈوبی تب جب سانس نہ آیا۔
۷۳۱	ڈبدے نوں تنکا سہارا ہے۔	ڈوبتے کو تنکا ہی سہارا ہے۔
۷۳۲	ڈبی دے[۲] رکھنے دے لائق ہے۔	ڈبیا میں رکھنے کے لائق ہے۔
۷۳۳	ڈبی ہوئی رقم کھڑی ہو گئی۔	ڈوبی ہوئی رقم نکل آئی۔
۷۳۴	ڈرے لوبڑی کتھوں ناں دلیر خاں	ڈرے لومڑی سے نام دلیر خاں۔
۷۳۵	ڈھولکی نہ شرنائی ابائیں جنج چڑھائی۔	نہ ڈھولکی نہ شرنائی (ایک باجا) عبث برات چڑھائی

ذ

۷۳۶	ذات کوہڑ کرلی شہتیراں نال جپھے۔	ذات کی چھپکلی اور شہتیروں سے پٹنا۔

۱ے۔ کس مپرسی کی حالت میں فرزداد علامے امارت۔
۲ے۔ عزیز الوجود۔

نمبر	پنجابی	اردو
۷۳۷	ذات دی قُمی تے خواجہ خضر دی پوتری۔	ذات کی قُمی (کچھوا) اور خواجہ خضر کی پوتری
۷۳۸	ذات کانواں بھی پیاری۔	ذات کوّوں کو بھی پیاری۔
۷۳۹	ذات کِرلی سر دفانہ شہتیر وِچ۔	ذات چھپکلی اور سر دفانہ شہتیر میں۔
۷۴۰	ذات دا گِدڑ کچہریاں دا راکھا۔	ذات کا گیدڑ کچہریوں کا محافظ۔

ر

نمبر	پنجابی	اردو
۷۴۱	رن گئی[1] سیاپے دُکھ رووے آپو آپنے	عورت ماتم پر گئی اپنے ہی دکھ روئے۔
۷۴۲	روٹیاں پکاوے دو۔ انگیٹھیاں بھنے ترے۔	دو روٹیاں پکائے اور تین انگیٹھیاں توڑے۔
۷۴۳	رن دلی کیویں جاپے[2] گل کریندی کھلے آپ	عورت بے وقوف کس طرح معلوم ہو آپ ہی بات کرے اور آپ ہی ہنسے۔
۷۴۴	رو رو[3] موئی تے سوہرے بھی نہ گئی۔	روتی روتی مری اور سسرال میں بھی نہ گئی
۷۴۵	روندے جاون تے مویاں دی خبر لیاون	روتے جائیں اور مردوں کی خبر لائیں۔
۷۴۶	راہ پئیں تے گاہ کہیں۔	راہ بصورت جاری رہنے کے اور گاہ بصورت گاہنے کے
۷۴۷	رن[4] جٹی تے ہور سبھ چٹی۔ کھیر ما مجھا گھیو گا دا۔	عورت جٹنی اور سب چٹی۔ دودھ بھینس کا اور گھی گائے کا۔
۷۴۸	رسی سڑ گئی پر وٹ نہ گیا۔	رسی جل گئی لیکن شکن نہ گیا۔

[1] نسبت ناموزون کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔
[2] ہر کس بہ خیال خویش خبطے دارد
[3] کوشش بے سود۔
[4] (رن) عورت جٹنی اس واسطے خاص کی گئی ہے کہ وہ کام کاج میں مضبوط اور ان تھک ہوتی ہے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۷۴۹	رٹھی کوں[۵۱] پکیاں دا سینہا ۔	رنجیدہ کو میٹھوں کا پیغام ۔
۷۵۰	رن گئی سیاپے گھر آوے تاں جلاپے ۔	عورت ماتم پر گئی واپس گھر میں آئے تو جانیں
۷۵۱	رن سوڑ دا جن ۔	عورت لحاف کا جن ۔
۷۵۲	راجہ رانہ کوں پئے قضیئے جھی کون وچاری	بادشاہوں کو مصیبتیں پڑتی ہیں جھی بچاری کون
۷۵۳	رتی کرم دی برابر تولہ عقل دا نہیں ہوندا	نوشتوں کی رتی کے برابر عقل کا تولہ نہیں ہوتا
۷۵۴	رنڈا چلیا کرن کرائی ۔ اپنی کرے کہ پرائی ۔	رنڈوا منگنی کرنے چلا اپنی کرے کہ بیگانی ۔
۷۵۵	رام[۵۲] رام کچا ۔ ٹیں ٹیں کچا ۔	رام رام کچا ٹیں ٹیں کچا ۔
۷۵۶	رات[۵۳] کھادا صبح دا والی اللہ ۔	رات کھایا صبح کا مالک خدا ۔
۷۵۷	روندی[۵۴] ہیں پر نیدی کیوں ہائیں ۔	روتی ہے شادی ہی کیوں کرائی تھی ۔
۷۵۸	راجے دے گھر موتیاں دا کال ۔	راجہ کے گھر میں موتیوں کا قحط ۔
۷۵۹	راہ جاندی بلا بیڑھے وچدی جا ۔	راہ جاتی بلا گھر میں سے ہو کر جا ۔
۷۶۰	رات دی[۵۵] جمی ہوئی ہے ۔	رات کی پیدائش ہے ۔
۷۶۱	رہنا کلیاں وچہ سفنے شیش محلاں دے	رہنا جھونپڑیوں میں اور خواب شیش محلوں کے
۷۶۲	رناں شیطان دیاں نانیاں ۔	عورتیں شیطان کی نانی ہیں ۔
۷۶۳	روندا کیوں ہیں جی شکل ہی ایسی ہے ۔	روتے کیوں ہو شکل ہی ایسی ہے ۔

۵۱ - خوئے بد را بہانہ بسیار کی مرادف ہے ۔

۵۲ - چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔

۵۳ - بمعنی توکل و نیز موقعہ کاہلی پر بھی اطلاق پاتی ہے ۔

۵۴ - جس کام میں تکلیف ہے وہ کیا ہی کیوں جائے ۔

۵۵ - پنجابی میں رات کی جمی ہوئی سے مراد چوری کی شے ہے ۔ چونکہ چوریاں اکثر رات ہی کو ہوتی ہیں اسواسطے یہ استدلال کیا گیا ہے ۔

نمبر	ضرب المثل	ترجمہ
۷۶۴	رنڈی بھی روئے۔ سہاگن بھی روئے تے رووے ناں کواری۔	رانڈ بھی روئے اور سہاگن بھی۔ کواری نہ روئے۔
۷۶۵	رن وہیلی چوسیلی نت رکھے اتوار۔	عورت فارغ البال بیٹھو ہمیشہ اتوار ہی رکھے۔
۷۶۶	رادے پکیاں جالیں۔ چنن سوہنا دالیں۔	اُناریں پیلوں کا پھل پختہ ہوا مکان ٹھیرنے کا اچھا بنانا۔
۷۶۷	رکھی جڑے نا چوری لوڑے زور۔	خشک روٹی تو جڑتی نہیں مرغن مانگتا ہے۔
۷۶۸	روندی گھوڑے چا چڑھے موت بھری پالان	روتی ہوئی گھوڑے پر سوار کرائے موت نما زین۔
۷۶۹	رن پئی راہیں ادہ بھی گئی۔ گل پئی صلاحیں ادہ بھی گئی۔	عورت جو ہمیشہ سفر کرے وہ بھی گئی اور بات جو مشوروں میں پڑی وہ بھی پوری نہ ہوئی۔
۷۷۰	رنڈی دا پت سوداگر دا گھوڑا۔ کھاویگا بہتا تے چلے گا تھوڑا۔	بیوہ کا بیٹا سوداگر کا گھوڑا۔ کھائے گا زیادہ اور چلے گا کم۔
۷۷۱	رن گیانن۔ بھیڈ اشنانن۔ لوئی کھنب نہ ہوئی۔ کہت کبیر سنو بھائی سادھو۔ ہندو جٹ نہ کوئی۔	عورت گیانن۔ بھیڑ نہانے والی۔ لوئی دھوئی ہوئی سنو بھائیو کبیر کہتا ہے۔ ہندو جٹ کوئی نہیں۔
۷۷۲	رعیت رائیں کھیر گائیں کھیت نیائیں	رعیت ارائیں دودھ گائے کا۔ کھیت گوئیڑہ دیہ کا۔
۷۷۳	رن کڑکنی۔ ہل دھڑکنی۔ بولد ڈرکبا سا اُس ہالی دا کی بھروسا۔	عورت کڑکنی (تیز آواز) ہل کمزور۔ بیل اڑیل ایسے ہالی کی کیا اُمید۔
۷۷۴	رنگھڑاں[۵۱] دی کھیتی مانگ لاوے۔	راجپوتوں کی فصل اور منگ لائی ہار۔

۵۱۔ راجپوت قوم بوجہ اپنی موجودہ سستی کے دائرہ ضرب المثل میں آ گئی ہے۔ وہاں بولتے ہیں جہاں کاہلی کا ذکر ہو۔

نمبر	پنجابی	اردو
۷۷۵	رکھ پت رکھا پت۔	عزت کر عزت کرا۔
۷۷۶	رشوت نوں شیر مادر سمجھدے ہِن۔	رشوت کو شیر مادر جانتے ہیں۔
۷۷۷	رانی کوں رانا۔ کانی کوں کانا۔	رانی کو رانا اور کانی کو کانا۔
۷۷۸	رام رام جپنا۔ پرایا مال اپنا۔	رام رام کہنا اور پرایا مال اپنا سمجھنا۔
۷۷۹	روکھی مسی کھا کے ٹھنڈا پانی پی۔ بیگانی چوپڑی دیکھ کے ناں ترساویں جی۔	روکھی پھیکی کھا کر سرد پانی پیو۔ دوسرے کی مرغن روٹی دیکھ کر جی نہ ترساؤ۔
۷۸۰	روڑی دا کوڑا روڑی ہی سُٹنا ہے	کوڑی کا کوڑا کوڑی میں ہی جائے گا۔
۷۸۱	روندے[۵۱] گھوڑ چڑھائے مُڑ گھراں نوں آئے۔	روتے روتے سوار ہوئے اور واپس گھروں کو آئے۔
۷۸۲	رُٹھے نوں منائے ناں پاٹے نوں سیویں ناں تے کم نہیں ہوندا۔	روٹھے ہوئے کو اگر منائیں نہیں اور پھٹے ہوئے کپڑے کو اگر سیئیں نہیں تو کام نہیں چلتا
۷۸۳	رانی[۵۲] خاں دا سالہ۔	رانی خاں کا سالہ۔
۷۸۴	ریوڑی[۵۳] دا پھیر۔	ریوڑی کا پھیر۔
۷۸۵	روگ دا مول کھانسی تے لڑائی دا مول ہاسی	روگ کی جڑھ کھانسی۔ اور لڑائی کا موجب ہنسی
۷۸۶	رناں[۵۴] وچہ دھناں۔	عورتوں میں پنچ۔
۷۸۷	رنڈیاں[۵۵] تے رنڈیپا کٹدیاں نی پر رنڈی نہیں کٹن دیندے۔	رانڈیں تو رنڈیپہ کاٹتی ہیں لیکن رنڈوے نہیں کاٹنے دیتے۔

۵۱۔ جو کام طوعاً و کرہاً کیا جائے اُس میں کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔
۵۲۔ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص دوسرے کے زور پر اترائے۔
۵۳۔ پنجابی میں ریوڑی کے پھیر سے ایک ایسی اُلجھن مراد ہے جس کا کوئی پتہ نہ ہو۔
۵۴۔ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص بعبوت نہ ہونے کسی مدمقابل کے شیخی بھگارتا ہو۔
۵۵۔ بُری تحریکات خواہ مخواہ موجب شر ہوتی ہیں۔

۷۸۸	[1] بَج اوَن تے کداون ۔	سیری موجب بے اعتنائی ۔
۷۸۹	رن [2] نوں رن چھلے تے رن کولوں خدا ڈرے	عورت کو عورت فریب دے اور عورت سے خدا ڈرے
۷۹۰	راتیں جمی سو مر گئی دھی میری چوچلی۔	رات پیدا ہوئی اور رات ہی مر گئی بیٹی میری نازپروردہ۔

ز

۷۹۱	زور تھولا۔ شور ڈھیر۔	زور کم اور شور بہت ۔
۷۹۲	زبان خلق نقارہ خدا۔	زبان خلق نقارہ خدا۔
۷۹۳	زمین دا [3] سیاڑ نہیں۔ ناں دا ملکھی ۔	زمین کچھ بھی نہیں اور نام ملک والا۔
۷۹۴	زور آور دا [4] ستیں بہیں سَو۔	زور آور کا سات بیسے ایک سو۔
۷۹۵	زور آور نال [5] کھیں اساڈی جے میں میری تان بھی پچھاڑی۔	زور آور کے ساتھ کھیل کھیلیں اگر جیتیں بھی تو پھر بھی ہار۔
۷۹۶	[6] زور آور نال پیالی اوہ منگے حصہ اوہ کڈھے گالی۔	زور آور کے ساتھ بیاہولی وہ مانگے حصہ اور وہ دے گالی۔
۷۹۷	زن زمین۔ زر۔ تینوں جھگڑے دا گھر	۔عورت۔زمین اور زر تینوں موجب فساد

[1] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں فارغ البالی سیری اور امارت میں بے اعتنائیاں سرزد ہوں۔
[2] ۔ کمال شر اور کمال پولیسی کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔
[3] ۔ وہاں بولی جاتی ہے کہ جہاں کوئی باوجود ایک چیز ایک طاقت ایک ملکہ نہ ہونے کے ادعا کرے۔
[4] ۔ نسبت ناموزون کی صورت میں اطلاق پاتی ہے ۔
[5] ۔ بشرح صدر۔
[6] ۔ زور آور اور کم زور کی نسبت کے اظہار کے وقت بولی جاتی ہے۔

س

۷۹۸	ساری رن[1] جولاہے دی ہورنا دی اَدھی	پوری عورت جولاہے کی اوروں کی نصف۔
۷۹۹	سٹی چوہے کیر جمی بڑتلی	چوہے کیرییا بیج بویا اور بڑتلی (ایک بوٹی) پیدا ہوئی۔
۸۰۰	سنگھ جڑوانے گئی کن کپا آئی۔	سینگ جڑوانے گئی اور کان کٹوا آئی۔
۸۰۱	سینجی[2] رن کوں لگا بھاگ کھیرنی کوں ویندی ہنگ دا داغ۔	بے وقوف عورت کا نوشتہ چمکا کھیر کو ہینگ سے بنھگارتی ہے۔
۸۰۲	سروں گنجی تے کنگھی وندی۔	سر سے گنجی اور کنگھی دانت کی۔
۸۰۳	سروں گنجی تے ونجھ دا کنگھا۔	سروں گنجی اور بانس کا کنگھا۔
۸۰۴	سُتی رن چندرا پایہ۔	منحوس عورت اور کنجوس خاوند۔
۸۰۵	سُتی[3] کوں ملیا چندرا اوں ماریا کونڈا اوں ماریا جندرا۔	نکمی کو کنجوس ملا اُس نے کونڈا مارا اور اُس نے قفل مارا۔
۸۰۶	سُنجا آیا مُن کوں نہ دان کوں نہ پن کوں	منحوس نحوست کے واسطے آیا نہ خیرات کو نہ صدقہ کو
۸۰۷	سس سُتی تے مکھن داپن۔ اُٹھے تا سوٹ واجن۔	ساس سوئی ہوئی مکھن کا پیڑا اور جاگتی ہوئی لحاف کا جن۔
۸۰۸	سرتے پگ نہ پیریں جُتی ماریا گل کریندا گُتھی۔	نہ سر پر پگڑی اور نہ پاؤں میں جوتا قسمت کا مارا بے وقوفی کی بات کرتا ہے۔

[1] چونکہ جولاہے کی عورت بھی سارا دن کام کرتی رہتی ہے۔ اسواسطے اُس کا اطلاق ہوتا ہے۔

[2] سبک خیالی۔ سبک روشی کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

[3] اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔ جب دونوں طرف ایک ہی نسبت سے بُرائی موجود ہو۔

نمبر	کہاوت	ترجمہ
۸۰۹	سو گز واراں[۵۱] تے گز نہ پھاڑاں۔	سو گز قربان اور ایک گز نہ پھاڑوں۔
۸۱۰	سیاناں[۵۲] کاں گونہہ تے بہندا ہے۔	دانا کوا گندگی پر بیٹھتا ہے۔
۸۱۱	سونا ہووی تے گھڑاو نوں مہنگا ہے۔	اگر سونا ہو تو کیا زیور نہیں بنوایا جا سکتا۔
۸۱۲	سروں گنجی تے کنگھیاں دا جوڑا۔	سر سے گنجی اور کنگھیوں کا جوڑا۔
۸۱۳	سدھر[۵۳] کر موئی تے گھیل تے ستی۔	خواہش کر کے مری اور گھسیٹ کر پھینکی۔
۸۱۴	سونا روڑی تے سفنے شیش محلاں دے	سونا کوڑی پر اور خواب شیش محلوں کے
۸۱۵	سکھنے[۵۴] مونہہ نالوں لڈو ہی بھی۔	خالی منہ سے لڈو ہی بھی۔
۸۱۶	سپ مرے تے ڈِگہ بچے۔	سانپ مرے اور سونٹا نہ ٹوٹے۔
۸۱۷	سنگھ شرابی تے گھوڑا قیضے۔	سنگھ شرابی اور گھوڑا قائیدے۔
۸۱۸	سُکھ جیہی سوت نہیں اکھ جیہی جوت نہیں	آرام جیسا کوئی بستر نہیں اور آنکھ کی روشنی جیسی کوئی روشنی اور قوت نہیں۔
۸۱۹	سائیں[۵۵] وبجن بیڑی چڑھے۔ گواہ وبجن غوطے کھاندے۔	مالک (مدعی) بیڑی میں چڑھے جائیں اور گواہ غوطے کھاتے جائیں۔
۸۲۰	سیہڑ دیاں تنے جنگاں چوتھی نال ہی نہیں	خرگوش کی تین ہی ٹانگیں چوتھی ساتھ ہی نہیں
۸۲۱	سُور کیوں موٹا۔ نہ لہا جانے نہ تروٹا۔	سور کیوں موٹا نہ فائدہ سمجھے اور نہ نقصان۔
۸۲۲	سانجھا[۵۶] پیو نہ پٹدا کو۔	مشترکہ باپ کو کوئی نہیں روتا پیٹتا۔

[۵۱] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں کم اندیشی کم تدبر کا ذکر ہو۔
[۵۲] ۔ جب کوئی شخص باوجود عقلمند معلومات کے غلطی کھائے تو اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔
[۵۳] وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں باوجود ایک سخت تردد اور کوشش کے بھی نتیجہ حسب مراد نہ نکلے۔
[۵۴] ۔ یعنے کچھ نہ کچھ تو چاہئے۔
[۵۵] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں مدعی اور مدعا علیہ صفائی کر کے خوش خوش جائیں اور گواہ مارے شرم کے بھٹکتے پھریں۔
[۵۶] ۔ مشترکہ کام مشترکہ اغراض کی صورت میں عدم توجہی کا سماں دکھلانے کے واسطے بولتے ہیں۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۸۲۳	ساری جنج کراڑاں دی ہا ہا کرے نہ کو۔	سب برات کراڑوں کی ہا ہا کوئی نہ کرے۔
۸۲۴	ست کرستاراں پانی چینا پکے مانی مانی۔	سات دفعہ کلر ڈالنے اور سترہ دفعہ پانی دینے سے جنس چینا منوں ہوتی ہے۔
۸۲۵	سمنا زمین تے گھوڑ کہیں۔	زمین پر سونا تو پھر محتاجی کیا۔
۸۲۶	سنگ گیا ملنوں تے لاہنا گیا منگنوں	رشتہ ٹوٹا اور قرضہ کیا گزرا۔
۸۲۷	سادھاں نوں کیا سواداں نال۔	سنتوں کو مزوں سے کیا۔
۸۲۸	سکھ سمن کمہار جو مٹی چور نا پون	کمہار سکھ کی نیند سوئیں چور مٹی پر نہیں پڑتے
۸۲۹	سبھا گئی مرنڈی بان پوری کہیں نہ کیتی پان۔	سب خلقت زور لگا کر آخر چلتی ہوئی۔ کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔
۸۳۰	سر تے چھابڑی بسنتے ہوری آئے۔	سر پر چھابڑی اور بسنت (نام) آیا۔
۸۳۱	سو ٹھٹھار دی ہک لوہار دی۔	سو ٹھٹھار کی اور ایک لوہار کی۔
۸۳۲	سکھنے دل سجناں اتوں قربان۔	جھوٹا دل ہے دوستوں پر قربان۔
۸۳۳	سچ مرچاں کوڑ گڑ۔ پیر پیسہ رن گور جیویں آکھے اوویں ٹر۔	سچ مرچیں اور جھوٹ گڑ۔ پیر پیسہ اور بیوی گور و جس طرح کہے اسی طرح پر کرو۔
۸۳۴	سچ آکھن گئی پئے پتر بٹاون گئی۔	سچ کہنے گئی اور خاوند و بیٹوں کو گالیاں دلا آئی
۸۳۵	سانچ کو آنچ نہیں۔	صداقت کو گزند نہیں۔
۸۳۶	سُتے دا مونہ چُمیا نہ چماون والے کوں سواد نہ چمن والے کو۔	سوئے ہوئے کا منہ چوما نہ چموانے والے کو لطف آیا اور نہ چومنے والے کو۔
۸۳۷	سُتھن دھوسے دی تے نالہ ریشمی۔	پاجامہ کمبل کا اور ازار بند ریشمی۔

نمبر	پنجابی	اردو
۸۳۸	سُتھرےؔ والی چڑی۔	سُتھرے کی چڑی۔
۸۳۹	سُتھرےؔ والا جالہ۔	سُتھرے کا طاق۔
۸۴۰	سر مناکے کی ایتوار پچھنا۔	سر منڈوا کر اتوار کیا پوچھنا۔
۸۴۱	سدا کسی تے ساون نہیں رہندا۔	کسی پر ہمیشہ ساون (بہار) نہیں رہتا۔
۸۴۲	ساون گئے تیاں۔	ساون گزرے (تیان) ہندؤں کا ایک تہوار
۸۴۳	سوہنی ڈُب موئی تے مرزا کون وچارا۔	سوہنی ہی ڈوب مری تو مرزا (مہینوال) کون بیچارہ
۸۴۴	سو سنیاروں اک لوہاروں۔	سو سنیار کی ایک لوہار کی۔
۸۴۵	سرہاندی سوں پواندی لک وچہ کاہے	سرہانے سو پائنتی سو کمر درمیان میں ہی (آ گئی)
۸۴۶	سکھناؔ گھڑا بہت وجدا ہے۔	خالی گھڑا بہت بجتا ہے۔
۸۴۷	سو سوار دا اتنا ڈر نہیں جتنا اپنی کرتوت دا ہے	سو سوار کا ڈر نہیں جس قدر اپنی کرتوت کا ہے
۸۴۸	سُتھنؔ دا ساک پیارا لگدا ہے۔	عورت کا سگا پیارا لگتا ہے۔
۸۴۹	سچ دا بیڑا پار۔	سچ کا بیڑا پار۔
۸۵۰	سیانے دے کہنے دا تے آنولے دے کھانے دا پچھوں سواد آوندا ہے۔	دانا کے کہنے کا اور آملہ کے کھانے کا مزا بعد میں آتا ہے۔

۵۱۔ سُتھرے کی چڑی اور سُتھرے کا طاق مشہور ہے۔ سُتھرے کے ہاتھ میں چڑی تھی جب کوئی اُسے کہتا کہ چڑی زندہ ہے تو وہ ہاتھ میں دبا کر مار دیتا۔ اور جب کوئی کہتا کہ چڑی مردہ ہے تو وہ چھوڑ دیتا۔ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں ایک امر کی ہستی اور نفی دوسرے کے اپنے اختیار میں ہو۔

۵۲۔ سُتھرے والا آلہ یا جالہ بھی مشہور ہے۔ یوں روایت کی جاتی ہے کہ سُتھرے نے کسی گھر میں ایک طاقچہ رکھا۔ گھر کسی دوسرے کی ملکیت تھا۔ جب گھر والا گھر کا دروازہ بند کرتا تو سُتھرا کہتا کہ میرا طاقچہ اللہ ہے اور جب کھولتا تو پھر بھی یہی کہتا گویا ہر صورت میں مزاحم ہوتا۔ یہ بری شراکت کی بُرائی ثابت کرنے کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

۵۳۔ کمینہ آدمی بہت اتراتا ہے۔

۵۴۔ بیوی کے رشتہ دار پیارے لگتے ہیں۔ یعنی جہاں زیادہ تعلق۔ زیادہ دلبستگی ہو اُس کے متعلقات بھی عزیز ہوتے ہیں۔

۸۵۱	سستا روۓ بار بار مہنگا روۓ اک بار	سستا مال خریدنے والا بار بار روتا ہے اور مہنگا لینے والا ایک بار۔
۸۵۲	سپ[۱] دے سروں کوڈی کڈھدا ہے۔	سانپ کے سر سے کوڑی لاتا ہے۔
۸۵۳	ساری رات زلیخا پڑھی۔ دن چڑھیا تے پچھدا ہے کہ زلیخا مرد سی یا عورت۔	ساری رات قصہ زلیخا کا پڑھا دن چڑھے پوچھتا ہے کہ زلیخا مرد تھا یا عورت۔
۸۵۴	سیانے نوں اشارہ تے گدھے نوں چابک	دانا کو اشارہ اور گدھے کو چابک۔
۸۵۵	سجرے نہ بہئے ہمیش اکو جیہے۔	نہ تازہ اور نہ باسی ہمیشہ ایک ہی جیسے۔
۸۵۶	سدھی انگلی گھیو[۲] نہیں چڑھدا۔	سیدھی انگلی پر گھی نہیں چڑھتا۔
۸۵۷	سپاہیا لڑیں گا۔ ساڈا کم کی ہے۔	سپاہی لڑو گے ہمارا کام ہی کیا ہے۔
۸۵۸	سخی دا بول بالا شوم دا مونہہ کالا	سخی کا بول بالا شوم کا منہ کالا۔
۸۵۹	سر ہیٹھ[۳] تے سولہیٹ۔	سر نیچے اور سوالیٹ (پیچیدگی)
۸۶۰	سجناں دی ہوا ٹھنڈی آوے۔	دوستوں اپنوں کی ہوا سرد آتی ہے۔
۸۶۱	سانجھ[۴] ہانڈی چوراہے بھجدی ہے۔	مشترکہ ہنڈیا چوراہے میں ٹوٹتی ہے۔
۸۶۲	سنے یار نوں[۵] سنے یار پسند نہیں کردے۔	خوشہ چین کو خوشہ چین پسند نہیں کرتی۔
۸۶۳	سکھر دوپہر نوں اپنا سایہ بھی جواب دیندا ہے	تپتی دوپہر میں اپنا سایہ بھی نہیں رہتا۔
۸۶۴	سُتی کلا نہ جگا۔	خفتہ فتنہ بیدار نہ کر۔

[۱]- سانپ کے سر پر سے کوڑی لانا کمال تدبر اور ہنرمندی کی دلیل ہے۔

[۲]- مطلب یہ کہ سوائے تدبیر موقعہ شناسی اور پالیسی کے دنیا میں کامیابی مشکل سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ سیدھی انگلی پر گھی نہیں چڑھتا تدبیر سے اُٹھایا جاتا ہے۔

[۳]- جب مجبوری اور ماتحتی ہو تو بہت سی بردباری کی ضرورت پڑتی ہے۔

[۴]- مشترکہ کام میں دقتیں ضرور نکلتی ہیں۔

[۵]- بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن۔

نمبر	پنجابی	اردو
۸۶۵	سروں[۵۱] گنجی تے بکھڑیاں وچہ کلابازیاں۔	سر سے گنجی اور بکھیڑوں میں کلابازیاں۔
۸۶۶	سارا کھان[۵۲] نسا گئی کھائیں ساہو بگے مول نہ جائیں	سب کچھ خرچ کر ڈالو لیکن ساہو بگے کبھی نہ جانا۔
۸۶۷	سن[۵۳] دا انگن اگدا جاندا ہے۔	سن کی طرح اُگتا جاتا ہے۔
۸۶۸	سوندی نی آکڑیا رات کدوں وہادے	سوتے ہی اکڑایاں لینی شروع کیں رات کس طرح گزرے گی۔
۸۶۹	سدی نہ بلائی میں منڈے دی تائی	نہ بلائی نہ چلائی میں لڑکے کی تائی ہوں۔
۸۷۰	سو ہیر پھیر تے موچی دا موچی۔	سو ہیر پھیر پھر موچی کا موچی ہی۔
۸۷۱	سارے ملک دا کپتا۔ ناؤں میاندا راسی	سارے جہان کا فسادی اور نام راسی (اسم بے مسمّٰی؟) (اس پند راست گو)
۸۷۲	ساون بھادوں نہیں باہیا تے اسوج بیل کیوں ماردا۔	اگر ساون اور بھادوں میں قلبہ رانی نہیں کی تو پھر اسوج میں باہنے کی کیا ضرورت ہے۔
۸۷۳	سوسیانیاں[۵۴] اکو مت تے کملیاں آپو اپنی	سو داناؤں کی ایک ہی عقل اور دیوانوں کی اپنی اپنی
۸۷۴	سٹھیں سیویں گاجراں۔ سو سیویں کماد جیوں جیوں واہیے کنک نوں تیوں تیوں دیوے سواد۔	ساٹھ مرتبہ گاجروں اور سو مرتبہ کماد میں ہل چلانا اور کنک میں زیادہ سے زیادہ موجب کثرت پیداوار ہے۔

۵۱۔ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں باوجود چند در چند آلائشوں کے بھی کوئی شخص دخل در معقولات دے۔

۵۲۔ ساہو بگا ایک گاؤں کا نام ہے جو کسی وقت برائی میں مشہور تھا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کیسی تکلیف ہو پھر بھی برائی کی طرف نہیں جانا چاہئے۔

۵۳۔ ترقی اقبال وغیرہ کی صورت میں بولتے ہیں۔ زمینداروں میں مشہور ہے کہ سن ایک طرف بوئی جاتی ہے اور دوسری طرف زمین سے نکلتی آتی ہے۔

۵۴۔ صداقت بر جماعت ہے۔

۸۷۵	سو دارو اک گھیو سو چاچا اک پیو۔	سو دوائی اور ایک روغن سو چچا اور ایک باپ
۸۷۶	سونے روپے لدی۔ انت گھاری سدی	باوجود سونے روپے کے بھی گھاری کی گھاری ہی رہی۔
۸۷۷	سس تھوں چوری آئی ہاں۔ جواں تھوں کنک وٹا دے۔	ساس سے چوری آئی ہوں جو سے کنک بدل دے۔
۸۷۸	سدی نہ بُلائی بھیٹو آپے دوڑی آئی۔	نہ بلائی نہ چلائی قحبہ آپ ہی دوڑی آئی۔
۸۷۹	سوکن تے ساہوکار کہدے مت۔	سوت اور ساہوکار کس کے دوست۔
۸۸۰	سُتا مویا برابر۔	سویا ہُوا اور مرا برابر ہیں۔
۸۸۱	سر جاوے پر سرڑ نہ جاوے۔	سر جائے پر ہٹ نہ جائے۔
۸۸۲	سہج پکے سو میٹھا ہُوا۔	جو آہستہ پکے وہ شیریں ہے۔
۸۸۳	سوہنی ویکھ بھلی بانھ سرہانے لنان چلی	سوہنی دیکھ کر بھول گئی بانہ سرہانے رکھکر غفلت
۸۸۴	سونٹا جوتا مرشد۔	سونٹا اور جوتا ایک طاقت ہیں۔
۸۸۵	سانچ سب کے من سے اُترتا ہے۔	صادق کو عموماً لوگ ناپسند کرتے ہیں۔
۸۸۶	ساجن ساجن مل گئے جو ٹھے پئے وکیل	دوست دوست تو ایک اور درمیانی فسادی شرمندہ ہوئے۔
۸۸۷	سنی تھوں شوم بھلا جو ترت دے جواب	سخی سے شوم بھلا جو فوراً جواب دے۔
۸۸۸	سُستی مفلسی دی ماں ہے۔	سُستی مفلسی کی ماں ہے۔
۸۸۹	سروں گنجی نوُ نوُ کنگھیاں۔	سر سے گنجی اور ۹ - ۹ کنگھیاں۔

۵۱۔ جو کام تدبیر استقلال سے کیا جائے وہی بار آور ہوتا ہے۔

نمبر	کہاوت	مطلب
۸۹۰	ستنر ہووے چاندنی دن جیہی نہ رات	ہزار چاندنی ہو دن جیسی کہاں۔
۸۹۱	سُولاں جمدیاں دے مونہہ تکھے۔	نکلتے کانٹوں کے مُنہ تیز۔
۸۹۲	سختا ویکھ نہ آوے روہ۔	زور آور کو دیکھ کر غصہ نہیں آتا۔
۸۹۳	سر نال دوستی پوچھ نال ویر۔	سر کے ساتھ دوستی اور دُم سے دُشمنی۔
۸۹۴	ساری رات روندی رہی مویا اکو۔	ساری رات روتی رہی اور مرا ایک ہی۔
۸۹۵	سُرمہ ہر کوئی پا لیندا ہے ٹکانا کسی نوں ہی آوندا ہے۔	سرمہ ہر کوئی ڈال لیتا ہے لیکن آنکھیں ٹکانا کسی کو ہی آتا ہے۔
۸۹۶	سر تے بال نہیں بھوریاں دی سائی۔	سر پر بال نہیں اور کمبلوں کی سائی۔
۸۹۷	سپ دی جد موت آوندی ہے تے کھڈوں باہر بہندا ہے۔	سانپ کی جب موت آتی ہے تو بل سے نکل کر باہر بیٹھتا ہے۔
۸۹۸	سانڈاں دی لڑائی وچ بوجھیاں دا کھوہ	سانڈوں کی لڑائی میں جھاڑیوں کی تباہی۔
۸۹۹	سر دتا اُکھلی وچ تے موہلیاں تھوں کیوں ڈرنا۔	اُکھلی میں سر دیا تو موسلوں سے کیا خوف
۹۰۰	سو ہتھ[له] رسا سرے تے گنڈھ	سو ہاتھ رسا سرے پر گانٹھ۔
۹۰۱	سو دن چور دا اک دن ساہد دا۔	سو دن چور کا اور ایک روز ساہد کا۔
۹۰۲	سوم جوڑے پلی پلی تے رام رڑھاوے کُپا	شوم چیچہ چیچہ جمع کرے اور خدا کپا ہی اوندھیل دے
۹۰۳	سہے نوں نہیں روندی پیہے نوں روندی ہاں۔	خرگوش کو تو میں نہیں روتی۔ اس بات کو روتی ہوں کہ خرگوش نے میرے گھر کا راستہ معلوم کر لیا

له۔ ہر عمل اور ہر کوشش کا کچھ نہ کچھ اخیر ہوتا ہے۔

۹۰۴	ساری رات بھنی گڑھی جمی انھی۔	ساری رات گڑاہی بیٹی اندھی پیدا ہوئی۔

ش

۹۰۵	شکار دے ویلے کُتی ہگائی۔	شکار کے وقت کتیا ہگنے لگی۔
۹۰۶	شیراں دے موہنہ کِس دھوتے ہیں۔	شیروں کے مُنہ کس نے دھوئے ہیں۔
۹۰۷	شہری یار تے لائی دا انگار برابر۔	شہری یار اور لئی کا کوئلہ برابر ہیں۔
۹۰۸	شادی دی بُکھ تے بیڑی دی دُھپ تے نمبردار دی چُپ بُری۔[۵۱]	شادی کی بھوکھ۔ بیڑی کی دھوپ۔ اور نمبردار کی خاموشی بُری)۔
۹۰۹	شوہ دے سن بھانے تاکملی سیانی۔[۵۲]	خاوند کی پیاری کملی بھی دانا۔
۹۱۰	شناسی دی کُتی وانگوں جس دے بھگوے کپڑے اُسی دے پچھے۔	سیناسی کی کتیا کی طرح جس کے گیروے کپڑے دیکھے اُسی کے پیچھے ہو لی۔
۹۱۱	شکم فقیراں تغار خُدا۔	فقیروں کا پیٹ خدائی تغار۔
۹۱۲	شانہ سڑی گنجی کُد کُد بھنے مہنجی۔	گنجی کود کود چارپائی توڑے۔
۹۱۳	شکل مومناں کرتوت کافراں۔	شکل مومنوں کی کام کافروں کے۔
۹۱۴	شکل چوڑیلاں۔ دماغ پریاں۔	شکل چڑیلوں کی دماغ پریوں کا۔
۹۱۵	شوراحرام تے بوٹیاں حلال۔	شوراحرام اور بوٹیاں حلال۔
۹۱۶	شوماں دی کھٹی کُتے جان گنفا۔	شوموں کی کمائی کتے برباد دیں۔
۹۱۷	شیر مارن تے گدڑ کھاون۔	شیر ماریں اور گیدڑ کھائیں۔

۵۱۔ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں مجبوری کا اظہار کرنا ہو۔
۵۲۔ وہاں بولتے ہیں جہاں خاص مہربانی کا اظہار مقصود ہو۔

نمبر	پنجابی	اردو
۹۱۸	شادی[۵۱] بدخبرا۔	شادی بدخبرا
۹۱۹	شکرخوریاں نوں رب شکر دیندا ہے۔	شکرخوروں کو رب شکر دیتا ہے۔
۹۲۰	شادی غمیں ناں عاشقاں ہونی ہوسوہو	عاشقوں کو شادی غمی برابر جو ہو سو ہو۔
۹۲۱	شتر[۵۲] بے موہار۔	شتر بے مُہار۔

ص

نمبر	پنجابی	اردو
۹۲۲	صحبت دی تاثیر ضرور ہوندی ہے۔	صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔
۹۲۳	صدق دا بیڑا پار۔	سچ کا بیڑا پار۔
۹۲۴	صرفہ کرکے ستی تے آٹا لے گئی کُتی۔	کفایت شعاری کے خیال سے سوگئی اور آٹا کتیا لے گئی

ض

نمبر	پنجابی	اردو
۹۲۵	ضامن دے یاد لا۔	ضامن دے یاد لا۔

ط

نمبر	پنجابی	اردو
۹۲۶	طویلے[۵۳] دی بلا بندر دے گل۔	طویلے کی بلا بندر کے گلے میں۔
۹۲۷	طمع لنگھاتے درکھان وسریا۔	کام ہوگیا تو درکھان بھول گیا۔

حط ۵۱۔ شادی ایک شخص تھا جوکہ ہمیشہ بدخبریں دیا اور لایا کرتا تھا۔ اسواسطے جہاں ایسی صورت کسی کی جانب سے پائی جاتی ہے وہاں شادی بدخبرے کا اطلاق ہوتا ہے۔

۵۲۔ جہاں کوئی شخص بغیر پابندی۔ سوسائٹی۔ اخلاق۔ قانون۔ کے چلن رکھے وہاں اطلاق پاتی ہے۔

۵۳۔ جہاں ایک کا قصور دوسرے کے ماتھے مڑھا جائے وہاں اطلاق پاتی ہے۔

۹۲۸	طمع گناہاں دی نانی ہے۔	طمع گناہوں کی نانی ہے۔
۹۲۹	طوطے وانگوں اکھیاں پھیریاں۔[۵۱]	طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں۔

ع

۹۳۰	عقل نہ شعور تے منسا رام کپور۔[۵۲]	نہ عقل نہ شعور منسا رام کپور۔
۹۳۱	عورت دی کھُری پچھے مت۔	عورت کی عقل ایڑی کے پیچھے۔
۹۳۲	عیدوں بعد تنبا پھوکنا ہے۔	عید کے پیچھے پاجامہ کیا کرنا ہے۔
۹۳۳	عیداں شب راتاں بھری چھٹی۔ ووڑک بچا مویا توں بہنا ہٹی۔[۵۳]	عید شبرات دیا دلایا مولا تم نے آخرہ پر دکان پر ہی بیٹھنا ہے۔
۹۳۴	عاشقاں کمراں بدھیاں تے دلّی ڈھائی کوہ	عاشقوں نے کمریں کسیں اور دلی اڑھائی کوس
۹۳۵	عمراں گذری چکوی چکوے کون نت نال وچھوڑے دے۔	چکوا چکوی کی عمر ہمیشہ جدائی میں گزری۔
۹۳۶	عشق مشک کتھائیں نہیں چھپدا۔	عشق اور مشک چھپا نہیں رہتا۔
۹۳۷	عقل دی مار نہ خبر نہ وچار۔	عقل کی مار نہ خبر نہ شعور۔
۹۳۸	عقلاں بن کھوہ خالی۔	عقلوں کے بغیر چاہ خالی۔
۹۳۹	عید اُوندی جیں روزے رکھے۔	عید اُس کی جس نے روزے رکھے۔

[۵۱] ۔ چونکہ طوطا کسی کا رفیق صادق نہیں ہوتا۔ اس واسطے وہاں اطلاق پاتی ہے۔
[۵۲] ۔ کپور ایک کھتریوں کی ذات بھی ہے اور کپور کے معنی بےشستہ اور عقل مند کے بھی ہیں۔ جب کوئی شخص باوجود بیوقوفی کے ادعائے عقل کرے وہاں بولتے ہیں۔
[۵۳] ۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص باوجود تردد اور محنت کے بھی کسی کام کا ثابت نہ ہو۔

۹۴۰	عمراں گزری دریاواں دی تھاں نال کندھی واہندیاں۔	دریاؤں کی عمر ہمیشہ کناروں سے بہتے ہوئے گزری۔
۹۴۱	عقل دا انھا پر گنڈھ دا پورا۔[51]	عقل کا اندھا لیکن گانٹھ کا پورا۔

غ

۹۴۲	غرض مجنون ہے۔ انتظار موت کنوں بُری ہے۔	غرض سودا ہے۔ انتظار موت سے بُرا ہے۔
۹۴۳	غریب دی چُپ۔ بدلی دی دھپ۔ سُور دی گُھت۔	غریب کی خاموشی۔ بادل کی دھوپ اور سور کی ضرب۔
۹۴۴	غریب دی رن جنے کنے دی بھابی۔	غریب کی عورت ہر ایک بھاوجہ۔
۹۴۵	غریباں روزے رکھے تے دن وڈے آئے	غریبوں نے روزے رکھے اور دن بڑے بڑے آگئے

ق

۹۴۶	قبر کُتے دی غلاف مشرو دا۔	قبر کتے کی اور غلاف مشرو کا۔
۹۴۷	قبر خالی تے ختماں دی بھیڑ۔	قبر خالی اور ختموں کی کثرت۔
۹۴۸	قسمت دا کھٹیا کھاندا ہے۔	قسمت کی وجہ سے کھا رہا ہے۔
۹۴۹	قرضہ اچاون تے گھوڑے دا بھجاون برابر ہے	قرضہ اٹھانا اور گھوڑے کا دوڑانا برابر ہے
۹۵۰	قبر جو لے بچ[52] مردہ بے ایمان۔	قبر جو نہ بچ اور مردہ بے ایمان۔

۵۱۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں کوئی شخص اپنے مطلب کا پورا ہو۔
۵۲۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہو۔

نمبر	کہاوت	اردو
۹۵۱	تبر کتے دی غلاف دریائی دا۔	تبر کتے کی اور غلاف دریائی کا
۹۵۲	قاضی دی دوڑ مسیت تائیں۔	قاضی کی دوڑ مسیت تک۔
۹۵۳	قاضی جی تسیں کیوں روندے ہو شہر دے اندیشے	قاضی جی آپ کیوں روتے ہیں شہر کے اندیشے سے
۹۵۴	قسمت نہ ہوئی اپنی تے ہتھیں آیا کھو ۔	جب اپنی قسمت میں نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے ہی کھویا جاتا ہے

ک

نمبر	کہاوت	اردو
۹۵۵	کانئے گھوڑی چڑھے تے جائیے۔	کانے گھوڑی پر سوار ہو تو تب جانیں۔
۹۵۶	کھڑ کھڑ وڈی رکیباں سنج دیاں۔ چڑھے بہاول خاں وڈایاں سنج دیاں۔	کھڑ کھڑاہٹ بہت اور رکابیں موچ کی۔ بہاولی سوار ہوا بڑائی خواہ مخواہ کی۔
۹۵۷	کھٹو آوے ڈردا من کھٹو آوے لڑدا۔	کمائی کرنے والا ڈرتا آتا ہے اور نکما لڑتا۔
۹۵۸	کھیر دا سڑیا چھاہ پھوک پھوک پیندا ہے	دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک پیتا ہے
۹۵۹	کسبت کولیاں دی مغز فوجداراں دا۔	پیشہ کولیوں جولاہوں کا اور دماغ فوجداروں کا۔
۹۶۰	کھیت بیجا بھنیاں دانیاں دا کاہنوں مت دے تہلے کردا ہیں۔	کھیت تو بھونے ہوئے دانوں سے بویا ہے خواہ مخواہ موت کی منتیں کیوں کرتا ہے۔
۹۶۱	کھٹے نہ کماوے پھلور گلہ کھاوے۔	نہ کام کرے نہ کمائے روٹی اچھی کھائے۔
۹۶۲	کاں کراڑ کتے دا۔ وساہ نہ کھائیں ستے دا	کوے کراڑ کتے کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے اگرچہ سوتا ہی ہو۔
۹۶۳	کاں کراڑ کتے تے۔ پت نہ آئی ستے تے۔	بشرح صدر

لہ - وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں کوئی شخص خواہ مخواہ کسے تردوات میں پڑا ہے

۹۶۴	کاٹھ دی بلی تے کرے میاؤں۔	کاٹھ کی بلی اور میاؤں کرے۔
۹۶۵	کندھوں پار قندھاروں پار۔	دیوار سے پار قندھار سے پار
۹۶۶	کم دا نہ کار دا تے دیگڑا بھنگار دا۔	کام کا نہ کار کا دیگچہ بھگار کا۔
۹۶۷	کنڈ اکڑھاون گئی تے گھنڈی بھنا آئی۔	گلا ملوانے گئی اور ٹینٹوا توڑ وا آئی۔
۹۶۸	کھانہ پی نہ وڈا پیا تھی۔	نہ کھا اور نہ پی یوں ہی بڑھتا جا۔
۹۶۹	کھاوے پیوے سٹ بلائیں اُٹھ نہ سکے چوکے تائیں۔	سات قسم کے کھانے کھائے اور چوکے تک اُٹھ نہ سکے۔
۹۷۰	کھان پیون نوں خینگی۔ نام جپن نوں گنگی	کھانے پینے سے کو اچھی اور خدا کا نام لینے کو گنگی
۹۷۱	کسیرے دی کتی ٹکے دے ٹکرے کھاوے	دھیلہ کی کتیا اور دو پیسے کے ٹکڑے کھائے
۹۷۲	کڑ کڑ کتے تے آنڈے کتے۔	کڑ کڑانا کہیں اور انڈے کہیں۔
۹۷۳	کھولیا بقچہ تے نکلی ستھن۔	بقچہ کھولا اور پاجامہ نکلا۔
۹۷۴	کڑ کڑ وڈی تے آنڈے تھوڑے۔	کڑکڑانا بہت اور انڈے کم۔
۹۷۵	کاغذاں دی بیڑی تے بندر ملاح۔	کاغذوں کی ناؤ اور بندر ملاح۔
۹۷۶	کھوہن نہ کھس تے دندیڑ کا وٹن۔	بنتا بناتا تو کچھ نہیں یوں ہی دانت پیسے
۹۷۷	کیڑی دے گھر نرائن۔	چیونٹی کے گھر میں نرائن (خدا)
۹۷۸	کھائیے رج کے۔ نہیں سوئیے موہنہ کج کے	سیر ہو کر کھائیے ورنہ منہ ڈھانپ کر سوئیے۔
۹۷۹	کھوہ وچ سنڈھا پے گیا نال ہی کھسی کرلو	چاہ میں جاموش گر گیا۔ ساتھ ہی خصی بھی کرو۔
۹۸۰	کھوہ کھٹ دیاں نوں کھاتا تیار۔	چاہ کندہ را چاہ درپیش۔
۹۸۱	کوئی نہیں کہندا کہ میری لسی کھٹی ہے۔	کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است۔

نمبر	پنجابی	اردو
۹۸۲	کوتاہ گردن تنگ پیشانی حرام زادے دی ایہ نشانی۔	چھوٹی گردن۔تنگ پیشانی۔حرام زادہ کی یہ نشانی۔
۹۸۳	کانی اکھ نہ رہندی گجھی۔	کانی آنکھ چھپی نہیں رہتی۔
۹۸۴	کئی پاپڑ مَیں بیل تھکی۔	میں نے کئی پاپڑ بیلے۔
۹۸۵	کن دا کچا اکھیاں دا انھاں۔	کانوں کا کچا آنکھوں کا اندھا۔
۹۸۶	کراڑ ہوکے اُڑ دا تولے ایہ بھی کوئی بھول اے دشمن تھی کے تھیوے اولے گھوے ایہ بھی کوئی بھول اے۔بیوہ پاوے سوہے چولے ایہ بھی کوئی بھول اے۔	دُکاندار ہوکر زیادہ تولے یہ بھی کوئی غلطی ہے۔ دشمن ہوکر پیار کرے یہ بھی کوئی چال ہے۔بیوہ سُرخ کپڑے پہنے اس میں بھی کوئی بھید ہے۔
۹۸۷	کفن دی توفیق نہیں تے مرن دیاں تیاریاں	کفن کی توفیق نہیں اور مرنے کی تیاری۔
۹۸۸	کھٹ جیہی سوت نہیں تے ڈیوے جیہی جوت نہیں۔	چارپائی جیسی کوئی سونے کی جگہ نہیں اور دیا جیسی روشنی نہیں۔
۹۸۹	ککڑ۔کتی۔میمنی کوڑے پتر جنے۔	مرغی۔کتیا۔بکری نکمے بچے دے۔
۹۹۰	کاواں ناؤں بدنام گیرے سنج کریندے	کووں کا نام بدنام ہے فاختائیں اُجاڑا کرتی ہیں
۹۹۱	کراڑ دندالی تے خوجہ پھاوڑہ۔	کراڑ (ساہوکار) دندالی ہے۔خوجہ پھاوڑی۔
۹۹۲	کوڑوں خالی کوئی نہ گھر۔	جھُوٹ سے کوئی گھر خالی نہیں۔
۹۹۳	ککڑ کُٹھی گوانڈن رُٹھی۔	مرغی ذبح کی اور ہمسائی خفا ہو گئی۔
۹۹۴	ککڑ کوں ترسکلے دا ڈنب کافی۔	مرغی کو تنکے کا زخم ہی کافی ہے۔
۹۹۵	کھاوے قصائیں بھونکے سائیں۔	قصابوں سے کھائے اور اپنے مالک کی طرف بھونکے

٩٩٦	کھیر کریں لکھن ور میں۔	دودھ قسمت سے ملتا ہے اور لکھن پسیوں سے
٩٩٧	کھیتی سر سیتی۔	کھیتی سوائے اپنی نگرانی کے نہیں ہوتی۔
٩٩٨	کھیتی کرماں سیتی۔	کھیتی قسمت کی ہے۔
٩٩٩	کندھی تے وسناں تے خواجے نال ویر	دریا کے کنارہ پر بسنا اور خواجہ کے ساتھ بیر
١٠٠٠	کندھی دا ہمسایہ نہ بھکھا نہ ترہایا۔	دریا کے کنارہ کا رہنے والا نہ بھوکا اور نہ پیاسا
١٠٠١	کوڑ دے موہنہ دھوڑ۔	جھوٹ کے منہ میں خاک۔
١٠٠٢	کھاوے گلہ مریچ کلہ۔	تمام کنبہ کھائے اور ایک کمائے۔
١٠٠٣	کالو دھوتے کپڑے کاواں کالے رتیں	کالو نے کپڑے دھوئے کوے سے بھی کالے
	پلائی لسی میں پانی وچوں اگھالے۔	تم نے چھاچھ پلائی اور میں نے پانی میں سے ہی نکھالے
١٠٠٤	کرنی فقیری تے کہیں دلگیری۔	فقیری میں اداسی کیسی۔
١٠٠٥	کڑی پیٹ منڈے کھیت۔	بیٹی پیٹ میں اور بیٹے کھیت میں۔
١٠٠٦	کمی کم دا۔ ٹھکر ڈیپ[٥٤] دا۔	کمیں وہ ہے جو کام کرے ٹھاکر محض نمائشی۔
١٠٠٧	کھٹی دا اک ڈینہ تے وڈھی دی ساری مد	کمائی کا ایک روز اور رشوت کی ساری مدت
١٠٠٨	کنجری کوں ڈیون ریت وچہ پانی برابر ہے	طوائف کو دینا دلانا اور ریت میں پانی ڈالنا برابر ہے
١٠٠٩	کتے دی پوچھ وچھلی پائی ڈنگی دی ڈنگی رہی	کتے کی دم بانسلی میں ڈالی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی۔
١٠١٠	کوئی نہ دیوے اپنا ایہی رو وانہ آوے۔	رونا اسی کا ہے کہ اپنا کوئی امداد نہیں کرتا۔
١٠١١	ککھیں باہ غلاماں دوستی۔	تنکوں کی آگ اور غلاموں کی دوستی۔
١٠١٢	کجل نہ مسواک تے کالی لدھا سوہاگن۔	نہ کاجل اور نہ مسواک کالی سہاگن بن بیٹھی
١٠١٣	کوہ نہ ٹری بابا ترہائی۔	ایک کوس تک بھی نہ چلی اور بابا میں پیاسی ہوں

٥٤۔ ڈیپ (چراغ)

نمبر	پنجابی	اردو
۱۰۱۴	کاواں کولوں ڈھول کدی نہیں وجے	کوّوں سے ڈھول کبھی نہیں بجتے۔
۱۰۱۵	کاواں دے آکھے ڈھور نہیں مردے۔	کوّوں کے کہنے سے مویشی نہیں مرتے۔
۱۰۱۶	کد جمی تے کد سُرگ نوں گئی۔	کب پیدا ہوئی اور کب بہشت کو گئی۔
۱۰۱۷	کل دی بھوتنی سبیاں وچہ ادھ۔	کل کی بھوتنی اور مرگھٹ میں نصف حصہ۔
۱۰۱۸	کوڑھی کوں فتح سنگھ ناؤں۔	نامرد کا نام فتح سنگھ (کوڑھی۔ یعنے جزامی نامرد۔ کم زور)
۱۰۱۹	کماوے کوئی اُڑاوے کوئی۔	کمائے کوئی اور اُڑائے کوئی۔
۱۰۲۰	کھا کھا کے چوتڑ موٹے کیتے ہن۔	کھا کھا کے چوتڑ موٹے کئے ہیں۔
۱۰۲۱	ککڑ۔ کاں۔ کمبو۔ ٹبیلا پالدا۔ جٹ مہیاں سنسار ٹبیلا گالنا۔	مُرغا۔ کوا۔ کمبو قبیلا پالتے ہیں۔ جٹ بھینسا قبیلہ تباہ کرتے ہیں۔
۱۰۲۲	کون جانے پرائی پیڑ۔	بیگانہ درد کون جانے۔
۱۰۲۳	کولیاں دی دلالی وچوں موہنہ کالا۔	کوئلوں کی دلالی میں مُنہ کالا۔
۱۰۲۴	کہے تے گھماری گدھے تے نہیں چڑھدی۔	گھماری کہنے سے گدھے پر نہیں چڑھتی۔
۱۰۲۵	کیا ننگی نہاوے کیا نچوڑے	ننگی کیا نہائے اور کیا نچوڑے۔
۱۰۲۶	کیڑی نوں ٹھوٹھا ای دریا ہے	چیونٹی کو کوزہ ہی دریا ہے۔
۱۰۲۷	کنک کھیت کُڑی پیٹ آ جوایا منڈے کھا	کنک کھیت میں بیٹی پیٹ میں آ ہونا داماد کھاوے
۱۰۲۸	کُمہریاں توں مراواں۔	کمنشوں سے مرادیں۔
۱۰۲۹	کھیتی جٹ دی بازی نٹ دی۔	کھیتی جاٹ کی اور بازی نٹ کی۔
۱۰۳۰	کم اپنو اپنا نری سلام علیک۔	کام اپنا اپنا نری سلام علیک۔

۱۰۳۱	کیڈا کو ہنگل کناں بنیاں ہے۔	کتنا گمراپن کرتا ہے۔
۱۰۳۲	کندھی نال لے دے تے بڈھا نال ٹہوکے	دیوار لپائی سے اور بوڑھا سہارا سے۔
۱۰۳۳	کتی کوں چوئیں لگی ٹنانے کنوں ڈردی	کیتا کو چھوانتی لگی جگنو سے ڈرتی ہے
۱۰۳۴	کھائے من بھاوندا۔ پہنے جگ بھاوندا۔	جو جی میں آئے وہ کھائے اور جیسے سوسائٹی پسند کرے وہ پہنے۔
۱۰۳۵	کھانا کھادا پتل پاٹی۔	کھانا کھایا اور پتل (پتروں کی طشتری) پھٹی
۱۰۳۶	کم نہ جانے حجتاں ڈھیر۔	کام تو جانتا نہیں مگر حجتیں بہت۔
۱۰۳۷	کوٹھے تے کڑی ناں تے اوپر منجا ڈاہ۔	مکان پر تو ایک کڑی ہی نہیں اور کہنا یہ کہ اوپر چارپائی بچھاؤ۔
۱۰۳۸	کھڑ دا گھیو۔ کڑی دا پیو۔ جٹ دا شاہ کجھ وسا ناہیں۔	ابلتا روغن بیٹی کا باپ جاٹ کا ساہوکار ان تینوں کا کوئی اعتبار نہیں۔
۱۰۳۹	کھوٹا پیسہ نے ماڑا پت کویلے کم آوندا ہے	کھوٹا پیسہ خراب بیٹا مصیبت کے وقت کام آتا ہے
۱۰۴۰	کڑم کپتا چنگا۔ گوانڈ کپتا ماڑا۔	فسادی سسرال اچھا۔ ہمسایہ فسادی برا۔
۱۰۴۱	کبیرا تیری جھونپڑی گل کٹیاں دے پاس جو کرن گے سو بھرن گے تم کیوں پھنے اوداس۔	کبیرا تمہاری جھونپڑی مجرموں کے پاس۔ جو کریں گے سو بھریں گے تم کیوں اداس ہو
۱۰۴۲	کھیڈ کھاڈ کے دن ولائے۔ کپڑے پھاٹے گھر نوں آئے۔	دن کھیل کھلا کر پورے کئے۔ کپڑے پھٹے تو گھر کو آئے۔
۱۰۴۳	کراڑ پھاتا پورا تولے۔	بانیا پھنسا ہوا پورا وزن کرتا ہے۔

نمبر	کہاوت	ترجمہ
۱۰۴۴	کھوٹا پیسہ اپنا تے پرکھن والیاں نوں کی دوس	پیسہ تو اپنا کھوٹا صراف پر کیا تہمت۔
۱۰۴۵	کلر کھیت نہ بیجیئے کھیتی کدی نہ ہون بتیاں دے تیتی۔	کھیت ہیں شور اور حد پر کھیتی کی صورت میں کبھی ۳۲ کے ۳۳ نہ ہوں۔
۱۰۴۶	کچھ گیہوں گلے کچھ سنڈھ ڈھلے کچھ چکی منہ راہ۔	کچھ گندم چکی کے گلے ہیں رہ جائے۔ کچھ چکی کے پرزے ڈھیلے۔ اور کچھ چکی ہی خراب۔
۱۰۴۷	کاں کلال کتے دا۔ وساہ نہ کریئے ستے دا	کوے کلال کتے کا اگرچہ سوتا ہی ہو اعتبار نہیں کرنا چاہئیے۔
۱۰۴۸	کل دی فقیرنی دوپہرے دھوآں۔	کل کی فقیرنی اور دوپہر کو دھواں۔
۱۰۴۹	کوٹھی ہتھ نہ لائیں تے گھر بار تیرا۔	کوٹھی کو (دانہ رکھنے کی کلی لٹاری) ہاتھ نہ لگاؤ اور گھر بار تیرا۔
۱۰۵۰	کھان نوں لبھے ناں بوہے تے ڈیوڈھی	کھانے کو ملے نہیں اور دروازہ پر پہرہ۔
۱۰۵۱	کھان پیون نوں قلندر ہچکیاں نوں بندر۔	کھانے پینے کو قلندر اور ہچکیوں کے واسطے بندر
۱۰۵۲	کاغذ دی بیڑی کدتک ترے گی۔	کاغذ کی بیڑی کب تک تیرے گی۔
۱۰۵۳	کھچڑے کھادے پونچا اتردا ہے۔	کھچڑے کھانے سے پنجہ اترتا ہے۔
۱۰۵۴	کوا ہنس دی چال چلیا اپنی بھی بھل گیا	کوا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھول گیا۔
۱۰۵۵	کہنے تھیں بات پرائی ہو جاندی ہے۔	کہنے سے بات پرائی ہو جاتی ہے۔
۱۰۵۶	کرموں کی ریکھ اسٹ ہے۔	قسمت کی رکھیا مٹنے والی نہیں۔
۱۰۵۷	کھلاوندیاں دا نام نہیں ہوندا رواندیاں دا ہوندا ہے۔	کھلانے والوں کا تو نام ہوتا نہیں رلانے والوں کا ہوتا ہے۔

١٠٥٨	کوئی کسی دی قبر وچہ نہیں سوئے گا۔	کوئی کسی کی قبر میں نہیں سوئے گا۔
١٠٥٩	کم خرچ بالا نشین۔	کم خرچ بالا نشین۔
١٠٦٠	کڑی دی کڑی واہدے وے ٹکے۔	بیٹی کی بیٹی اور نائد پیسے۔
١٠٦١	کیا پدی کیا پدی دا شوربا۔	کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔
١٠٦٢	ککھ ہلیا تے چور چلیا۔	تنکا ہلا اور چور چلا۔
١٠٦٣	کالے نہ ہودن بگے بھاویں سو من صابن لگے	سیاہ سفید نہ ہوں اگرچہ سو من صابن لگا لیجاوے
١٠٦٤	کنک نال گھن بھی پس گیا۔	کنک کے ساتھ گھن بھی پسا۔
١٠٦٥	ککڑی کھہ اڑائی تے اپنے سر وچہ پائی۔	مرغی نے خاک اڑائی اور اپنے ہی سر ڈالی۔
١٠٦٦	کالے نوں کانا کہئے ہک وچہ مارے لت ہولی ہولی پچھیئے بابا کیکر گئی اکھ۔	اگر کالے کو کانا کہیں تو چھاتی میں لات مارے آہستہ آہستہ پوچھنا چاہیے کہ بابا یہ آنکھ کس طرح خراب ہوئی۔
١٠٦٧	کاٹھ دی ہانڈی اک مرتبہ چڑھدی ہے	لکڑی کی ہنڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے۔
١٠٦٨	کون کہے رانی اگا ڈھک۔	کون کہے رانی حیا کر۔
١٠٦٩	کتے کو کھیر نہ پچی۔	کتے کو کھیر ہضم نہ ہوئی۔
١٠٧٠	کاٹھ دی بلی ہر کوئی بنا لیندا ہے میاؤں کون کرے۔	لکڑی کی بلی ہر کوئی بنالیتا ہے۔ میاؤں کون کرے۔
١٠٧١	کچی چھوہر آٹا خراب۔	ناتجربہ کار لڑکی اور آٹا خراب۔
١٠٧٢	کام جو کیجئے۔ دات جو دیجئے۔	کام وہی جو کیا جاسکے خیرات وہی جو دی جاسکے
١٠٧٣	کاکا گنیا۔	کاکا گنیا۔ (تجربہ کار عقل مند فنی)

گ

نمبر	پنجابی	اردو
۱۰۷۴	گابے ہل دیا ون ہاتے داندان کوں کوئی نہ پچھے ہا۔	اگر بچھڑوں سے ہل باہا جائے تو بیلوں کو کوئی پوچھے ہی نہیں۔
۱۰۷۵	گھوٹ کوار راضی تے کیا کریسی مُلاں قاضی	خاوند بیوی راضی تو کیا کرے گا مُلا اور قاضی
۱۰۷۶	گُرو جنہاں دے اندھے چیلے ٹرکاؤ۔	جن کے گرو اندھے اُن کے چیلے چلنٹے بددیانت
۱۰۷۷	گھر میں آٹا نہیں پھلکے شوخ پکا دے۔	گھر میں آٹا نہیں اور روٹی مرغن پکائے۔
۱۰۷۸	گھر نہ لبھن ٹاٹیاں باہروں چمن دی بو	گھر میں تو ٹاٹیاں (مچھلی خورد) بھی نہیں باہر سے چمن کی بو
۱۰۷۹	گھر کفن ناں تے مرن دیاں ہوساں۔	گھر میں کفن نہیں اور مرنے کی خواہشیں۔
۱۰۸۰	گھر نہ دانے تے اماں پیہن گئی۔	گھر دانے نہیں اور ماں پیسنے گئی ہے۔
۱۰۸۱	گھوڑے کو تلا۔ رن کو کھلا۔	گھوڑے کو گھاس اور عورت کو (کھلا) جوتا یعنی ڈانٹ۔
۱۰۸۲	گھر دا پیر چُلھ دا وٹا۔	گھر کا پیر اور چولھے کا بٹہ۔
۱۰۸۳	گھروں میں آواں تے سینہے ایہ دے۔	گھر سے میں آؤں اور پیغام یہ دے۔
۱۰۸۴	گُرو جنہاں دے ٹپنے چیلے جان چھڑپ	جن کے گرو کودتے ہیں اُن کے چیلے چھلانگیں لگاتے ہیں
۱۰۸۵	گالیں کرے من بھاونیاں گھیو نہ گھتے مول	باتیں دل چسپ کرے اور گھی اصلاً نہ ڈالے
۱۰۸۶	گنڈھ نہ پلّے بھیڑو آکڑ آکڑ چلے۔	پاس تو کچھ نہیں اور بے شرم اکڑ اکڑ چلتا ہے
۱۰۸۷	گھگھرا گل وچ تے عاقبت بخیر۔	لہنگا گلے میں اور عاقبت بخیر۔
۱۰۸۸	گھر قصائی دا تے نام دھرم سال۔	گھر قصاب کا اور نام دھرم سال۔
۱۰۸۹	گھر تند نہ تانی تے جولاہیاں نال ڈانگو ڈانگی	گھر میں سوت نہیں اور جولاہے سے جھگڑا (ڈانگ یعنی لاٹھی)

۱۰۹۰	گھر ڈانگ ناں تے میری بندوق چائی آویں	گھر میں تو لاٹھی بھی نہیں اور کہنا یہ کہ میری بندوق اُٹھا لانا۔
۱۰۹۱	گھنٹا روک تے سونا پیلا۔	لینا نقد اور سونا یک پہلو پر۔
۱۰۹۲	گھر وچ کتا نہیں تے نام بہادر خاں۔	گھر میں کتا بھی نہیں اور نام بہادر خاں۔
۱۰۹۳	گھوڑا تے چھوڑا ہتھ پھیریاں وددھا ہے۔	گھوڑا اور دُبل ہاتھ پھیرنے سے بڑھتا ہے۔
۱۰۹۴	گدھاں کی جانے گل قند دا سواد۔	گدھا گل قند کا مزہ کیا جانے۔
۱۰۹۵	گدڑ در اکھ نہ اپڑے تھو کوڑی۔	گیدڑ انگور تک تو پہنچ نہ سکے اور کہے یہ کوڑا ہے
۱۰۹۶	گھر ٹوپہ باہر ہوکا۔	گھر میں تو صرف ایک ٹوپا (ایک وزن غلہ) بھی نہیں اور باہر منادی۔
۱۰۹۷	گھر چھپری مال بھیڈ بکری۔ پتر اوہ جیہڑھا ویلے پکڑی۔	گھر چھپری مال بھیڑی اور بکری۔ بیٹا وہ جو وقت پر کام آئے۔
۱۰۹۸	گھر کوٹھے۔ مال اوٹھا۔ پُتر جیٹھا۔	گھر مکان۔ مال شتری۔ بیٹا پہلوٹی کا۔
۱۰۹۹	گاہلیں مفت دیاں تے ٹکے وے موٹھ۔	باتیں مفت کی اور ٹکے کے موٹھ۔
۱۱۰۰	گدڑ والہ پروانہ۔	گیدڑ والہ پروانہ۔
۱۱۰۱	گڑ وچ رنبہ۔	گوڑ میں کھُرپا۔
۱۱۰۲	گھیئو پیا تھال نہ مہنا نہ گال۔	گھی رکاب میں پڑا نہ طعنہ اور نہ دشنام
۱۱۰۳	گھر دا مُلاں تے چلھے دا وٹہ۔	گھر کا ملا اور چولھے کا باٹ۔
۱۱۰۴	گلڑ ناں الفت تے گٹے پلیت۔	کتے کے بچہ سے الفت اور ٹخنے پلید۔
۱۱۰۵	گھر ہووے رجی تے باہروں آوے تھالی کجی	اگر گھر میں فارغ البالی ہو تو باہر بھی رکابی معہ سرپوش

۱۱۰۶	گھوڑے نوں ہتھ لایا تے سارا ٹبر تہایا۔	گھوڑے کو ہاتھ لگایا اور سب کنبہ پیاسا۔
۱۱۰۷	گند پھولیاں بو آویگی۔	نجاست سے بو ہی آتی ہے۔
۱۱۰۸	گھر دی ادھی باہر دی ساری ناوں اچھی	گھر کی نصف باہر کی سالم سے اچھی ہے۔
۱۱۰۹	گھیو دے چراغ جل رہے ہن۔	گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔
۱۱۱۰	گھروے پیراں نوں تیل دے مرنیڈے۔[٥٤]	گھر کے پیروں کو تیل کے مرنیڈے۔
۱۱۱۱	گھروں جائے کھکے اگوں ملن پکے	گھر سے کھا کر جائیں تو آگے پکی ہوئی ملیں
۱۱۱۲	گاں نہ وچھی نیندر کریسوں اچھی۔	نہ گائے اور نہ بچھیا مزے سے نیند آئے گی۔
۱۱۱۳	گھر میں گھی نہیں تے پھلکے تر پکا۔	گھر میں گھی نہیں اور روٹیاں مرغن پکا۔
۱۱۱۴	گھگھرا رنگیا نہیں ماسی مبارک اے۔	لہنگا رنگا نہیں اور ماسی مبارک ہو۔
۱۱۱۵	گاں ملے نہ ملے ماسی دودھ دیئیں۔	چاہے گائے دو ہی جاے نہ دو ہی جائے ماسی دودھ دے
۱۱۱۶	گھر نہ ہووے کم تاں ملکانی ویڑھے وج	اگر گھر میں کام نہ ہو تو ملکوں کے گھر میں جاؤ۔
۱۱۱۷	گھلی وا سارے جہان کوں لگے۔	چلتی ہوا سارے جہان کو لگتی ہے۔
۱۱۱۸	گنجی کیا دھووے کیا نپیڑے۔	گنجی کیا دھوئے اور کیا نچوڑے۔
۱۱۱۹	گھروچ بوٹی نہیں ناؤں باغ شاہ۔	گھر میں لوٹی نہیں اور نام باغ شاہ۔
۱۱۲۰	گذریا وقت نہ پھر ہتھ آوے مکھی وانگوں حسرت کھاوے۔	گیا وقت پھر آتا نہیں مکھی کی طرح افسوس کرے
۱۱۲۱	گھیو کھاوے شکر نال دنیا کماوے مکر نال	گھی شکر سے کھانی چاہئے اور دنیا مکر سے کمائے
۱۱۲۲	گل گئے گلشن گئے۔ جنگلی دھتورے رہ گئے۔ عاقل گئے دانا گئے۔ بس بے شعورے رہ گئے	گل و گلشن بھی نہ رہے۔ جنگلی دھتورے رہ گئے عاقل اور دانا بھی نہ رہے۔ بے شعورے رہ گئے۔

٥٤۔ کتکھڈ کے پھوٹے ہوئے دانوں میں اگر ملایا جائے تو اس کو مرنیڈے کہتے ہیں۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۱۲۳	گڑ کھائے لک چھپ کے۔	گڑ چھپ چھپا کر کھانا چاہئے۔
۱۱۲۴	گنجے نوں خدا ناخن نہ دیوے۔	گنجے کو خدا ناخن نہ دے۔
۱۱۲۵	گھوڑیاں نسیاں اک باگیاں۔	گھوڑیاں سرپٹ دوڑیں۔
۱۱۲۶	گھر میں دانہ نہیں چکی پر ڈھاکو ڈھاک۔	گھر میں غلہ نہیں چکی پر زور۔
۱۱۲۷	گوہے نال شکار مارنا۔	اوپلے سے شکار مارنا۔
۱۱۲۸	گدڑ دی موت آوے تاں گدھیلے دی منی نال کھہندا ہے۔	گیدڑ کی موت آتی ہے تو گیدڑی یعنے گیدڑ مارنے والوں کے کیلہ سے بدن رگڑتا ہے۔
۱۱۲۹	گھی گڑ تیرا۔ پھوک لسنتر میرا۔	گھی گڑ تیرا پھونک لسنتر میرا۔
۱۱۳۰	گدڑ نوں کیہا تیرا گوہ نہ چاہیدا ہے۔ کہن لگا یار پہاڑیں ہگدے ہوندے ہیں۔	گیدڑ کو کہا تمارا گوہ چاہئے۔ کہنے لگا ہم پہاڑوں میں ہگا کرتے ہیں۔
۱۱۳۱	گھی بناوے سالناں بڑی بہو داناؤں۔	گھی سے سالن بنے اور بڑی بہو کا نام
۱۱۳۲	گلیں باتیں میں بڑی کرتوتن بڑی جھجھانی۔	باتوں میں بڑی اور کرتوتوں میں بڑی بہو
۱۱۳۳	گون بھناوے جوں بھاویں لگا ای ہون	غرض جو بھنواتی ہے چاہے تر ہی ہوں۔
۱۱۳۴	گنجا کی دہراوندا نائیاں دا۔	گنجے کو نائیوں کی کیا پرواہ۔
۱۱۳۵	گل پیا ڈھول بجاؤنا پیندا ہے۔	گلے پڑا ڈھول بجانا پڑتا ہے۔
۱۱۳۶	گھتی چڑی گلیلے کھائے۔	پر شکستہ چڑیا غلیلے کھائے۔
۱۱۳۷	گھر دی ککڑی دال برابر۔	گھر کی مرغی دال برابر۔
۱۱۳۸	گھماری اپنا ای بھانڈا سلاہوندی ہے	گمہاری اپنے ہی برتن کی تعریف کرتی ہے۔
۱۱۳۹	گڑ گیا خدا دے پاس اس بھی کھا لیا۔	گڑ خدا کے پاس گیا تھا فریاد کے واسطے اس نے بھی کھا لیا

نمبر	پنجابی	اردو
۱۱۴۰	گھڑی گھنٹا سو کوہ تے جا پیندا ہے۔	ایک دفعہ کا فریب زدہ سو کوس پر جا پڑتا ہے۔
۱۱۴۱	گئی سی تھ گھڑاون نوں نک بڈھا کے آگئی	نقلی بنوانے کے واسطے گئی تھی ناک کٹا کر آئی
۱۱۴۲	گھر دی اِٹ ناں ناؤں منڈے دا ملکھی	گھر کی ایک اینٹ بھی نہیں اور بیٹے کا نام ملک
۱۱۴۳	گئی سی پُت دی گنڈی ملاون خصم دی گانڈ نکل گئی۔	بیٹے کا ٹنیٹو املوانے گئی تھی خاوند کی ہوج نکل گئی۔
۱۱۴۴	گدوں دی گون مالی دا اُچھلیکا۔	گدھے کی صرف ایک گون (چھوٹ) اور مالی کا (ایک وزن ـ من کا) فرق۔
۱۱۴۵	گھر دی جگہ ناں میاں محلہ دار۔	گھر کی جگہ نہیں اور میاں محلہ دار۔
۱۱۴۶	گھر دی کوٹھری ناں منجا تھے اندر۔	گھر کی کوٹھڑی نہیں اور چارپائی تہ خانہ کے اندر
۱۱۴۷	گھر لگے تاں اگ باہر لگے تاں بسنتر۔	گھر میں لگے تو آگ اور باہر لگے تو بسنتر دیوتا۔
۱۱۴۸	گہنے دا شاہ۔ بیٹے دی کُڑمائی۔ کلی احسان نہیں ہے۔	زیور پر قرضہ بیٹے کی منگنی کوئی احسان نہیں ہے۔
۱۱۴۹	گوجروں پرے اوجڑ۔ اوجڑوں پرے اُجاڑ جتھے گوجر ویکھئے اُتھے سٹّیے مار۔	گوجر سے بڑھکر ویرانہ۔ ویرانہ سے بڑھکر اُجاڑ جہاں پر گوجر دیکھیں وہیں مارنا چاہئے۔
۱۱۵۰	گھا گھماڑیوں پرشاد لنگروں۔	گھاس موسل سے اور پرشاد (کھانا) لنگر میں سے
۱۱۵۱	گھیو دی بوند نہیں تے ناؤں روغن جوشیا	گھی کا تو قطرہ نہیں اور نام روغن جوش۔
۱۱۵۲	گھسن نیڑے کہ خدا۔	مکا نزدیک کہ خدا۔
۱۱۵۳	گھر دے بھیتی لنکا ڈھائی ہے۔	گھر کے بھیدی نے لنکا ڈھائی ہے۔
۱۱۵۴	گئے نماز بخشواون روزے گل پئے گئے۔	نماز بخشوانے گئے اور روزے گلے پڑ گئے۔

۱۱۵۵	گلاں کرن نوں ہی بنیاں ہن۔	باتیں کرنے کے واسطے ہی بنی ہیں۔
۱۱۵۶	گو نہ کھادیاں کال نہیں نکلدا۔	گو کھائے کال نہیں نکلتا ہے۔
۱۱۵۷	گودڑیاں وچہ لعل۔	گدڑیوں میں لعل۔
۱۱۵۸	گدوں سیتا نہیں گھمار کپتا نہیں۔	گدھا شریر ہے گمہار شریف۔
۱۱۵۹	گوڈیاں تے اُٹھ نہ سکاں تے میرے نو بکھرے	گھٹنوں سے اُٹھ نہ سکوں اور میرے وحصے یا بجزے
۱۱۶۰	گھر پکیاں تے باہر بھی پکیاں۔	گھر میں روٹیاں پکیں تو باہر بھی پکیں۔
۱۱۶۱	گھر پکدیاں دے سبھے انگ ساک۔	گھر میں پکتیوں (روٹیاں) کے سب رشتہ دار ہیں
۱۱۶۲	گنگا نہا کے پاک نہ ہووے بھاویں سو سو غوطے کھاوے۔	گنگا میں نہا کر پاک نہ ہو چاہے سو سو غوطے کھائے۔
۱۱۶۳	گدڑی ہولی رحمت اللہ کھیڈے۔	گدڑی ہولی رحمت اللہ کھیلے۔

ل

۱۱۶۴	لکھے لیکھ مٹاوے کون۔	قسمت کا لکھا کون مٹائے۔
۱۱۶۵	لالو پتو پڑھو نکاح۔ رہ نہ آوے سکے بہن بھرا	للو پتو نکاح پڑھو سگے بہن اور بھائی باوجود رشتہ دار ہیں
۱۱۶۶	لیلا گدا اُن کوں ہتوں چرے کپاہ۔	بھیڑی کا بچہ اُن کے واسطے لیا وہ اُلٹا کپاس چرتا ہے
۱۱۶۷	لکھ کھیٹیا ڈومنی جے ڈوم سلامت آیا۔	ڈومنی نے لاکھ پایا جو ڈوم سلامت آیا۔
۱۱۶۸	لڑن سان پسیجن بوٹے۔	سانہڈ لڑیں اور جھاڑیوں کی تباہی۔
۱۱۶۹	لگا تیر نہیں تکہ۔	اگر لگ گیا تو تیر ورنہ تکہ۔
۱۱۷۰	لک بدھا اروڑیاں تے منا کوہ لاہور۔	اروڑوں نے کمر باندھی اور پونا کوس لاہور۔

۱۱۷۱	لوٹے وچہ دانے، کدن کٹانے۔	کوزے میں دانے اور کٹانے (وہ چوہڑے جو مسلمان ہوچکے ہیں) کودیں۔
۱۱۷۲	لکھ مرے لکھ پال نہ مرے۔	لاکھ مرجائے لیکن لاکھوں کا خبر گیر نہ مرے
۱۱۷۳	لکھ لاکھیں یا لکھ بٹا کیں یا لکھ سل نہ دیں	لاکھ یا تو لکھ پتیوں کے پاس ہوتا ہے اور یا گپ بازوں کی زبان پر یا خشت پزوں کی تنما میں
۱۱۷۴	لوہار جانے انگیار جانے پھوکن والے دی بلا جانے	لوہار جانے کوئلہ جانے پھوکنے والے کی بلا جانے۔
۱۱۷۵	لڑائی پچھوں گھسن یاد آیا ہن اپنے سر وچہ مارے۔	بعد از جنگ مشت یاد آمد بہ کلہ خود باید زد۔
۱۱۷۶	لیکھا ماواں دھیاں۔	حساب ماں اور بیٹی کا بھی ہوتا ہے۔
۱۱۷۷	لگیاں دی لاج رکھیں۔	ہاتھ پکڑے کی لاج ہونی چاہئے۔
۱۱۷۸	لتھی چڑھی نہ جاندا ہیرا مصری بے پرواہ	ہیرا مصری (ایک نام) بے پرواہ نشیب و فراز نہیں جانتا
۱۱۷۹	لگی نہ دیائی کیا جانے پیڑ پرائی۔	نہ حاملہ ہوئی اور جنی بیگانی تکلیف کیا جانے
۱۱۸۰	لڑدیاں دے چھیکڑتے بھجدیاں دے موہرے	لڑتوں کے پیچھے اور بھاگتوں کے پہلے۔
۱۱۸۱	لسی دیوے ناں بے۔ لے مکھن دی دیوین	چھاچھ تو دیتی نہیں بی بی مکھن بھی دینا۔
۱۱۸۲	لنگڑا ٹٹو لاہور دا دائیا۔	لنگڑا ٹٹو لاہور کا عزم۔
۱۱۸۳	لونگی کتی جلیبیاں دی راکھی۔	لونگی (نام) کتیا جلیبیوں کی نگراں۔
۱۱۸۴	لاڑے دے بغیر جنج کس کم دی۔	دولہا کے بغیر برات کس کام کی۔
۱۱۸۵	لڑکیاں بادشاہاں دے گھر نہ سماندیاں	بیٹیاں بادشاہوں کے گھر بھی نہیں رہتی ہیں
۱۱۸۶	لتوں لنگی تے ولایت دا دائیا۔	لات سے لنگڑی اور ولایت کا ارادہ۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۱۸۷	لڑکا بغل میں ڈھنڈورہ شہر میں۔	لڑکا بغل میں اور منادی شہر میں۔
۱۱۸۸	لہو لا کے شہیداں وچہ ل گیا۔	لہو لگا کر شہیدوں میں ملا۔
۱۱۸۹	لہو دیکھ کے جوک لگدی ہے۔	جوک لہو دیکھ کر ہی لگتی ہے۔
۱۱۹۰	لمبے آدمی دی عقل گٹیاں وچہ ہوندی ہے۔	لمبے آدمی کی عقل ٹخنوں میں ہوتی ہے۔

م

نمبر	پنجابی	اردو
۱۱۹۱	ماں دھارے آپ نہ چارے جھک مارے	جو چرواہا خود مال نہ چرائے جھک مارے۔
۱۱۹۲	مندھری چھگڑی سیھے گتے وٹ۔ گھوڑیاں ایہ صفاتاں ناریں چوڑ چیٹ۔	پستہ قد پیشانی پر شکن گھوڑیوں کی یہ صفتیں ہیں اور عورتوں کے واسطے عیوب۔
۱۱۹۳	ماں مریڈی پیو تندولا۔ پتر کیسر دی جڑھ	ماں (مریڈی ایک بوٹی) باپ (تندولا ایک بوٹی) بیٹا کیسر کی جڑھ۔
۱۱۹۴	ماماں گواہ تے بھیڈاں اپنیاں۔	ماموں گواہ اور بھیڑیں اپنی۔
۱۱۹۵	ماں بھٹیاری پتر اکڑ کھاند۔	ماں بھٹیاری اور بیٹا اکڑ باز۔
۱۱۹۶	موہنہ مومناں کرتوت شیطاناں۔	منہ مومناں اور کرتوت شیطاناں
۱۱۹۷	مینجھیں گھر ویاماں گھوڑے گھر سلطاناں	بھینسیں بہادروں کے گھروں میں اور گھوڑے بادشاہوں کے ہاں۔
۱۱۹۸	متیں دیندی بھیناں کوں آپ رُدھی دیندی آپ	اوروں کو نصیحت کرے اور خود فضیحت میاں
۱۱۹۹	ماں مرگئی رکھا تے دھی دا ناں دہی۔	ماں مرگئی بیوست سے اور بیٹی کا نام دہی۔
۱۲۰۰	میں تے لکھنا ہاں نمبرداری ہنر لکھن دیندی	میں تو آتا ہوں نمبرداری نہیں آنے دیتی۔

۱۲۰۱	مناں تے دیوی نہیں تاں پتھر۔	مانوں تو دیوی ورنہ پتھر۔
۱۲۰۲	منڈے۔ رول۔ رناں تینوں اُجاڑے دا بناں	لڑکے۔ راول۔ عورتیں ہر سہ خرابی کا موجب
۱۲۰۳	منگ پن کے گہنے پائے ساہوکار دی رن سدائے	گداگری کرکے زیور ڈالا اور ساہوکار کی بیوی کہلائی
۱۲۰۴	مان پنا ہیت پُتر فتح خاں۔	ماں پسن ہاری اور بیٹا فتح خاں۔
۱۲۰۵	ماں جنیندی پتر رسے بھاگ نہ دیندی ونڈ	ماں بیٹے جنتی ہے قسمت کی تقسیم نہیں کرتی
۱۲۰۶	میتاں بنیاں نال تے اندھی اگوں آ گئے	سیتیں بنی ہی نہیں اور اندھے پہلے سے ہی آ گئے
۱۲۰۷	ماں موئی گندیاں دے بھار نال تے دھی دا ناں نچی	ماں مرگئی گدڑیوں کے بوجھ سے اور بیٹی کا نام نچی
۱۲۰۸	ماں پنے تے پُتر گھوڑا گھنے۔	ماں گداگری کرے اور بیٹا گھوڑا خریدے۔
۱۲۰۹	ماں مرگئی نہیوں نے تے دھی داناں تھندی	ماں خشکی کے مارے مرگئی اور بیٹی کا نام تر
۱۲۱۰	مُلاں چور تے بانگا گواہ۔	ملا چور اور موذن گواہ۔
۱۲۱۱	ماں ملے مسافراں دا آٹا تے پتر کچھیاں مارے	ماں مسافروں کا آٹا گوندھے اور بیٹا خوش ہو (کچھاں مارنا خوش ہونا۔
۱۲۱۲	موہنہ ملاں دا۔ اکھیں چور دیاں۔	مُنہ ملا کا اور آنکھیں چور کی۔
۱۲۱۳	مال ماڑی والے دا تے سدھو دی سراں	مال ماڑی والے کا اور سدھو کی سرائے۔
۱۲۱۴	ماں مرگئی گوہے چُندی۔ دھی دا ناں بخت بھری۔	ماں اوپلے چنتی مرگئی اور بیٹی کا نام بخت بھری
۱۲۱۵	مرگئے اشناک تے تروڑے کوں ہنڈیسی	نازک دماغ مرگئے اب تروڑی (سرکنڈہ) کون استعمال کریگا
۱۲۱۶	مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود۔	مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود۔
۱۲۱۷	میاں میوں جانے نہیں تے کھڑا نچاوے ٹٹو	میاں مجھی جانے نہیں اور کھڑا ٹٹو کودتا ہے۔

۱۲۱۸	مُنڈھ اُتے رنبہ۔ چنڈیا کم آوندا ای۔	لڑکا اور کھرپا تیز کیا ہی کام آتا ہے۔
۱۲۱۹	مُنڈیاں نال یارانہ ناں عصمت بی بی	لڑکوں سے یارانہ اور نام عصمت بی بی۔
۱۲۲۰	مرمر بڈھی گیتڑے گاویں تے لوکاں بھانے ویاہ	مرتی مرتی بوڑھیا گیت گائے اور لوگوں کے خیال میں بیاہ ہے۔
۱۲۲۱	ماں ماں میں ڈگدا ہاں۔	ماں ماں میں گرتا ہوں۔
۱۲۲۲	میں نہ جمدی تے کتھے ویاہیدا۔	اگر میں نہ پیدا ہوتی تو تماری شادی کہاں ہوتی۔
۱۲۲۳	مچھیں شورا لگ گیا۔	موچھوں سے شورا لگ گیا۔
۱۲۲۴	ماں پیو دا جایا نہ لکھیں نہ ہزاریں۔	بہن بھائی ہزاروں لاکھوں کو بھی نہیں ملتے۔
۱۲۲۵	منگی سی[1] ہیٹھاں نوں تے مل گئی اُتے نوں	سوار ہونے کے واسطے مانگی تھی سر پر اُٹھانے کو ملی
۱۲۲۶	ماڑے جٹ کٹورا لبھا۔ پانی پی پی آپھریا۔	غریب جاٹ کو پیالہ ملا پانی پی پی پھول گیا۔
۱۲۲۷	مردہ بولے تے کفن پاڑے۔	مردہ بولے تو کفن پھاڑے۔
۱۲۲۸	مفت دی شراب قاضیاں بھی نہیں چھڈی	مفت کی شراب قاضیوں نے بھی نہیں چھوڑی
۱۲۲۹	مامے دے کنے بیر بلیاں۔ بھینوا اکڑیا پھرے	ماموں کے کانوں میں بالیاں بھانجہ خواہ مخواہ اکڑتا پھرے
۱۲۳۰	مندا کتا خصمے گال۔	خراب کتا مالک کی بدنامی۔
۱۲۳۱	مویاں پچھے ڈوم راٹے۔	مرنے کے بعد ڈوم رانے۔
۱۲۳۲	مایا کوں مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ۔	دولت کو دولت لمبے ہاتھ کر کر ملتی ہے۔
۱۲۳۳	مال گائیں رعیت ارائیں۔	مویشی میں سے گائے اور رعیت میں سے ارائیں
۱۲۳۴	مُلاں ناں قاضی تے بستی آپ سرادی۔	نہ مُلا اور نہ قاضی بستی خود بخود ہی آباد۔
۱۲۳۵	مونہہ نوں لتھی لوئی کیا کریسی کوئی۔	جب شرم ہی اُٹھ گئی تو کوئی کیا کرے گا۔

[1]۔ شان نزول اس کا یہ ہے کہ کسی میراسی نے کسی امیر سے سوار ہونے کے واسطے گھوڑی مانگی تھی۔ امیر نے گھوڑی ایسی دی جو رستہ میں بباعث لنگڑا ہونے کے چل نہیں سکتی تھی۔ میراسی نے تنگ ہو کر کہا کہ گھوڑی سواری کو مانگی تھی۔ اب اٹھانی پڑی۔

۱۲۳۶	مویاں دے موہنہ پسیلے۔	مرنے کے بعد مُردے کی پرواہ نہیں ہوتی۔
۱۲۳۷	موہاں کوں ملاحظے سراں کوں سلام۔	مُنہ کا ملاحظہ۔ سروں کو سلام۔
۱۲۳۸	مینجھ گاں دھن دی۔ دھی بھین جن دی	بھینس اور گائے نسل کی اور بیٹی و بہن خاندان کی۔
۱۲۳۹	ماں جیہی ماسی کندھ ایرے تے آسی۔	ماں جیسی ماسی دیوار نیو پر ہی آئے گی۔
۱۲۴۰	ماں نہ بھین تے کون کرے وین۔	نہ ماں اور نہ بہن بین کون کرے۔
۱۲۴۱	ماں روئے دھی کیتے دھی روئے یار کیتے	ماں روئے بیٹی کے لیئے اور بیٹی روئے یار کے لیئے۔
۱۲۴۲	موئی ڈریا موت توں اگے موت کھڑی	موئے موت سے ڈرا موت آگے ہی کھڑی
۱۲۴۳	موہنہ وچہ گُڑ اندر وچہ کُڑ۔	مُنہ میں گُڑ (شیریں زبانی) اندر دھوکہ۔
۱۲۴۴	موہنہ کھاوے تا اکھ لجاوے۔	مُنہ کھائے اور آنکھ شرمائے۔
۱۲۴۵	میری دال نہ گلی۔	میری دال نہ گلی۔
۱۲۴۶	ملدیاں دے ساک تے واہندیاں دیاں بھوں	ملتوں کی رشتہ داری اور تردد کی زمین۔
۱۲۴۷	موہنہ اُتے ہوائیاں اُڈن لگیاں۔	حواس باختہ۔
۱۲۴۸	موت دا دروازہ کھلا۔	موت کا دروازہ کھلا ہے۔
۱۲۴۹	ماں مولی پے پیاز پُت کیسر دی تری۔	ماں مولی باپ پیاز بیٹا کیسر کی پنکھڑی۔
۱۲۵۰	مرزا مرگیا سارنگی تے نہیں ٹٹ گئی۔	مرزا مرگیا سارنگی تو نہیں ٹوٹی۔
۱۲۵۱	منڈھ پکے غریب دا سپاند سکے بادشاہ دا	پانی کے قریب تر کھیتی غریب کی بھی پک جائے اخیر بادشاہ کی بھی خشک ہو جائے۔
۱۲۵۲	مٹی کوں مکھیاں ڈھیر تے مکھیاں کوں مٹیاں ڈھیر	مٹکی کو مکھیاں بہت اور مکھیوں کو مٹکیاں بہت۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۲۵۳	مار نہ کٹ تے آندر چاگھٹ	نہ تنگ کرو نہ مارو خاموشی سے کام لو۔ (یا انتڑی ہی دبا دو)
۱۲۵۴	مقدمہ دا خرچ تے دریا دا بَندہ برابر ہے۔	مقدمہ کا خرچ اور دریا کا بند برابر ہے۔
۱۲۵۵	ماگھگی پیو کبوتر۔ پُتر حق سرہؑ۔	ماں فاختہ باپ کبوتر بیٹا حق سرہ۔
۱۲۵۶	مارڑے دی ماں کچھ بیٹھی روے۔	غریب کی ماں گوشہ میں بیٹھی روئے۔
۱۲۵۷	سوت نہ ہرگز مرنوں موڑے توڑے پنجرا لوہے دا جوڑے۔	موت کبھی رک نہیں سکتی اگرچہ کوئی لوہے کے پنجرے میں ہی ہو۔
۱۲۵۸	مونہہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا۔	نہ شکل نہ صورت پہاڑ سے جن نکلا۔
۱۲۵۹	ماں بھٹیاری پتر فتح خاں۔	ماں بھٹیاری بیٹا فتح خاں۔
۱۲۶۰	مارے ماں نہ مارن دیوے۔	ماں خود تو مار لیتی ہے۔ اوروں کو نہیں مارنے دیتی
۱۲۶۱	مینگلا وسے پھگن چیت ان نہ ماوے کھیت	اگر بارش ماہ پھاگن او چیت میں ہو تو غلہ کثرت سے ہوتا ہے
۱۲۶۲	میاں مویا قضا نال بیوی کیوں مری رضا نال	شوہر تو قضا سے مرگیا بیوی کیوں مری رضا سے
۱۲۶۳	میاں مویا مہابہ چُکا۔	میاں مرا اور منہ ملاحظہ گیا۔
۱۲۶۴	مارنے والے نالوں بچانے والا ڈاڈھا ہے	مارنے والے سے بچانے والا زبردست ہے۔
۱۲۶۵	مرنا مول تے جیون لاہا۔ وچہ دیگری گھاٹا۔	مرنا اصل اور جینا زائد فکر میں رہنا نقصان ہے
۱۲۶۶	مکھن کھاندیاں کسے دے دند ٹُٹدے ہن۔	مکھن کے کھانے سے کسی کے دانت نہیں ٹوٹتے۔
۱۲۶۷	ماں ڈین ہووے تے پتاں نوں نہیں کھاندی	ماں اگر ڈاین ہو تو بیٹوں کو نہیں کھاتی۔
۱۲۶۸	سنڈے دا چج مان دا ج	بیٹے کا بہانہ ماں کی شکم پری۔
۱۲۶۹	ماپیاں دیاں گالاں گھی دیاں نالاں	والدین کی گالیاں گھی کی نالیں۔

۱۲۷۰	ماڑی دھاڑ چماٹڑی اوپر	کمزور دھاوا چمروٹی پر۔
۱۲۷۱	مرے نوں مارے شاہ مدار	مرے کو مارے شاہ مدار
۱۲۷۲	من حرامی حجتاں ڈھیر۔	من حرامی حجتیں وافر۔
۱۲۷۳	میاں بیوی راضی تے کیا کریگا قاضی۔	میاں بیوی راضی تو قاضی کیا کرے گا۔
۱۲۷۴	منگن گیا سو مر رہیا مرے سو منگن جا	جو مانگنے گیا وہ مرگیا جو مرگیا سو مانگنے جائے۔ (مرنے سے مراد فلاکت زدہ)
۱۲۷۵	مہیں گھوڑے دا ویر۔	بھینس اور گھوڑے کا بیر ہے۔
۱۲۷۶	موہنہ نیلا۔ کالے پیر۔ ناں اشناک بی بی	منہ نیلا کالے پاؤں نام ہوشناک بی بی
۱۲۷۷	مارنی سن تے رام دا آسرا۔	نقب زنی کرنی اور نام رام کا آسرا۔
۱۲۷۸	منگی بلبل کڈھ دکھلایا چکی راہا۔	بلبل مانگی اور کھٹ بڑھئی (ہدہد) دکھا دیا۔
۱۲۷۹	ماں نالوں دھی سیانی۔ رِدھے پکے پاوے پانی۔	ماں سے بیٹی دانا پکے پکائے میں پانی ڈالے
۱۲۸۰	مہیں نہیں ہاندی تے کٹے دیاں لتاں بھنو	اگر بھینس دودھ نہیں دیتی تو کٹہ (بچہ بھینس) کی ٹانگیں توڑ دو۔
۱۲۸۱	ماں مرگئی گرمی نال۔ دھی داناں سونف کاسنی۔	ماں گرمی سے مرگئی اور بیٹی کا نام سونف کاسنی۔
۱۲۸۲	ماں مرگئی انبوں کھونوں دھی داناں باکھڑیاں۔	ماں نے آم دیکھے نہیں اور بیٹی کا نام باکھڑیاں (باکھڑیاں آموں کے نزدیک)
۱۲۸۳	مرد نوں چکی۔ عورت نوں راہ۔ تے جھوٹے	مرد کو چکی۔ عورت کو سفر۔ جا موش کو

	نوں گاہ۔ تیناں وچوں اک بات نہیں اچھی	گاہ تینوں تکلیف دہ
۱۲۸۴	مکھن پیندیں کوئی سیندھ سڑدی اے۔	مکھن کے لگانے سے مانگھ نہیں جلتی۔
۱۲۸۵	موت دا کوئی دارو نہیں۔	موت کا کوئی دارو نہیں۔
۱۲۸۶	مت نہ بھلا جالندھری۔ ساک نہ بھلا شیام۔	جالندھری دوست اچھا نہیں۔ شیام ضلع ہوشیارپور کی رشتہ داری خراب۔
۱۲۸۷	ماں دی سوکن دھی دی سہیلی۔	ماں کی سوت اور بیٹی کی سہیلی۔
۱۲۸۸	سنیاں جوگی تے پیٹھیا دارو مشکل پچھانیا جاندا ہے۔	سنڈا جوگی اور پیسا ہوا دارو مشکل سے شناخت ہوتا ہے۔
۱۲۸۹	سندیں لکیں نانکا جد کد مندا ہو۔	نانکا (نانک علیہ الرحمۃ) برے کاموں کا نتیجہ برا ہی نکلتا ہے۔
۱۲۹۰	مہنیاں نال گھر نہیں اجڑدا کرتوتیں گھر اجڑدا ہے۔	طعنوں سے گھر نہیں اجڑتا کرتوتوں سے اجڑتا ہے۔
۱۲۹۱	موئے بابے دیاں اکھیاں وڈیاں۔	مرے ہوئے بابا کی آنکھیں بڑی بڑی۔
۱۲۹۲	موتر وچوں مچھیاں پھڑدا ہے۔	پیشاب میں سے مچھلیاں پکڑتا ہے۔
۱۲۹۳	منگتیاں کولوں منگنا لعنتیاں دا کم	گداگروں سے مانگنا لعنتیوں کا کام۔
۱۲۹۴	مردہ دوزخ جاوے بہشت جاوے ملاں نوں حلوے نال کم۔	مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں ملا کو حلوے سے کام۔
۱۲۹۵	مردے ہر ہر کردے۔	مردے ہر ہر کرتے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۲۹۶	مان نہ مان میں تیرا مہمان۔	مان نہ مان میں تیرا مہمان۔
۱۲۹۷	موٹھ مونگ میں بڑا کون۔	موٹھ اور مونگ میں بڑا کون۔
۱۲۹۸	مول سے بیاج پیارا۔	اصل سے سود پیارا۔
۱۲۹۹	مور جنگل میں ناچا کون جانتا ہے۔	مور جنگل میں ناچے تو کون دیکھتا ہے۔
۱۳۰۰	مطلب دے واسطے گدھے نوں باپ بناندے نے	مطلب کے واسطے گدھے کو باپ بناتے ہیں۔
۱۳۰۱	مویا وجاوے ونجلی تے رڑھیا ڈوہڑے دے	مرا ہوا بانسری بجائے اور ڈوبتا ہوا دوہڑے گائے۔
۱۳۰۲	ماں پھرے پھوسی پھوسی پت گوہیرے بخشدا	ماں اوپلہ اوپلہ اکٹھی کرتی پھرے اور بیٹا اوپلوں کا
۱۳۰۳	من۔ موتی۔ دودھ۔ تینوں دا اک سبھا ٹٹے پھوٹے ناں ملن کریئے لاکھ اوپا	من موتی دود تینوں کی ایک ہی کیفیت ہے۔ ٹوٹنے پر بھی نہیں جڑتے۔
۱۳۰۴	مکے گیاں گل مکدی ناہیں جے نہ دلوں مکائیے	کہیں جا کر بات نہیں بنتی جب تک دل سے نہ توجہ ہو
۱۳۰۵	مکے مڈھ بدو۔	مکے کے قریب بدو۔
۱۳۰۶	مینہ پووے تے چھپڑ اگاہیاں دینگے	مینہ برسے گا تو جوہڑ گواہی دیں گے۔
۱۳۰۷	ماں پر پوت پتا پر گھوڑا۔ بہتا نہیں تے تھوڑا تھوڑا۔	ماں پر بیٹا۔ پتا پر گھوڑا۔ اگرچہ بہت نہیں لیکن تھوڑا تھوڑا۔
۱۳۰۸	مویا سانپ لنگھنا مشکل ہے۔	سانپ مرا ہوا بھی گزرنا مشکل ہے۔
۱۳۰۹	ماں نال لڑنا ہتھ کتھے پانا۔	ماں کے ساتھ لڑنا اور ہاتھ کہاں ڈالنا۔
۱۳۱۰	ماس وچہ گدود پیدا ہوندی ہے۔	گدود گوشت میں ہی پیدا ہوتی ہے۔
۱۳۱۱	ملاں دی دوڑ مسیت تیکر۔	ملاں کی دوڑ مسیت تک۔
۱۳۱۲	ماں کولوں ہیجلی دائی پھپھا کٹنی۔	ماں سے زیادہ چاہے تو پھپھا کٹنی کہلائے

١٣١٣	مونہ منگیاں موت بھی نہیں ملدی	مُنہ مانگے موت بھی نہیں ملتی۔
١٣١٤	ماں مرگئی کپھن کو نوں دھی دا نام نبراجن	ماں مرگئی کفن بغیر بیٹی کا نام بزاجن۔
١٣١٥	مڑکے بتی نہیں واہی۔	پھر خبر بھی نہیں لی۔
١٣١٦	مت دین دالے نوں رووے۔	اُستاد کو کوسو۔
١٣١٧	موت دسیاں زحمت قبول ہوندی ہے	خوف موت سے زحمت قبول کرتے ہیں۔
١٣١٨	ماں مفت دل بے رحم۔	ماں مفت دل بے رحم۔
١٣١٩	ماں واری تے پیو صدقے۔	ماں قربان اور باپ صدقے۔
١٣٢٠	ماواں دھیاں بیڑیاں اکو پتن کھیڑیاں	ماں بیٹیاں قحبہ ایک ہی گھاٹ سے اُتریاں
١٣٢١	مال پرایا تے پتر فدے شاہ۔	مال پرایا اور بیٹا فدے شاہ

ن

١٣٢٢	نانی دھوتی رہ گئی بجھل ہندی وچہ پے گئی	غسل کر کرا کر رہ گئی۔ ہندی چوک گئی۔
١٣٢٣	نانی دھوتی رہ گئی تے مونہ تے مکھی بہ گئی۔	نہا دھو کر رہ گئی اور مُنہ پر مکھی بیٹھ گئی۔
١٣٢٤	نانوں گیا ملتان۔ نہ انوں سنے نہ انوں آن	نانوں ملتان گیا نہ یہاں سے لے گیا نہ وہاں سے لایا
١٣٢٥	نچن لگی تاں گھونگٹ کیہا	ناچنے لگی تو گھونگٹ کیا۔
١٣٢٦	نچ نہ جانے تے آنگن ٹیڑھا۔	ناچ نہ جانے اور صحن ٹیڑھا۔
١٣٢٧	نوسو چوہا کھا کے بلی حج نوں چلی۔	نو سو چوہا کھا کر بلی حج کو چلی۔
١٣٢٨	ننگی کیا نہائے کیا نچوڑے۔	ننگی کیا نہائے کیا نچوڑے۔
١٣٢٩	نانی خصم کیتے تے دوہتا ڈنڈ بھرے۔	نانی خاوند کرے اور نواسہ جرمانہ بھرے۔

۱۳۳۰	نال چڑھیا وپاری کھٹ کھٹے تے نال چڑھیا چور پھاہے ڈھے۔	مشہور نیک نام سوداگر نفع اٹھائے اور مشہور چور پھانسی ملے۔
۱۳۳۱	ندیئے توں کیوں کوکدی ہیں۔ یارا اگے ہی پیر نہیں پاوندے۔	اے ندی تو کیوں واویلا کرتی ہے میں تو تجھ میں پاؤں ہی نہیں ڈالتا
۱۳۳۲	نہ تین وچہ نہ تیراں وچہ سجی بھری ڈیراں وچہ	نہ تینوں میں نہ تیرہ میں نکمی بھاوجہ ڈیوروں میں۔
۱۳۳۳	نال جھکنے کمان نال پوے خان۔	نہ کمان اٹھائے اور نہ خم کھائے۔
۱۳۳۴	نال پٹنے کھوہ نال لانے بوہا۔	نہ چاہ احداث کریں نہ دروازہ لگائیں۔
۱۳۳۵	نہ پرائی لوئی کوں ہتھ لا نہ اپنا پیٹ پڑا۔	نہ بیگانی عزت پہ (لوئی یعنی کمبل و عزت) حملہ آور ہو اور نہ (پیٹ پڑنا یعنی تکلیف میں ہونا) تکلیف اٹھا
۱۳۳۶	ناں وڈا لکھویرے دا۔ ساہ نہ نکڑ تیرے دا	نام بڑا لکھویرے کا اور روٹی کا کوئی مزہ نہیں
۱۳۳۷	نیت صاف کیسہ پر۔	نیت صاف کیسہ پر۔
۱۳۳۸	نا ہووے دیاں سب گلاں ہین۔	سب باتیں افلاس کی ہیں۔
۱۳۳۹	ناہڈو اشراف۔	(ناہڈو) بڑا اشراف۔
۱۳۴۰	ناں باسی رہے نہ کتا کھا۔	نہ باسی رہے اور نہ کتا کھائے۔
۱۳۴۱	نو دن نندا پیرا ہونا گیا تو نندے وسے آئے۔ جد گھر بیٹھ کے حساب کیتا نہ کتے گئی نہ کتے آئے۔	نو دن نندا مہمان دوسروں کے ہاں گیا۔ اور نو مہمان نندے کے گھر میں آگئے جب گھر بیٹھ کر حساب کیا تو نہ کہیں گئے اور نہ کہیں سے آئے۔
۱۳۴۲	نکمی جٹی اُن دیلے۔	نکمی جٹی اُن بیلے۔

۱۳۴۳	ناں شیر خاں ڈردا کتے کنوں۔	نام شیر خاں اور ڈرتا ہے کتے سے۔
۱۳۴۴	نادان دوست کنوں۔ دانا دشمن چنگا ہے	نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔
۱۳۴۵	نرم مدعی تا فضل خدا سخت مدعی تا قہر خدا۔	نرم مدعی تو فضل خدا سخت مدعی تو قہر خدا
۱۳۴۶	ندی کنارے رکھڑا اج ڈہے یا کل	ندی کے کنارہ پر درخت آج گرے یا کل
۱۳۴۷	نہ تین میں نہ تیرہ میں کس باغ دی مولی۔	نہ تین میں نہ تیرہ میں کس باغ کی مولی۔
۱۳۴۸	نہ ڈیوے کوں نہ لاہنے کوں انھا مارے کانے کوں۔	نہ دینے کو نہ لینے کو اندھا مارے کانے کو
۱۳۴۹	نہ فاتحہ نہ درود کھا گئے مردود۔	نہ فاتحہ نہ درود کھا گئے مردود۔
۱۳۵۰	نہ ویلا نہ وقت اٹھ بھناں کم بخت۔	نہ موقعہ نہ وقت کم بخت بھاگ نکلا۔
۱۳۵۱	نہ ہک لقمہ صبح نہ سو لقمہ شام۔	نہ ایک لقمہ صبح اور نہ سو لقمہ شام۔
۱۳۵۲	نوکری پر حاضر کیا کریسی ناظر۔	نوکری پر حاضر کیا کرے گا ناظر۔
۱۳۵۳	نک نہ ناساں۔ پلنگ چڑھ باساں۔	نہ ناک نہ منہ پلنگ پر چڑھ کر بیٹھوں گی۔
۱۳۵۴	نہ ہک خویش نہ سو درویش۔	نہ ایک خویش نہ سو درویش۔
۱۳۵۵	نواں کوئی نہ دیکھے پورانہ ہر کوئی دیکھے	نیا کوئی نہ دیکھے پورانہ ہر کوئی دیکھے۔
۱۳۵۶	نوکوہ دریا کپڑے اگوں لاہ۔	نو کوس دریا کپڑے پہلے ہی سے اتارو۔
۱۳۵۷	ناہیں کم اصیل دا چھڈ جاناں یاراں بیلیاں بہت پرانیاں نوں۔	شریف آدمی دوستوں سے بے وفائی نہیں کرنا۔
۱۳۵۸	ننگ لڑے نشنگ۔	مفلس بلا خوف مقابلہ کرتا ہے۔
۱۳۵۹	نک تے مکھی نہیں بہن دیندا۔	ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۳۶۰	نیت صاف تے پلے خاک۔	نیت صاف اور پلّے خاک۔
۱۳۶۱	نیت کھوٹی تے پلّے روٹی۔	نیت کھوٹی اور پلے روٹی۔
۱۳۶۲	نو دن رانا گھر نہیں دانا۔	نو دن رانا گھر نہیں اناج۔ (رانا بمعنی رہا)
۱۳۶۳	نواں نو دن پرانا سو دن۔	نیا نو دن پرانا سو دن۔
۱۳۶۴	ناؤں دا سردار چوہیا دی شکار	نام کا سردار اور چوہیا کا شکار
۱۳۶۵	نوکر نوں نوکر مناوے مالک کہے نہ آوے	نوکر کو نوکر منائے مالک کے کہنے پر نہ آئے
۱۳۶۶	نورمحل دی سرائے تو نہیں۔	نورمحل کی سرائے تو نہیں۔ (نورمحل تحصیل پھلور)
۱۳۶۷	نومن لوہا افیم ہی سہی۔	نومن لوہا افیم ہی سہی۔
۱۳۶۸	ناؤں میاں دا مصری خاں مونہ پائے تے سُواہ بھی ناں۔	نام میاں کا مصری خاں منہ میں ڈالیں تو خاک بھی نہیں۔
۱۳۶۹	نہ اتنے مٹھے ہوئیے کہ اگلا مونہ پالیوے نہ اتنے کوڑے ہوئیے کہ اگلا تھُک سُٹے۔	نہ اس قدر میٹھے یعنی نرم دل ہوں کہ دوسرا کھا ہی جائے اور نہ اتنے تلخ کہ کوئی تھوک بھی دے۔ (درشتی و نرمی بہم در بہ است)
۱۳۷۰	ننگے بُکھے لاڈلے پھرالے دے ساؤ۔	ننگے بھوکے نازپروردہ (پھرالہ ایک گاؤں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر میں) پھرالے کا شریف۔
۱۳۷۱	نوکر دی جڑھ سوا گز اوچی ہے۔	نوکری کی جڑھ سوا گز اونچی ہے۔
۱۳۷۲	نہ شدہ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی۔	نہ سدہ بدہ کی لی اور نہ منگل کی لی۔
۱۳۷۳	نالے حج نالے ونج۔	حج بھی اور بیوپار بھی۔
۱۳۷۴	نالے منج بگڑ نالے دیوی دا درشن	مونجھ کا سودا بھی اور دیوی کا درشن بھی۔

نمبر	کہاوت	اردو
۱۳۷۵	نودن بھاگ گھر نہیں چراغ۔	نودن فارغ البالی گھر میں چراغ نہیں۔
۱۳۷۶	نقداج اودھار کل۔	نقد آج اُدھار کل۔
۱۳۷۷	نواناں دے پانی نوان ہی آوندے ہن	نشیب کا پانی نشیب میں ہی آتا ہے۔
۱۳۷۸	ناں وڈا تے وچہ تن کانے۔	نام بڑا اور حقیقت میں صفر۔
۱۳۷۹	نہ ہنگ لگی نہ پھٹکڑی۔	نہ ہنگ لگی اور نہ پھٹکری۔
۱۳۸۰	نلے چور نالے چتر۔	چور بھی اور چتر بھی۔
۱۳۸۱	نایا وال کدڑے کدڑے ہن۔ جہان اگے ہی آونے ہن۔	نائی بال کتنے کتنے ہیں۔ جہان میں سامنے ہی مونڈنے ہیں۔
۱۳۸۲	نوہاں نالوں ماس جدا ہوندا ہے۔	ناخنوں سے گوشت کب جدا ہوتا ہے۔
۱۳۸۳	ناشوہ ڈٹھا ناں ہاوے موئی۔	نہ شوہر دیکھا اور نہ فراق میں مری۔
۱۳۸۴	ناگاں دے بچے دوست نہیں بندے	سانپوں کے بچے دوست نہیں بنتے۔
۱۳۸۵	نانک دکھیا سب سنسار۔	نانک دکھیا سب سنسار (مخلوق)
۱۳۸۶	نویں جتی نویں رن دونوں دکھ دیندیاں ہن۔	نئی جوتی اور نئی بیوی دونوں تکلیف دہ ہیں۔
۱۳۸۷	ننگ رودڑے ہی آ گی۔	مفلس جیتیں میدان میں ہی باغی۔

و

نمبر	کہاوت	اردو
۱۳۸۸	ورھیوں گزریا چالی تے جوان تھیا ہالی۔	چالیس سال گزرنے پر ہالی جوان ہوتا ہے
۱۳۸۹	وڈا پساری تے پھلاں بھری کھاری۔	بڑا پنساری اور پھولوں بھری کھاری۔

۱۳۹۰	ویلے دی نماز کویلے دیاں ٹکراں۔	وقت کی نماز اور بے وقت کی ٹکریں۔
۱۳۹۱	وسواسی دی دال کچی۔	وہمی کی دال کچی۔
۱۳۹۲	وہندے نہیں سکے تے کھڑے نہیں اُچھلے	آب جاری خشک نہیں ہوتا اور کھڑا پانی اُچھلتا نہیں۔
۱۳۹۳	واہ مجھیں دے دل جو پتر کہادن تے کھیر ڈہادن۔	بھینسوں کے دل کا کیا کہنا بچے ذبح کرائیں اور دودھ دُہائیں۔
۱۳۹۴	واہ بی بی دی دل اُتوں لگن کھلے تجے تلے پئی کھل۔	واہ بیوی کا دل اوپر سے جوتے لگتے ہیں اور نیچے سے ہنس رہی ہے۔
۱۳۹۵	وپار نال تاہرن دی منڈے۔	قاعدہ سے توہرن ہی قابو آجاتے ہیں۔ (منڈے سے مراد لنگڑا)
۱۳۹۶	وانڈھے دی موڑی جتھاں رکھی اوتھا ہیں پوری۔	بے خان ومان کے مال کا ہر ایک وارث۔
۱۳۹۷	وجدے دا واجا مارے۔ چُپ چپاتی کم سنوارے۔	جو شخص بہت بولتا ہے وہ ناکامیاب رہتا ہے۔ خاموشی پسند کام نکال لیتا ہے۔
۱۳۹۸	واہ نمبردار دا زور۔ دن دا حاکم رات دا چور	واہ نمبردار کا زور دن کا حاکم اور رات کا چور
۱۳۹۹	ون ون دی لکڑی اک دا بوجھ۔	بہتوں کی لکڑی اور ایک شخص کا بوجھ۔
۱۴۰۰	ویہر پئی گدڑی گندھو لے پھاڑے۔	دشمن گدڑیہ پورانی گدڑیاں پھاڑے۔
۱۴۰۱	واہ میاں دلیا پکی کھیر ہوگیا دلیا۔	واہ میاں دلیا پکائی کھیر ہوگیا دلیا۔
۱۴۰۲	وڈی پگ سلاماں دی چٹی۔	بڑی پگڑی سلاموں کی چٹی۔

نمبر	کہاوت	مطلب
١٤٠٣	وڈھی ٹکی ذات دا کچھ وساہ نہیں۔	قطع برید شدہ ذات (درکھان) کا کوئی اعتبار نہیں۔
١٤٠٤	ویسیئے شہر بھاویں ہووے قہر۔ کھائیے کنک بھاویں ہووے زہر۔	شہر میں بسنا چاہیئے اگرچہ قہر ہی ہو کنک کھانی چاہیئے۔ چاہے زہر ہو۔
١٤٠٥	وہنی دی اٹ چبارے نوں لائی۔	نالی کی اینٹ چبارے کو لگائی۔
١٤٠٦	واہ مولا دی کھیں سید ویچے تیل۔	واہ خدا کی کھیل سید بیچے تیل۔
١٤٠٧	وڈھیا جٹ دا سکھیا نائی دا۔	جاٹ زخمی ہوا اور نائی نے سیکھا۔
١٤٠٨	وارث۔ رن تلوار۔ فقیر۔ گھوڑا۔ چارے تھوک ایہ کسی دے یار ناہیں۔	وارث (نام شاعر پنجابی مؤلف ہیر رانجھا) چار چیزوں عورت۔ تلوار۔ فقیر گھوڑی کا اعتبار نہیں ہے۔
١٤٠٩	وڈا اوہ جیہنوں خدا وڈیا وے بندہ کون بچارہ۔	بڑا وہ جسے خدا بڑا کرے انسان کیا ہے۔

ھ

نمبر	کہاوت	مطلب
١٤١٠	ہک پیسہ پلے میرے ہار گھناں کہ چھلے	پلے میں ایک پیسہ ہے میں ہار خریدوں یا کہ چھلے
١٤١١	ہتھ نہ پلے نے کھیسہ پیا ہلے۔	نہ ہاتھ اور نہ پلے کیسہ یوں ہی ہلتا ہے۔
١٤١٢	ہٹی اتے بہن نہ دیوے اُڈدا اُڑدا تول	دکان پر بیٹھنے نہ دے اور زیادہ تول۔
١٤١٣	ہٹ کرائے تے روپیہ بیاجی۔ اُس کھرو دی کوڑی باجی۔	دوکان کرایہ پر اور روپیہ سود پر ایسے بے وقوف کا کاروبار درست نہیں۔

۱۴۱۴	ہل نہ پنجالی آیا میرا ہالی۔	نہ ہل اور نہ پنجالی آیا میرا ہالی۔
۱۴۱۵	ہتھ دے کنگن کوں آرسی کیا درکار	ہاتھ کے کنگن کو آرسی کیا۔
۱۴۱۶	ہتھوں نہ دیندی مانگواں سارا دے لٹا۔	ہاتھ سے دیتی نہیں اور مانگنے پر سب لٹا دیتی ہے۔
۱۴۱۷	ہولے ہولے اُچکے سنج کریندی جھگے۔	لگاتار نقصان گھرانوں کو تباہ کر دیتا ہے
۱۴۱۸	ہک آکھے بیا منّے اُنھاں دا بھول خدا نہ بھنّے۔	ایک کہے اور دوسرا مانے خدا اُن کی بات بغیر نکالتا۔ (اتفاق)
۱۴۱۹	ہاتھی نوں تنبا خدا اپڑ دے۔	ہاتھی کو خدا ہی پاجامہ پہنائے۔
۱۴۲۰	ہیر جنجالوں چھُٹی۔	ہیر الجھن سے چھُٹی۔
۱۴۲۱	ہتھاں نال لاواں تے پیراں نال بجھاواں۔	ہاتھوں سے لگاؤں اور پاؤں سے بجھاؤں۔
۱۴۲۲	ہتھ نوں ہتھ پچھاندا۔	ہاتھ کو ہاتھ پہچانے۔
۱۴۲۳	ہاتھی دے دند کھان دے ہور تے دکھاون دے ہور۔	ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔
۱۴۲۴	ہمسائے دا ناؤں نہیں تے رد آئے دا ناؤں ہے۔	ہمسائے کا نام نہیں اور رد لائے کا نام ہے
۱۴۲۵	ہن گھیو کھنڈ ہو گئے۔	اب مل ملا گئے۔
۱۴۲۶	ہتھ وچ ٹکر تے نا کر	ہاتھ میں ٹکڑا ہے تو منکر نہ ہو۔
۱۴۲۷	ہک در اُٹے سو در پٹّے۔	ایک در بند کرے اور سو در کھولے۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۴۲۸	ہاڑ دا ڈمب تے ساون دا انب برابر	ہاڑ کا ڈمب (زخم) اور ساون کا آم برابر ہیں
۱۴۲۹	ہتھیار نال بلکارتے مرداں نال غرضاں	ہتھیاروں پر گھمنڈ اور مردوں کے ساتھ غرضیں
۱۴۳۰	ہتھاں پیراں مہندی بنے کوں مہنے دیندی	ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگی ہوئی اور دوسروں کو طعنے دیتی ہے۔
۱۴۳۱	ہیجڑے دے گھر پتر جمیا۔	مخنث کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا۔
۱۴۳۲	ہِل دی اکھ۔ کوئل دی نک، مور دے کن۔ پسو دے دند۔	چیل کی آنکھ۔ کوئل کی ناک۔ مور کے کان پسو کے دانت۔
۱۴۳۳	ہالی دی گل ہالی جانے، ہالی دی گل ہال۔ اوہ سو دی کھدی کھادی خبر نہ پیو کا۔	ہالی کی بات ہالی ہی سمجھے اور ہالی کی ماں۔ سو کا رستا نیاں کیں اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔
۱۴۳۴	ہلے دا کی داہنا ہے پچھے لگا جاون ہے	ہل کا کیا باہنا ہے پیچھے پیچھے ہی لگے جانا ہے
۱۴۳۵	ہتھ نہ پلے تا پاواں کہ چھلے۔	نہ ہاتھ نہ پلے تار پہنوں کہ چھلے۔
۱۴۳۶	ہتھ پورانے کھوسڑے بسنتے ہوئی آئے	ہاتھ میں پرانی جوتیاں بسنت صاحب آئے
۱۴۳۷	ہتھ موہنہ خالی رب دے سوالی۔	ہاتھ منہ خالی رب کے سوالی۔
۱۴۳۸	ہٹے یار تینوں مرنے دیاں رہیاں۔	ہائے یار تمہیں مرنے کی ہوسیں۔
۱۴۳۹	ہاتھی کجے پاؤنا ہے	ہاتھی کو کوزہ میں بند کرنا ہے۔
۱۴۴۰	ہتھ اوپر سرہوں جماؤنا ہے۔	ہاتھ پر سرسوں جمانا ہے۔
۱۴۴۱	ہن کی ہووے جد چڑیاں چگ لیا کھیت۔	اب کیا ہووت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

نمبر	پنجابی	اردو
۱۴۴۲	ہمسایاں نال دوستی تے اپنیاں نال ویر	ہمسایوں کے ساتھ دوستی اور اپنوں سے بیر
۱۴۴۳	ہک خربوزہ تیراں لاگ وار۔	ایک خربوزہ اور تیرہ لاگ دار
۱۴۴۴	ہن بھلے دا سماں ہنیں۔	اب بھلے کا زمانہ ہنیں ہے۔
۱۴۴۵	ہم سے چھناں پھپھا کٹنی۔	ہم سے چھناں پھپھا کٹنی۔
۱۴۴۶	ہانڈی اویلوتے اپنے کنڈھے ساڑو۔	ہنڈیا اُبلے گی تو اپنے ہی کنارے جلائے گی
۱۴۴۷	ہُن اپنیاں دے لہو سفید ہوگئے۔	اب اپنوں کے لہو سفید ہوگئے۔ (ہمدردی نہیں رہی)
۱۴۴۸	ہاتھی پھرے گِراں گِراں۔ جس کا ہاتھی اُسی کا ناں۔	ہاتھی گاؤں بہ گاؤں پھرے۔ جس کا ہاتھی اُسی کا نام۔
۱۴۴۹	ہیٹھوں اوپروں ننگی تے سبھتوں چنگی	نیچے اور اوپر سے ننگی اور سب سے اچھی۔
۱۴۵۰	ہس (دنداں) دی پریت۔	عارضی یا معمولی واقفیت (پریت بمعنی محبت)
۱۴۵۱	ہتھاں دیاں دِتیاں دندیں کھولنیاں پیاں۔	ہاتھوں کی گانٹھیں دانتوں سے کھولنی پڑیں
۱۴۵۲	ہائے نی اماں میں رہ نہ سکاں۔	ہائے ماں میں رہ نہ سکوں۔
۱۴۵۳	ہاں نوں ہاں پیارا۔	ہاں کو ہاں پیارا۔
۱۴۵۴	ہور نوں ہوری دی انھے نوں ڈنگوری دی۔	اور کو اور کی اور اندھے کو لاٹھی کی۔
۱۴۵۵	ہن لگی رووَن جد منڈا لگا ہون۔	اب کیوں روتی ہے۔ جب بیٹا پیدا ہونے لگا۔

ی

نمبر	پنجابی	اردو
۱۴۵۶	یاریاراں نے چبکار باراں۔	گیارہ یار اور چبکار (روٹی کھانے کی آوازیں) بارہ

نمبر	پنجابی	اردو
۱۴۵۷	یار تیلی تے سینڈھ میلی۔	یار تیلی اور سینڈھ میلی۔
۱۴۵۸	یار تیلی تے پھر رو کھا کھانا۔	تیلی دوست ہونے کی صورت میں خشک روٹی کس طرح کھائی جائے۔
۱۴۵۹	یا تا مٹیاں دے گھبکار یا گلھاں دے چیکار	یا تو مٹکیوں کے گھبکار (جو دہی کے بلونے کے
۱۴۶۰	یار تو کاواں دی زبان کھادی ہوئی ہے	یار تونے کوؤں کی زبان کھائی ہوئی ہے (باتونی سے مراد)
۱۴۶۱	یار دی یاری ول جائیے یار دے عیباں ول نہ جائیے۔	دوست کی دوستی پر نظر رکھو نہ کہ عیبوں پر
۱۴۶۲	یار یاراں نوں ایں ملن جیوں گدھے نوں ڈانگ۔	دوست دوستوں کو یوں ملے جیسے گدھے کو لٹھ۔ (بدخلقی)
۱۴۶۳	یار آون تے گدوواں بکاون۔	یار آئیں اور گدودیں بکیں۔
۱۴۶۴	یار یاراں کو ملسے کھوجیاں والی بازار	یار یاروں کو اپنے اپنے موقعوں پر مل جاتے ہیں۔

تمام شد

بقلم محمد تقیم نبی عفنہ کاتب اول مطبع بہاولپور نوشتہ شد

ایک مجبوری اور ایک عذر

اِس کتاب کے شروع کرنے کے وقت یہ خیال تھا کہ ان کہاوتوں کا ترجمہ اُردو اور انگریزی دونوں میں کیا جائے، اور نیز یہ کہ ہر کہاوت کی شان نزول اور محل وقوع کی نسبت بھی مفصل بحث کی جائے اور جو کہاوتیں قصہ طلب ہیں اُن کی تفصیل بھی کی جائے۔ لیکن چند ہی حواشی لکھنے سے یہ مشکل آپڑی کہ کتاب طول ہوتی جاتی ہے اور دوسری طرف سے یہ خیال کہ کتاب چھپ چھپاکر بھی مصنف یا مؤلف کی الماری ہی میں محفوظ پڑی رہے گی۔ کیونکہ برادران وطن کے شوق کا پیمانہ آئے دن کی نظیروں سے اس کا ثبوت دے رہا ہے۔ بایں وجوہ یہ ضروری تفصیلات رہ گئی ہیں۔ اگر خدا نے موقعہ دیا تو یہ کمیاں کسی دوسرے وقت یا دوسرے رنگ میں پوری کی جائیں گی۔

سلطان احمدؐ

۱۱- مئی ۱۹۱۱ء